

مَوَکَّلٌ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَجِيهاً

حضرت مولانا جمال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مشنوی شریف کا ہندی ترجمہ المستمی

بیباغ ارم

تصنیف کیا ہے اجناب شاہ مستحسان قبول حضرت بھجان باشندہ مددگار
 جس کو محمد صاحب ٹیکواری نے ایمانت سے حافظ کمال محمد صاحب کی
 الفاظ غیر مجاورہ اردو کے بلکہ سلیس ہندی میں بیچ لکھی ہیں کہ شہر کلکتہ میں چھپا گیا
 اس نسخہ پر دلپذیر کو خاک نعلین بنو نعلین محمد بن المرحوم سلیم توفیق اعظم
 مہر طبع محمدی میں اپنے شاعر اچھریہ مقدسہ کو شہزادی میں چھپا

تاریخ طبع کتاب مطاب ہند

بافور میں مشرق مطبع میں چھپا	ظرفہ کعبلا کلا اریہہ اسرار قدم کا
قرآن لہا ابا دلون نے تصحیح کا	ہندی میں چھپی مشنوی روم میں چھپا
ازت آداب اگر جام ہو جو کا	اس نظم میں رومی ہی کہ چھپا رو برو
اور نام یہی ہی اسی گلزار کرم کا	ہی بیباغ ارم اس جن ہندی کی تاریخ
ماتف نے اچانک یہ کہنا بیباغ کرم	کی حبت و جو تاریخ پس ان طبع خود

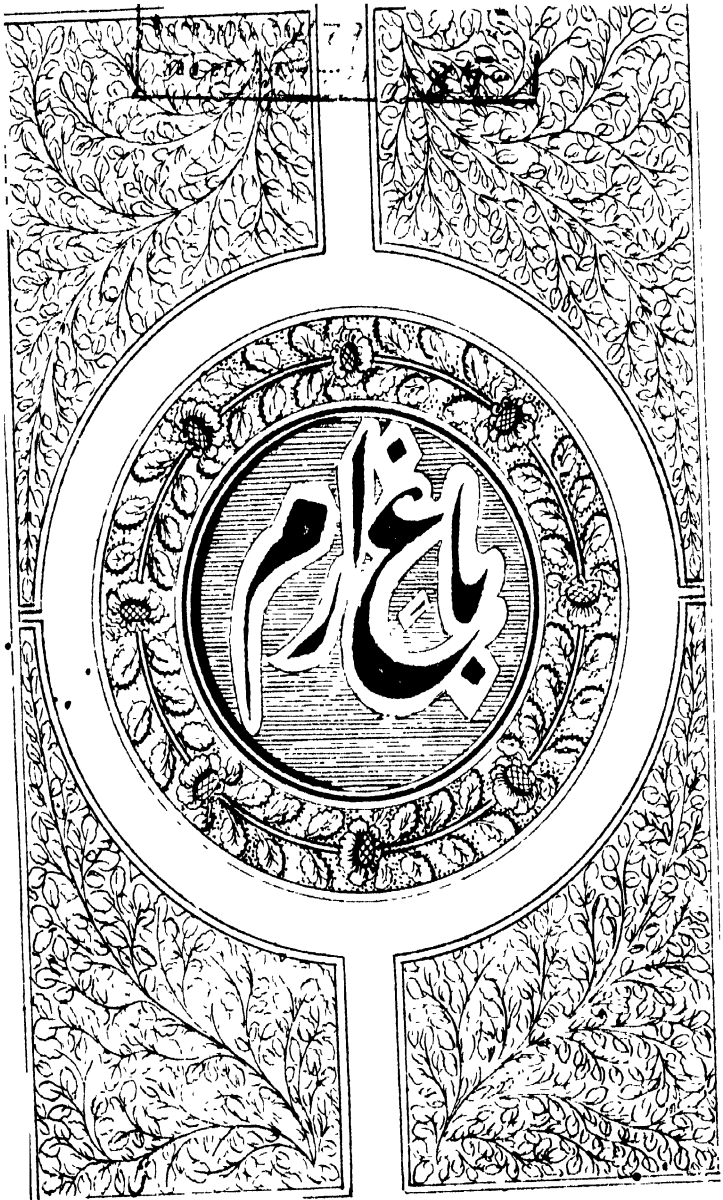
سنہ ۱۲۶۰ ہجری

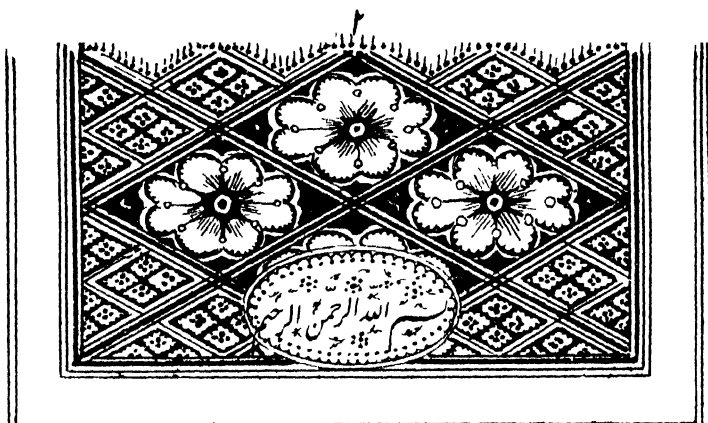
فہرست : باغ ارم یعنی تریبہ متروی شریف

صفحہ	تفصیل
۳۴	۲ حمد مبارک تعالیٰ عز و اسم کی
۷۸	۳ نعت احمدی معنی امیر مہدی صلی اللہ علیہ وسلم کی
۸۱	۷ سب اس کتاب کی تالیف اور تصنیف کا
۹۱	۱۰ آغاز کتاب مستطاب کا
۹۴	۱۴ حکایت بادشاہ کی دیوانی برعاشق ہوا
۹۶	۲۱ سوال خلیفہ کا اپنی سے
۸۷	۲۱ حکایت سیو دی بادشاہ ظالم کی جو نضار اللہ مارا
۹۰	۲۱ حکایت بہی وزیری جو جس سے اپنی مال گتوایا
۹۱	۲۳ بیان یہ کہ جو جو حق اور عالم مالک نابود ہوا
۹۱	۱۹ جو باقیہ عالم کی اور تینہ قدر بیان و جبر بیان کی
۹۹	۲۶ بیان یہ کہ جو قدم اور لوہے سے اور بالک تیرہ
۱۰۰	۲۷ قدر یہ کہ جو پائے سے شکر کا اور یوسف کی لڑا
۱۰۱	۲۸ نعت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو پڑھنے سے
۱۰۳	۳۰ بیان وہ کہ کہ عالم مالک انہ سے نہ پوچھیں
۱۰۴	۳۴ انصاری روم کے جو خرمی اللہ عنہ سے پاس آیا
۱۰۷	۳۸ قصہ طہ لیس و تانہ کا
۱۰۹	۴۵ حکایت جن جنی بڑب دین وقت خوف مخرج نے
۱۱۱	۵۰ وصال و دستوں کی و آنت سے پہنچنے کے
۱۱۲	۵۱ حکایت خلیفہ بغداد کی جو عرب سے لکھ بانی ہا لہا
۱۱۵	۵۲ و عیت سے و عالمی صبی نہ لویہ اختیار سے عاقلی علی
۱۱۸	۶۱ حکایت ذبیق اور مالک کی
۱۱۹	۶۵ حکایت بلال النخعی عالمی قوم کو
۱۲۰	۶۶ حکایت سیدنا ابو جعفر سے کو بھیجا
۱۲۱	۶۷ مقدمہ خوف علیہ السلام اور آتش آستانہ کا
۱۲۲	۷۱ بیان امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا
۱۲۳	۷۲ دو سرا و تریبہ متروی شریف کا
۱۲۴	۷۳ حکایت اس کے جسے لی جو جھولے سے
۱۲۵	۷۴ حکایت دیقان کی جو تاریکی میں شیر تو بیل ہو
۱۲۶	۷۵ تینا صوفیوں نے کہ جسے کو کتب فرے
۱۲۷	۷۶ مناجات پنج درگاہ پروردگار
۱۲۸	۷۷ بیان یہ کہ جو کہ عسوق پہنچے تیار ہوا
۱۲۹	۷۸ انبیا انبیا کی و اتفاقاً آداب قائم مقام ان کے
۱۳۰	۷۹ حکایت بازاری
۱۳۱	۸۰ حکایت اس عاشق کی جو مجاز سے حقہ
۱۳۲	۸۱ حکایت پاس کی
۱۳۳	۸۲ حکایت ذوالنون و دہر محمد اللہ علیہ
۱۳۴	۸۳ حکایت اقصان رحمہ اللہ علیہ کی
۱۳۵	۸۴ حکایت برسی اور چہرہ کی
۱۳۶	۸۵ بیان تخت انبیا انبیا علیہ السلام سے
۱۳۷	۸۶ اعجاز کرنا ایک شخص کا یہ پیرانہ مارا جا
۱۳۸	۸۷ بدکار ناما انبیا کا صوفی و شریف
۱۳۹	۸۸ حکایت بائزید خان کی رحمۃ اللہ علیہ کی
۱۴۰	۸۹ مناجات و آریطے مارنے لقسر
۱۴۱	۹۰ جواب مسائل کا
۱۴۲	۹۱ تیسرا و تریبہ متروی شریف کا
۱۴۳	۹۲ بیدار نہ ہوتے معاویہ حضور کو
۱۴۴	۹۳ بیچ و فاکر نہ بد اور نغمہ اہل دل کے
۱۴۵	۹۴ حکایت اس شخص کی جو بے نیت و زور
۱۴۶	۹۵ بیان یہ کہ جو عالم ذوالکرم ہوا

صفحہ	کلیفہ	صفحہ	کلیفہ
۱۶۳	ریاضت با زبردت علیہ علیہ کی	۱۸۹	تفسیر حدیث نواف کی
۱۳۴	انبیاء مطہرہ رحمت علیہم وعلیہم ان مطہرہ رحمت نبوی	۱۹۱	خیال عقل کی ساتھ تفسیر
۱۳۵	ضعف بعض اولیاء رحمت کی	۱۹۲	حکایت با زبردت ایچو وی کی
۳۹	سوال پہلول کا	۱۹۵	روح حیوانی عقل جو وی خیال
۱۳۷	قصہ و قونی روح کا	۱۹۷	بیان ریاضت
۱۴	بیان یہ کہ جو ازل میں سے تھی طاعت میں حال اللہ	۱۹۸	بیان یہ کہ عقل کامل رہبر ہے
۱۲	عقل نامہ میں نقل اسکا سبب خفا عقل	۲۰۰	ظاہر روح و وحی عقل کامل تھی
۱۵۱	ہاں انحضرت عسی علیہم السلام کا احمد نے	۲۰۰	حکایت شاہزادہ سے
۱۷۶	سچہ درو عالم کا جو تک سے قافلہ سیراب ہوا	۲۰۵	ساجات سے تہذیب نفس
۱۵۷	سلام نامہ ناؤر ایمان لانا خدا دو ماہ کا سردار	۲۰۶	بیان آدمی کے بعد اللہ سے متون کا ابتدا سے
۱۵۸	بیان یہ کہ ریاضت میں سہرا وہی	۲۰۸	بیان یہ کہ جو مقام جمع کے تفرق باقی نہیں
۱۵۱	جواب حمزہ رض کا خلائق کو	۲۰۹	پانچواں دفتر متون سے لے کر
۱۶۲	جمع اور توفیق در میان نفی اور اثبات کے	۲۱۳	حقیقت طاووس طبیعت کی
۱۶۲	سندہ نماؤر تقاضے پر دلش کا	۲۱۴	بیان لطف و قہر حق کا
۱۶۳	کتاب بر سلسلہ تمثیل کے	۲۱۶	بیان تفاوت عقول کا
۱۰	چاب طعن مارنے والوں کا مستوی	۲۲۰	تہذیب ایچو وی کی
۱۶	تفسیر آہ واجب علیہم بخیلک ورجلک	۲۲۰	بیان یہ کہ سہامی خدا لطف عالم اکل بالوان سے
۱۶۸	بسم کہ نامہ سرد عالم صلح کا	۲۲۱	صحف زاغ طبیعت کی
۱۷۰	داؤر چاہنا چھہ کا ہوا نامہ سے سلیمان علیہ السلام	۲۲۴	صحف مرغ طبیعت کی
۱۷۲	چوتھا دفتر	۲۲۶	مثال عالم سستی کی
۱۷۳	سوال ایچو کا حضرت علیہ السلام سے	۲۲۸	حکایت عاشق و معشوق کی
۱۷۳	بیان ان المؤمنین اخوة کا	۲۳۲	بیان حدیث ستریف کا
۱۷۶	حکایت آدمی کو عالم صغیر اور عالم کبیر نے نہیں	۲۳۳	قصہ ایاز کا
۱۸۳	حکایت فی نواز کی	۲۳۵	حکایت مخزون کی
۱۸	راگ حلال وہ ہے جس سے خیال اجتماع ہو	۲۳۶	حکایت تمثیل کی
۱۷۱	حکایت درویش کی	۲۳۷	باقی قصہ ایاز کا
۱۷۱	قصہ سورہ منزل کی	۲۳۸	حکایت نصوص کی

صفحہ	کیفیت	صفحہ	کیفیت
۲۳۹	فائدہ صبر و توکل کا	۲۴۶	قصہ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا
۲۴۰	بیان یہ کہ تعاقب اور پیروی نفس کی بدھی	۲۴۹	مناجات
۲۴۱	بیان یہ کہ طمع و ہم اور خیال بدھی	۲۴۹	بیان یہ کہ کیفیت از روی صفا باطن میں بصورتِ ظاہر
۲۴۲	مسئلہ جبر و قدر کا	۲۵۱	بیان یہ کہ انسان نظر بہ اتر تم سبب و تعالیٰ کا بھی
۲۴۳	بیان فائدہ عشق حق کا	۲۵۴	بیان شیطان کے دو ناکا
۲۴۴	فائدہ دستور ہونا زنون کا	۲۷۸	بیان یہ کہ صورت فانی حقیقت باقی موجودہ
۲۴۵	مناجات بیخ درگاہ حق تعالیٰ کے	۲۷۹	حکایت صدر جہان کی
۲۴۶	چھٹا دفتر مشنوی شریف کا	۲۸۰	بیان بگردنیا و دنیا داروں کا
۲۴۹	فائدہ تجرید کا	۲۸۲	بیان یہ کہ طالب کو عجاہ و لازم بھی
۲۵۰	فائدہ اختیار کرنے سنت و جماعت کا	۲۸۳	سبب تاخیر ہونے کا حاجت و عاموں کے
۲۵۲	تفسیر حدیث متواتر ان متواتر کی	۲۸۴	بیان یہ کہ سونا عالم کا بہت ہی جاہل ہے
۲۵۴	حکایت اہل جالب		جاننے سے
۲۵۴	بیان یہ کہ عاشقوں کو حیات دائم بھی	۲۸۵	حکایت مسخر کی
۲۵۹	بیان صبر کا	۲۸۹	باقی حکایت مسخر کی بھی
۲۶۰	حکمت بیخ پیدائش ہونے خلیفہ حقیقی کے	۲۹۱	بیان یہ کہ بشر میں ظہور پروردگار کا
۲۶۱	اشارہ یہ کہ ہر چیز میں حق ظاہر بھی	۲۹۲	خاتمہ اس کتاب مشتاب کا
۲۶۱	فائدہ مشورت کا		





بے نشان کا کیا نشان بتلا سکے
 پائین کیوں واجب کے اسرارِ قدیم
 نارسا اُس کُنہ میں وہم و خیال
 عقل بھی نہ پاسکے اُسکا سراغ
 پر نہ کوئی دیکھا اُسے صاحبِ نظر
 پر ہو کیا معلوم معدومات سے
 کچھ نہیں موجود جز ذات و صفات
 خواہ وہ مجہول یا معروف ہی
 یہاں پہ ہم سب مُفت میں بدنام ہیں
 نشہ عُقلت میں ہم تم بین خراب

حسد حق کیا کوئی زبان پر لا سکے
 ممکناتِ حادثِ نامستقیم
 ہی منترہ ذاتِ پاکِ ذوالجلال
 فہم ہی اُس معرفت میں داغ داغ
 گرچہ ہی سب جز و کل میں جلوہ گر
 یہہ جہان قائم ہی اُسکی ذات سے
 نہہ جہان فانی ہی باقی اُسکی ذات
 ہر صفت میں خود وہی موصوف ہی
 جز و سے تا کل اُسکے کام ہیں
 ہی وہی ساقی وہی جامِ شراب

دیکھئے ٹنگ اپنے کو کرا اپنے سے دو
 جب تلک اپنے مین ہی تو پابند
 آپ ہی سب کچھ کیا پر سب سے غیر
 طرفہ استاد ہی اس استاد کی
 عرش کہتے استوی الرحمن ہی
 عرش نیران ہی کہان جمان رحیم
 مہر سے لے ماہ تا شام و سحر
 بحر نالان ہی کہان وہ کردگار
 ہی غرض ہر ذرہ اندر نسبت و جو
 آفرین اسی اوستاد با کمال
 تو دیا یک نشت مٹی کو چلا
 بے بستون ایسا بنایا آسمان
 و ہر دیا کوئے زمین ایسا الگ
 آفرینش کا تیری کیا ہو شمار
 ماجزی بہتر بنے اسی ذات پاک

جسوہ گر ہوتا ہی وحدت کا ظہور
 پایگا کیوں وہ نشانِ اربمند
 آپ ہی ہی آپ سب باقی بخیر
 بسنے اس خوبی سے یہ بنیاد کی
 جلوہ گاہ اسکا دل انمان ہی
 آدمی سرشتہ امید و بیم
 دھونڈھتا اسکو پھرتے ہی دہر
 ابر آنکھوں سے ہی دائم اشکبار
 وہ جدا ان سے تو یک ذرہ نہ ہو
 بجھکو ہی یہ سحر سازی ہی حلال
 بس تجلی کو ملک سجدہ کیا
 جسمیں نیت ناک ہین سب انسان
 جس میں سرگردان ہین بن و ملک
 کردیا یک بات مین ہزار ہزار
 وصف تیرا کیا کر یک نشت خاف

جب کہ لا اُحصىٰ کبے بہن خانگان
 مین ہوں گرد اُس خانگان کی راہ کا
 عمر ساری معصیت مین لہو دیا
 گرچہ مین عاصی ہوں تیرا بیچ و سلام
 بہر نامِ مصطفیٰ و آلِ پاک
 پھر لے اُن خاص چار احباب لے

کتیا زبان پر لائین ہم مُشتِ سگان
 چور ہوں از بسکہ تجھ در گاہ کا
 اب لیا ہوں آسرا غنار کا
 عاصیان کو بخشنا تیرا ہی کام
 مستحان کو بخش دے مت کر ہلاک
 سب جہت اجا بلو بھی بخش دے

نعت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی

مصطفیٰ کو کیا سمجھتا ہی عزیز
 جسہ پتھرا پتھہ تھا قدم کا ایک نور
 نہ اسے کچھ نام تھا نہ کچھ نشان
 کر دکھانے جلوہ حسنِ ازل
 عشق کی بینے لگی اُس پہ نسیم
 پس محمدؐ اصل و باقی پھول و پھل
 آدم و عیسیٰ سے لے کل مرسلین
 آب و گل مین تھے ہنوز آدمِ عدم

چاہتے اُنکے سمجھنے مین تمیز
 ایک بھی کہنے سے تھی وہ بات دور
 لہجہ معنی مین سر اسر تھا نہان
 بحر وحدت ناگہان آیا ابل
 سوج اول ہی وہی دَرِ یتیم
 شاخ و برگ و تخم ہو آئے نکل
 بین اسی خرمن کے سار خوشہ چین
 تھا لو اُنکا بیدان قدم

تھا ابھی ستور میں طوفانِ نوح
 تھا ابھی گلزارِ ابراہیمِ نار
 تھا ابھی نورِ یدِ بیضا نہان
 ربِ ارنی نین کے موسیٰ بنور
 تھا ابھی عیسیٰ دمِ حوا کے ساتھ
 جملہ عالم تن محمد جان ہین
 جان عالمِ جملہ خاکِ پائے او
 عالمِ غیب و شہادت کے میان
 باطنِ انکا ہی سرِ نور ذات
 لر نہیں سایہ تو کچھ نا ہو عجب
 خوانِ یغان میں خدا کے انکی ذات
 مؤمنوں کو ہی شکرِ ایمان کا
 کافروں کو یہہ شکرِ گزہر ہی
 سب غلامان ہین اسی اوتار کے
 مت رکھ انکے ساتھ ہرگز ملین کین

پا چکے تھے وہ نبوت سے قوج
 کفر کے خرمن میں تھے انکے شرار
 وہ کئے روشن چراغِ قدسیان
 وہ لقاے حق سے تھے خاطرِ فروز
 وہ لکھے عالم کو ہستی کی برات
 اُس مبارک نام کے قربان ہین
 نیست در عالم کسے ہمتا او
 ہین مثالِ برزخ اندرِ جسم و جان
 ظاہر اتن کو نہیں سایہ سنگلات
 خلقتِ عالم کے جب ہین وہ سب
 ہی نمک کسکو تو ہی کسکو نبات
 کافروں کو زہرِ قابلِ جان کا
 یہہ بھی حق کا اقتضا ہے قہر ہی
 کفر و ایمان چا کر ان دربار کے
 ہین وہ بیشک رحمۃ اللعالمین

مالک ملک زمین و آسمان
 ایک پلین عرش پر نعلین چھوڑ
 کیا عجب اُنکو اگر معراج ہو
 نعت اُنکی بولنا کسکو مجال
 حشر تک بولین اگر جن و بشر
 ہی حقیقت اُنکی وحدت کا مقام
 احدیٰ کے راز کے مالک وہی
 مین بہت عاصی بہت خیران ہوں
 تم مقرر ہو شفیع دو جہان
 دو جہان میں کچھ نہیں ہی آسرا
 یا رسول اللہ تم اپنے لطف سے
 چار یار و پنجتن کے واسطے
 آل و اصحاب اجمعین کے واسطے
 دیکھنا یک چشم رحمت کی نظر
 حق سے ہو صلاۃ تم پر یا رسول

خسر و دین تاجدار الس و جان
 لامکان تک جا کے آئے باگ نور
 بی مع اللہ جنکے سر پر تاج ہو
 گرفتار شہ ہنوز بان گویا ہی لال
 تم یقین جانو کہ ہوگی مختصر
 واحدیت الہی پانی تنظیم
 سب مراتب سے ہی اُنکو الہی
 معیت میں بسکہ سرگردان ہوں
 تم مقرر خاتم پیغمبر ان
 تم سوایا خواجہ ہر دوسرا
 سب محبوب کی شفاعت کیجئے
 سب امانِ زمین کے واسطے
 اہبات المؤمنین کے واسطے
 مادد عالم میں نہ ہو ہم کو ضرر
 دم بدم اور یہہد عالمی قبول

مجموعہ بھائیوں کو مرے ماباب کو

سب مری اولاد اور اجاب کو

سب اس کتاب کی تالیف اور تصنیف کا

دوستو دھونڈو اگر علم تمام
 غفل کی مجھ میں نہیں بوباس ہی
 سو پریشانی سے کرتا تھا معاش
 پیر پایا پر نہ پایا مدعا
 بعد یک مدت بہ فضل کردگار
 ہی مرا مرشد امام العارفین
 عرف الکا نام حضرت پادشاہ
 خاندان الکا ہی روشن آفتاب
 ذات انکی معدن اسرار ہی
 ذرہ گریخو شید سے ہو کامیاب
 قطرہ گردریا سے پاؤ لگا کمال
 پر طفیل اس شاہ دین کے دل مرا
 ہر کہین پایا کتب اس راہ کی

آدمی مجھ سے نہیں پاؤ گے خام
 گر گمان ہو تو فقط و سوا اس ہی
 پر رہی مدت سے پیرو نیکی تلاش
 کیونکہ میں انکی حضوری میں کیا
 فیض سے مرشد کے دل پایا قرار
 شاہ اسمعیل بغدادی یقین
 پیر میں پیرو نیکی اور شاہوت کے شاہ
 میں مرے اجداد سے فیض یاب
 پر مجھے اس گنج میں کینا بار ہی
 بے گمان معلوم ہو قدر نصاب
 اسکا سرمایہ ہی اسکی قدر حال
 دین کے رستے طرف مائل ہوا
 عارفانِ کامل و آگاہ کی

دیکھنے میں اُنکے تھا مائل ضمیر
 مثنوی تفسیر ہی قرآن کی
 جو کہ حضرت جلال الدین روم
 اول اُسے کر کے تھوڑا انتخاب
 دلیں یوں آیا کہ گریہ پہلوی
 سہل تر مقصد کو پاویں دوستان
 حاصل اُسکا کر نصیحت اقباس
 ترجمہ ان کا مطلب ہوا بہم
 کچھ رعایت بھی رکھا افسام کی
 استغانت روح پاک اُنکی سے کر
 جب برسنے کو لگا خون سیاہ
 عذر خدمت میں اولو الالباب کے
 بھی ہی اس عاصی ناچیز کی
 گر خطا دیکھو تو ہونا عیب پوش
 در کہیں نادر صواب آوے نظر

سب میں پایا مثنوی کو بے نظیر
 مثنوی کُنھی ہی کُل عرفان کی
 ذات پاک اُنکی تھی یک بحر علوم
 روز و شب ہونے لگا میں بہر یاب
 ترجمہ ہو باز بان ہندوی
 پر دماغ اُسکے سمجھنے کا کہان
 ترجمے کا اُسکے میں والا اس
 گرچہ ہو الفاظ میں کچھ شش و کم
 مار ہے مرغوب خاص و عام کی
 خامہ نقاش کا چیرا جگر
 مار سائی ہی مری تھی عذر خواہ
 سب بزرگون اور سب اجاب کے
 جو نہیں رکھتا ہی بو تمیز کی
 نار ہوا اصلاح سے اسکے خموش
 یاد کرنا ہی دعا سے سب

چھوڑتے تھیں اس گمراہ کی
 گوہر ہے عیب و لعل ہے بہا
 مین کیا ہوں ماہ کو پہنان میخ
 لیجئے اس خار بن سے پھول چن
 ہی گل خورشید جس گل پر نثار
 خار و گل ہونا بہم ناچار ہی
 خار سے گل چاہئے کرنا طلب
 بلبل اس پر عاشق شیدا ہوا
 عشق میں بلبل سے ہرگز کم نہیں
 خار کی منت اٹھانا ہی ضرور
 اسکا دل ہو عشق حق سے باغ باغ
 اس لئے باغ ارم ہی اسکا نام ^{۱۲۳۴}
 رکھ دے ارم اسکو خدا یا محترم
 یک ہزار و دو صد و چہل چہار
 دشمنوں کو دیکھے سینے میں داغ

کام رکھنا پسند سے اس شاہ کی
 حرف عرف ہے اس کتاب پاک کا
 پوست مین در مین پرویا بیدریغ
 پھول کو گھینرا ہوں اندر خار بن
 سے لیجئے چن دو گل بلبل سکار
 مطلب اسکا گل عبارت خار ہی
 گل بغیر از خار ک ہوتا ہی کب
 خار سے پیدا اگل رعنا ہوا
 طالبان معنی اسرار دین
 واسطے اس گلکے ای صاحب شو
 نگت اس گل کی لیا بسکا داغ
 پس اسے فردوس عالی ہو مقام
 نام اسکا مین رکھا باغ ارم
 سال بھی اس نام سے ہی اسکار
 ہو مبارک دوستداروں پر یہ باغ

امی جناب پاک مولانا روم
کیونکہ درد آمیز ہوں با آب صاف
آب نین وہ بلکہ ہی آب حیات
ذالِقہ اُس آب کا جس نے چکھا
پس جو ہی آب بقا کا تشبہ لب

خونے گلنا ہوں میں مانند موم
لطف سے کر میری جرات کو عاف
نظم ہی ظلمت میرا فی حد ذات
اُس کو بے شبہ طے ملک بقا
نظم سے میرے کرے اُس کو طلب

آغاز اس کتاب مستطابکا برسیل ترجمہ انتخاب کے

واصلِ حق پیشواے عارفان
بُنی بکایت کیا کرے ہی گوش کر
نی وہی عارف جو کہتا دمدم
ذات سے اپنے ہوں میں فنا ہو
حق سے ہوں موجود اپنے سے عدم
تالِبِ نئی سے رہوں دساز میں
جو خدا نکلی ہی مجھ سے جاگداز
خواہ فرقان خواہ انجیل و زبور
ایکدم ہونانی گر مجھ سے جدا

ابتدا فرماے ہیں ایسا بیان
پھر جدائی کی شکایت سر بسر
میں بہنیں جز موج دریا نے قدم
جلوہ گزراتِ خدا مجھ میں طے
جو کہا حق سو کہوں میں دمدم
اُس کے دم سے ہوں بلند آوازیں
ہی حقیقت میں خدا نے فی نواز
ہی کلام حق کو میرے سے ظہور
ناسنوں کے پھر مرے سے یک نوا

جیون قلم ہونا تمہے کا تَب کے اسیر
 ذات سے اپنے نہیں جُبُنش مجھے
 ماتھہ سے کا تَب کے مین بے اشتباہ
 گرچہ ہر لحظہ برنگِ آبِ نوس
 سو عبا رت مائے رنگین بانمک
 یا نوید وصل یا درِ فِراق
 سرسبز سب فعل ہی نقاش کا
 گر مجھے چھوڑے زمین پر یک نفس
 جب سے کاتے ہیں نیستانے مجھے
 نیستان وحدت ہی جیہ میں ہر عدم
 جملہ اعیانِ جہان روزِ ازل
 نا تو وہ ہستی کی کچھہ بو پائے تھے
 متحد تھے ذات سے حق کے تمام
 نا خدا سے تھے جدا نا ہمِ دگر
 پائی جُنیش نا گہان دریا سے جود

اُسکے جُبُنش سے ہوں میں جُبُنش پزیر
 نا لکھوں یک حرف بے اُسکے کہے
 صفحہ کا فور کرتا ہوں سیاہ
 کھینچتا ہوں سو خطِ زلفِ عروس
 شکر حق یا خودِ شکایت بانگ
 یا بیانِ حُسن شرحِ اشتیاق
 نقش جو نقاش چاہا سو لکھا
 خشک یک فی ہوں پرانا چیزیں
 مردوزن روتے ہیں میرے ڈر سے
 ایک تھا نورِ قدم سے بل بہم
 تھے نہیں عمکین کسی خواہش بدل
 علم میں ناک کے اعیان آسے تھے
 تھا نہیں کچھ انہیں غیریت کا نام
 غرقہ دریا سے وحدت سرسبز
 خود میں خود سے سب کا خود دیکھا

بے نشان کے سب ہوئے ظاہر نشان
 رسم و آئینِ دوئی پایا بنا
 اگلی ساحل کو ارواحِ بسیط
 برزخِ جامعِ میانِ جسم و جان
 در میانِ جسم و جان اسکا مقام
 جسم اور جسمانیان ظاہر ہوئے
 طوڑا ہر آدمی میں خاک سار
 اصل سے اپنے ہو انسان دور
 کون ہی انسان سے مجھوتر
 عالمان اندر شیونات وجود
 جو قبولِ فعلِ اسما و صفات
 رتبہ انسان میں رکھتے ہیں ظہور
 اصل سے اپنے جدا ہم کیوں ہوئے
 دھونڈتا ہی وصل پھر کر اصل کا
 تاکہ ہوں احوال دردِ اشتیاق

امتیازِ علم آیا در میا ن
 واجب و ممکن ہوئے از ہم جدا
 بعد پھر خوشی کی بحرِ مُسیط
 پھر ہو ایک موجِ دُوم سے عیان
 ہی مثالِ مُطلق اس برزخ کا نام
 موجِ پھر یک اور اٹھی اُس بحر سے
 جسم کے اطوار بدلے چند بار
 سر بسر ہر ہر مراتب کر عبور
 گزرتے ہیں پھر وصل کا پاؤں سے ٹھہر
 مردہ ہیں اسما کے خالق کے و دود
 موجِ زنِ ایمان جملہ ملکات
 جب تمام اشیا و اسما بے قصور
 یکے سب روتے ہیں ساتھ انسان کے
 اصل سے اپنے جو کوئی ہوتا جدا
 چاک ہو سینہ بشمیرِ فراق

مُفت بد حالان و نوش حالان ہوا
 پر نہ مجھ سے واقفِ اسرار تھا
 لیک چشم و گوش پاتے ہین کہین
 دیکھنا جان کا ول امکان نہیں
 جسکو یہ آتش نہیں سو ہونا
 عشق کی جو شیش ہی جو می سے تھی
 فی عجب و مساز اور شتاق ہی
 بولتا ہی عشق مجنون کا نیاز
 کب خریدارِ زبانِ جگر گوش بنی
 بس سخن کو تاہ کرنا و اسلام
 کب تلک پابندِ قیدِ سیم و وز
 تا صدف قانع نہیں پر در نہیں
 حرص کے عیون سے یکسر پاک ہی
 ای طیب جملہ نلت ما یرے
 تو ہی افلاطون و جالیونوس ہی

مین بہرِ محفلِ پھر انا لان ہوا
 ہر کوئی خود گرچہ میرا یار تھا
 بھید میرا دور نا سے نہیں
 جانے تن تن سے جان نہان نہیں
 بانگِ نی کا جہ آتش مین ہوا
 عشق کی آتش جو ہی فی مین پری
 فی عجب کچھ زہر ہی تریاق ہی
 فی عجب پر خون سخن کرتا ہی ساز
 محرم اس اسرار کا بے ہوش ہی
 کا ملون کا حال کب پاتے ہین خام
 قید ہستی چھوڑ دے امی پنجبر
 کوزہ چشمِ حر لیمان پر نہیں
 عاشقی مین جو گر تپان چاک ہی
 شاد ہوا می عشق خوش سودا یرے
 تو وہا بے نخت و ناموس ہی

عشق سے خاکی فلک پر ہی سوار
جنت ہوتا گلابِ دمساز ہو
ہم زبانوں سے ہوا جو کوی جدا
جب گیا گل آئی گلشن میں خزان
سب وہی معشوق عاشق ہی حجاب
عشق کو عاشق کی پروا اگر نہ ہو
کس طرح مجھ کو رہے ہوش و قرار

کوہ آیا رقص میں دیوانہ وار
بولتا تین بولنے کی راز کو
بے نوا ہی گرچہ ہو وے بانوا
راز پھر بولین کہان پس بلبلان
مردہ عاشق زندہ معشوقِ خوشاب
مُرخ ہی بے بال و پرافسوس و
جب نہو ہمراہ میرے نور یار

حکایت بادشاہ کی جو باندی پر عاشق ہوا

دو ہستو تیزی سنو پہرہ داستان
بادشاہ پہلے زمانے میں کہیں
از قضا بکدن وہ شاہ نام وار
راستے میں یک کینزک دیکھ کر
ہو گیا زلف اُس بتِ سیمین کے دم
مُرخ جان اُسکا ترسپنے کو لگا
جب فرید اُسکو کپ پایا مراد

خود حقیقت ہی ہمارا ہی بیان
تھا اُسے سب حشمتِ دنیا و دین
لے خواص اپنے گیا کرنے شکار
دل ہوا اُس شاہ کا زیر و زبر
شاہ تھا سو ہو گیا اُسکا غلام
مال وے اُس آفتِ جان کو لیا
ناگہان بیسار ہوئی موخر زاد

دیکھ دکھلا آدمی ہوتا زبوں
 پائے پالان خر کو لینگے بھرتیے
 جب ملا پانی تو کوزہ پھت گیا
 درد سے ہریک کو بولا زار زار
 درد میں اسکے کرو فکر و تیز
 جمع کر خاطر کو انبازی کرین
 ہی دوا ہر مرض کی در اختیار
 پس دکھایا حق انہیں عبرت
 جو نہو فضل خدا پر اعتماد
 جان کو رکھتے ہیں استباہ کسات
 خود نمائی بے نصی کا نشان
 بے اثر تھی مرض اقرون تر ہوا
 روغن بادام سے خشکی دکھائے
 آب سے پُنچا تھا آتش کا حذر
 پابرہنہ دور مسجد میں گیا

ہی عجب نیرنگی دُنیا سے دُون
 تھا کوئی خر پر نہ تھی پالان اُسے
 تھا کوئی کوزہ ولے پانی نہ تھا
 کر طیبان جمع کیسے شہریار
 جان میرا سہل ہی جانا عزیز
 سب کہے ہم اس میں جان باز مکرین
 ہم ہریک سے ہی مسیح روزگار
 پر نہیں بولے خدا چاہے اگر
 ترک استساوت ہی مراد
 بہن بہت ایسے کہ ناگرنہ سے بات
 بندگی سرمایہ دولت ہی جان
 جو کئے تدبیر اور ان کی دوا
 از قضا سر کنگبین صفر ارجاے
 تھا ہیلدہ قابض اُس کو بیشتر
 شاہ جب دیکھا طیبونکی خطا

اگنی دریا کے نیشاپشن بخوش
 خواب میں یک پیر کو دیکھا شتاب
 کل غریب یک ہم سے تجھ پاس ایگا
 قدرتِ حق ہی اُسے اندر فرج
 جل گئے سورج سے تارونکے شرار
 رُخ منور اُسکا جیون شمس الضحیٰ
 نیت تھا پرہت بر شکلِ خیال
 ہی وہ مہ رویان و بُستانِ خدا
 غیب کے مہمان کو اپنے لیا
 پر زمانے میں سب ہی پر دوا
 واسطے خدمت کے باندھا ہوں کہ
 لطف سے محروم ہو گا بے ادب
 مارتا ہی بلکہ عالم میں شرار
 ہی زنا تخم و باچاروں جہات
 رہن مردان ہی وہ مردیے دو

جان سے اپنے کیا بدم فروش
 سو گیا روٹا ہوا پانچ و تاب
 اُسکو کہتا ہی کہ حاجت ہی روا
 سحرِ مطلق دیکھ اُسکا اور علاج
 رات گزری جب ہوا روز آشکار
 دیکھتا کیا ہی کہ یک فاضلِ برا
 دُور سے آتا ہی مانندِ ہلال
 جو خیالاتین بہنِ دامِ اونیا
 شہِ بجانے حاجیان گگے گیا
 تو کہا معشوق تھانہ وہ بگار
 تو بجانے مصطفیٰ میں جیون عمر
 مانگتا ہوں حق سے توفیقِ ادب
 بے ادب تہانہ خود ہی خوارزار
 ابرنابر سے ندینے سے زکوات
 جو کہ نامردی کرے حق کے حضور

صبر سے مین گنج پایا ہوں کہا
 تجھ سے حل مشکل میری بے قیل و قال
 رو برو بیمار کے بھلا دیا
 کر لیا حالت کو اُسکے امتحان
 تن ہی خوش لیکن دل سکا پابند
 دلکی بیماری ہی بیماری بری
 سیرتق کا عشق آسٹراب ہی
 جسکو ناکوئی یا رہی ناکوئی دیار
 دوسروں کے ذکر میں کرنا بیان
 سوئین کیون دلبر سے بن پائیزین
 کیون اٹھاوے ایک تنکا کوہ طور
 نار ہے تو اور بیگانہ یہاں
 رہگئی بیمار تنہا باطیب
 کونسا ہی شہر وہ تیرا وطن
 پوچھتا تھا قبضہ خور فلک

پوچھتا احوال اُسے مسند پہ لا
 ای لقا تیرا جواب ہر سوال
 حال بیماریکا اُسکو بولتا
 رنگ رو قارورہ اوڑھی پھان
 عشق کا پایا اُسے دل پر گزند
 دلکی زاری سے ہی ظاہر عاشقی
 عشق کی علت عجب پر تاب ہی
 کیا کہوں مین مست شرح رویار
 ہی وہی خوشتر کہ راز دلبران
 ہو پرہنہ بول مت ایسا سخن
 آرزو کر پر نہ اندازے سے دور
 شاہ سے بولا طبیب کاردان
 گھر ہوا خالی گئے خویش و قریب
 اُسکو آہستہ کہا ای سیم تن
 ماتھ رکھ بنضون پہ اُسکے کیسک

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کر
 یا د آیا جب سمرقندی سہنار
 پس کہا جانا تیرے آزار کو
 فارغ و ایمن ہو ای رشک چمن
 غم تیرا لکھاتا ہوں میں تو غم نکھا
 پر کہیں یہہ رازشہ سے بول مت
 مصطفیٰ بولے جو راز اپنا چھپائے
 وعدہ و لطف حکیم مہربان
 بعد ازان آشاہ سے کچھ کہے بات
 مرد مال و خلعت و زرد دیکھ کر
 بیٹھ تازی پر روانہ ہو گیا
 شاہ دیکھ اُسکو بہت تعظیم کر
 پھر دیا اُس ماہ رو کو اُسکے سنگ
 چھ مہینے تک رہے مل شاہ کام
 بعد ازان اُسکو دینے شربت نیا

مرض کی اُسکے نہیں پایا اثر
 زرد ہو مٹہہ بنص اچھلی ہرقار
 لا ملاتا ہوں وہ زیبا یار کو
 وہ کروں تجھ سے کہ نسیان چمن
 رحم تجھ پر میں کروں ما باپ سا
 مٹہہ کو اپنے شہ سے ہرگز کھول مت
 بیگانا مطلب کو اپنے جلد پائے
 کر دیا بس بیمار کو آسودہ جان
 قاصداک بھیجا اُدھر زردی کے سا
 چھوڑ فرزند ان کیا عزم سفر
 خون بہا اپنا وہی خلعت لیا
 گنج و مال اپنا اُسے تسلیم کر
 ہو گئی ایک شمع وہ دوسرا تینگ
 تندرستی پانی وہ دختر تمام
 دپدم وہ مرد تھا گلہ چلا

از کیا اسکا جمال دل نواز
 عشق وہ جو ہوا سیر رنگ و بو
 پس کہا اُس نے کہ ای زیبا نگار
 مین مگر آہو ہوں میرے ناف سو
 ہوں وہی رو باہ رنگین دشت کا
 کوہ دُنیا ہی محل انتقام
 یہ گیا گدرا ہوا پیوند خاک
 عشق مردیکا یقین بے سود ہی
 عشق اُس زندیکا کیجو اختیار
 عشق اسکا لے کہ جس سے انبیا
 مت کہو اُس شاہ سے ہم دور ہیں
 قتل زرگر کو کیا گرچہ حکیم
 شاہ شہوت کے لینے خون نین کیا
 کام اسکا گر تھا حکیم اللہ
 شہوت و حرص وہو پاک تھا

جان دختر کا بھی وہ سوز و گداز
 عاقبت اُسکی سر اسرتگ ہو
 عشق کا دیکھا عجب ہی کار و بار
 کھینچ ہی دالے ہی خونِ صاف کو
 پوست کے خاطر ہی جکا سر کتا
 جو صد ادیوے وہی پاوے پیام
 وہ صنم ہونی عشق کی علت سے پاک
 کیونکہ اُسکو پھر نہیں بہو دہی
 جو شراب جان کرے تم پر نثار
 مرتبہ پائے ہیں دُنیا دین کا
 سچھ کریمان صاحبِ مقدورین
 پر نہیں کچھ اُسکو تھی امید و بیم
 بدگمانی چھوڑ دے ای بے ریا
 وہ سگِ درندہ تھا نین بادشاہ
 نیک کام اُس نے کیا پر بد نما

پھوڑنے میں تھا اسیکے برگ و ساز
 نام لینا اسکا ہی کفر و حرام
 وہم میں تیرے نہ آوے وہ فتوح
 متقی نیز اسی سے مرج کا
 قہر بکرتا اسی سے وہ مہربان
 گرچہ شیر و شیر کا ہی یک لباس
 پاؤ کیوں کر مطلب ابدال تم
 فرق انکا ہی ہزاروں سالہ راہ
 جنگ ہی مقصود اسکا نین نیاز
 امتیاز اسکا تجھے ہوتا ہی کم
 اسقدر کہنا ضرورت نہی مجھے
 کام دین کے بہین نہ خیرانی سے دو
 تا تو ہو خدمت سے خچر و شناس
 ماتھے سے ایسوںکے اپنے کو سنبھال
 ماتھے اپنا تو نہ دے ہر کسکے ماتھے

بخر کر دریا میں پھوڑے تھے جہاز
 قتل مسلم گرتے ناحق ہو کام
 نیم جان لیتا ہی سو دیتا ہی روح
 عرش مرج اشقیاء سے کانپتا
 گر نہ ہوتا اسکو سو و اندر زبان
 شانِ پاکان مت کر اپنے پر قیاس
 ہی تمام عالم اسی میں راہ گم
 سو ہزار اسی سے بہین دیکھو اشتباہ
 ساتھ نموس کے منافق ہم نماز
 آب شوز و آب شیرین ہی ہم
 فعل حق کو کون کیفیت رکھے
 ہی کبھی ایسا کبھی و نسا ظہور
 رنگ ہریک کا نظر کر رکھ ہر اس
 بہین بسا ایلیس آدم کے مثال
 بہین بہت شیطان بے انسانکے ساتھ

بچیا ہو وین دغا بازو دینی

کام مردون کا ہی گرمی روشنی

(حکایت یہودی بادشاہ ظالم کی جو نصار کو مارا)

کردیا نصرائیون کو بس تباہ
جان تھے عیسیٰ کے عیسیٰ انکی جان
عقد سے انکو کیا ازہم جُدا
ایک کو پھوڑا نہ تھا دوسرا اگر
لاکھ ہا مومن کو مارا بے گناہ
عقل کو طاقت سے مُتاصِل کرے
سو حجاب آتے ہیں دل سے آنکھ
پھر کہاں منظر لوم کا ہو دادگر

ایک ظالم تھا یہودی بادشاہ
وقت عیسیٰ تھا اولے موسیٰ ایہان
شاہ احوال رہن راہِ خدا
شیشہ یک تھا پر اسے دو دیکھ کر
دین موسیٰ کا ہو کہہ کر مین پناہ
جب حسد شہوت غضب احوال
جب غرض آئی ہنر ناوے نظر
جب لیا رشتہ مین قاضی مال و زر

سوال خلیفہ کا یسلی سے اور جواب اسکا

اسکو پوچھا ای بُت فرخندہ فال
کیا سبب مجنون کو تیرا اتحاد
کیا سبب مجنون پریشان حال ہے
عشق مین تو خود ہین ہی پاگل

یک خلیفہ دیکھ لیسلی کا جمال
اور خوبوں سے ہین تو کچھ زیاد
مجھ مین کچھ ایسا نہ قد و خال ہی
وہ کبی ای سادہ آسودہ دل

تو نہیں ہرنگِ مجنون کا اگر
 جو کہ ہی بیدار ہی وہ خواب میں
 ساتھ حق کے گرنہیں ہشیار ہم
 ہی وہی سویا جو وہ باہر خیال
 دیو کو جیون حور دیکھے خواب میں
 بچ اپنی نسل کا کھارے میں دال
 ضعف سر دیکھا سراپا تن پلید
 مرغ اُرتا برہوا امی ہوشیا
 اجمعی جو اسکی صیادی کرو
 سایہ حق جب تیرا ہو پاسبان
 سایہ حق ہی وہی مرد خدا
 دامن اسکا لے پکر جلد ایفلاں
 پاؤ اس صحرائین رکھ مت بے دلیل
 گر حسد ہو سے تجھے طوق گلو
 راہ میں کوئی اے عجب سخت نین

کیا تجھے معنی سے حاصل ہو خیر
 ہی سراسر خواب یکے گرداب میں
 خواب میں بین پر نہیں بیدار ہم
 آرزو چاہے کرے اسے سوال
 پھس رہے شہوت کے بیج و تاب میں
 وہ بخود آیا گیا بھاگا خناس
 وہ خیال و نقش ہر دو ناپید
 اسکا سایہ ہی زمین پر مرغ وار
 اسکے پیچھے دور تے شادی کرو
 اس خیال چھانوں سے چھوٹیکان
 زندہ حق کے پاس ایدھر سے موا
 تانہو آوارہ آخر زمان
 غیر حق کو چھوڑا تہ خلیس
 ہی حسد میں سخت شیطان کو غلو
 نین حد جب کو سو وہ بخت نین

خاک ہو مردان حق کے پانون کا

جیون کہ ہم سرحد کے خاک سا

(حکایت یہودی وزیر کی جو حد سے اپنی ناک کٹوایا)

اور کوئی تھا ایک وزیر اس شاہ کا
 نعمت اس کو حق دیا تھا بیشتر
 کفر نعت کا جب آیا امتحان
 ناصح دین مکر سے ہو کر وزیر
 شکر کر پھر شاہ کرون کا ہو غلام
 وہ بھی تھا نادان مثل بادشاہ
 ساتھ ایسے قادر قیوم کے
 یہ جہان محدود و بید ہی خدا
 سونہرا ان نیزہ اس فرعون کے
 سونہرا ان طب جالینوس تھے
 سونہرا ان دفتر اشعار تھے
 ساتھ ایسے حاکم قہار کے
 فہم و خاطر تیز کرنا ہی خطا

دشمنی جسے مسیحا سے کیا
 شکر اسکا نین کیا وہ بخبر
 اُسے کھویا مفت اپنے ناک کان
 کر دیا بادام کے حلویے مین سیر
 ہو فنا ان پاس باقی رہد ام
 سرکشی کرتا تھا با حکم اللہ
 ہمسری دعویٰ عدم کیونکر ہے
 نقش و صورت اسکے آگے سد ہوا
 روکے موسیٰ نے ادنیٰ چوب سے
 لکھم عسی سے کل باطل ہوئے
 اسکے انی کے مقابل خوار تھے
 ایک تنکا نامے تو کیا کرے
 ہو شکستہ تا تجھے پہنچے عطا

ایک زن جب تھی گندے شہساز
 زن کو زہرہ کرتا نامسوخ تھا
 کر دیا ناحق زمین میں خاک و حول
 آدمی آخر تو ہی اسی ناخلف
 جب ملک اس می سے تو مجھو ہی

اسکو زہرہ کر دیا پروردگار
 رایگان تو مسخ مٹی سے ہوا
 ذاتے اپنے جو تھی رشکِ عقول
 اب ملک پستی کو سمجھ گیا شرف
 ذوق سے جام بقا کے دور ہی

بیان یہ کہ موجود حق اور عالم بالذات نابود ہی

ای خداوندِ قدیم ذوالجلال
 مہرہ شطرنج سے ہم تیرے مات
 کون بہن ایسے ہم ای جانِ جان
 ہم عدم ہستی ہماری ہی فنا
 ذات سے اپنے بہن خود نابود ہم
 لذتِ ہستی دکھایا نیست کو
 ہم نہیں تھے اور تقاضا موبو
 روبرو تیرے قدر کے کائنات
 گاہ صرف شادی و گہہ غم لکھے

ہی تو فی موجود مطلق ہے زوال
 ماتھے میں تیرے ہمارا برد مات
 تار بہن تجھ ساتھ ہم بھی درمیان
 ہست مطلق ہی تو فی فانی نما
 بہن ترے ہی ذات سے موجود ہم
 عاشق اپنا تو بنایا نیست کو
 لطف سے نجسا ہماری آرزو
 جیسے ہی عاجز قلم سے کاغذات
 گاہ نقشِ دیو گہہ آدم لکھے

نفع یا نقصان سے مارین ایکدم

کیا سکتا ہی جو ہلاوین ماتھ ہم

توحید حق تعالیٰ کی اور تئیں قدریان و جبران کی

اختیار اپنے کا کیا ہووے بصیر
 حق کہا ہی ماریت اذ میت
 تیر پھینکے ہی خدا ہم مین کمان
 عجز مایہ بدہ لاچار کا
 شرم ساری ہی گواہ اختیار
 کیوں تو ہی شرمندہ و آزرده دل
 کیا سبب تدبیر مین خاطر ترا
 نور حق پہنان ہی پیچھے ابر کے
 سیکھ لے دین کفر سے پرہیز کر
 وقت بیمار کیے ہی تو ہوشیار
 عجز م کرتا ہی کہ آؤن راہ پہ
 بخشش ہی ہوش بیداری تجھے
 جو کہ ہی آگاہ تر رخ زرد تر

ہی فلان تو جبر مین گر ہی اسیر
 دیکھ لے قرآن مین تفسیر بیت
 گر چلاوین تیر ہم ہم سے نہ جان
 یہ نہ جبری راز ہی جبار کا
 ہی تری زاری دلیل اضطراب
 اختیار کی گریہ مین تو کیوں جمل
 کیوں ہی شاگردوں پر جہاں استاد کا
 ور کے تو بے خبر ہوں جبر سے
 ہی جواب اسکائن اسکوکان ہر
 جب تو ہی بیمار ہی زار و نزار
 دیکھتا ہی تو گناہ کا شور و شر
 پس ہوا معلوم بیماری تجھے
 جو کہ ہی بیستار تر پرورد تر

خوش وہی بندہ جو ہو انجامِ مین
اشک جب جاری ہو رحمتِ ہوا
رحم چاہے ہو ضعیفون پر رحیم
غم خدکے حکم سے ہی کارگر
قتلِ آزادی ہو گر چاہے خدا

سیان یہہ کہ جہدِ مقدم اور لوکل کے اور لکار جبر کا

بعد ہر رونے کے خندہ ہی یقین
آب جاری ہی چہاں سبزہ آگا
اشک چہا ہی تو کھا دردِ یتیم
غم اگر دیکھے تو استغفار کر
عینِ غم شادی ہو گر چاہے خدا

بر تو کل زانویٰ اشتر بہ بند
تا تر امتصد تجھے ہو جاے صید
خلق عیال اللہ کہا پروردگار
کیون نہ دیگا رزقِ رحمت سے خدا
اجتی ہو وے جو ہم جبری کہا مین
ماتھ رکھ لولا نہو بے نام و تنگ
بے کہ معلوم ہی اُسکی مراد
بیگمان گو یا کہ وہ نعمت دیا
جبر ہی انکارِ نعمت کا پچھان

مصطفیٰ فرمے مین ای ہوسند
یعنی اول سعی کر بعد از امید
ہم عیالِ حق مین حق کے رزقِ خوار
جو کہ پانی ابر سے برسا دیا
سیرھی سیرھی چاہے کو تھے پہ چاں
پانوں ہوتے پر نگر اپنے کو لنگ
جب دیا تجکو کھاری اوستاد
کبکی جب تجکو حقِ طاقت دیا
سعی شکرِ نعمتِ طاقت ہی جان

کسب کر تکیہ بفضلِ عام کر
نازن و فرزند و مال و جد و کد
وہ نبی فرمائی خوش مالِ حلال
سُنکر اُسکا مانع کو ششس ہوا

کر تو کُل حق پہ لیکن کام کر
غافلِ حق سے سمجھ دُنیا ہی بد
دین کی خاطر جو تو رکھتا ہی مال
جدِ حق ہی مرضِ حق ہی ہوا

قصہ شیر کا جو خرگوش سے تھکا اور کوئے میں گرا

بِعجز سے ایسا دے باہم قرار
شیر کو ہنسیاٹن ہم وعدہ کئے
بول اتھا خرگوش کب تک ظلم جو
عقل سے بہتر نہیں کوئی زاہر
علم سے افلاک پر مارے علم
پس ابو جہل و محمد یک نہاد
کچھ بھی صورت میں کمی ہی کر تو غور
دھونڈھ جا وہ گوہر پاکیزہ نور
جملہ عالم صورت و جانِ علم ہی
ہی اگر عاقل تو کر پر بہتر تو

شیر سے سب جانور مل ایلیار
بہر فریک صد جاری کے لئے
آئی جب خرگوش کی توبت بدو
عقل ہی سرمایہ فضل بہتر
حق و یا آدم کو علم اولِ قلم
گر یہی صورت سے آدم ہی مراد
نقش ہی دیوار پر آدم کے طور
جان گم ہی اُسکو ایصاحبِ شعور
خاتمِ ملک سلیمانِ علم ہی
آدمی کوین بہت خصم و عدو

باہر آنے سے جلا دینے کی چوب
 تا سادا قافیہ ہو جائی تنگ
 گرچہ ہی الماس تو کر سوری
 صحبت انکی کیا ہی بند ریخ
 رحمت عالم ہی دانا کا وجود
 ملک و مکت ہی بلائے جان برا
 نیک تجھ کو صحبت نیکان کرے
 دل نہ دے کسکو بجز روشن دلان
 صاحبِ دل کو پکڑے ہو جا گہر
 پرورش کرتی آب و گل سے بل
 مانگ لے دولت کو دو لہند سے

وہ غلاف اندر نظر آتی ہی خوب
 تیغ چوبین لے نکر دشمن سے جنگ
 تیغ ہی چوبین تو جالے دوسری
 اولیاء کے ہی سلخ خانے میں تیغ
 راستگو شب کہہ گئے ہیں ای و دو
 اسی پسر یہ باغ ہی زندان برا
 نارغندان باغ کو خندان کرے
 دوستی پا کو نکی حاصل کربجان
 تو اگرچہ بیگاپتھر سے بتر
 دیکو روشن کر تو اہل دل سے بل
 دل کا چارہ لے دل خور سند سے

نعت سرورِ عالم صلعم کی جو بیچ انجیل کے تھی

انبیاء جس نام کی حرمت کرین
 اور ذکرِ غزالت و صوم و نماز
 دیکھے جس وقت پر وہ نیک نام

مصطفیٰ کا نام تھا انجیل میں
 تھا بیان انکی شامل کا دراز
 بیشتر نرانیانِ خاص و عام

سر جھکاتے تھے وہ ان تسلیم سے
 جس سے مارے گئے بہت برناؤ پیر
 انکی آفت اور بلا سے بچ رہے
 ذات انکی کیون نہوگی آسرا
 نور انکا کیون نہوشمع طریق
 ظالمان لعنت میں ہو گئے سب تھلاک
 اُسکو ہر ساعت ہی نفیرن اور عذاب
 بیلو نکو عشق ہو گا گل طرف
 نفس کو ادنیٰ سمجھنا جہن ہی
 دُوب گئے سو قافلے فرعون کے
 دیکھو کس طرح دالی ہی دبو
 ای پسو جہل تن سے منہ کو مور
 عیب کے پاکونکی ہی اُسکو ماش
 باندھتا وہ عیب معیو بونے لب
 ہی مبارک دل جو ہو حق کا شکار

بوسہ دیتے تھے بہت تعظیم سے
 اُس بلا میں جو گیا تھا وہ وزیر
 وہ جماعت سب طفیل اُس نام کے
 جب ہوا ایسا کرم اُس نام کا
 نام احمد کا جب ایسا ہوشیق
 نیک وان گذرے راد ستوپاک
 جو رکھے دنیا میں دستور خراب
 جزو ہر یک جائے اپنے کل طرف
 تو رہا نابت کا نہایت سہل ہی
 ہر نفس یک مکر ہر مکر سے
 نفس کی فرمانبری فرعون کو
 حق کو اور دامن کو احمد کے نہ چھوڑ
 جسکو چاہے حق کرے رسوا و فاش
 عیب جھکا دھا پنے چتا ہی رب
 نیک وہ انکین جو بین گریان یار

جو کہ ہے زنجیر میں ناشاد ہی
 دیکھتا ہے جب تو اپنے پانوں بند
 عاجزون کے ساتھ مت کر کشتی
 الغرض جس کام میں ہی تجھ کو میل
 جس جگہ پایا نہیں میل آپ کا
 اپنی جبری ہین دنیا میں یقین
 کافر ان جب جس تھے سچیں کے
 انیاب جس تھے جنات کے

قتد کا قیدی کہان آزاد ہی
 شاہ کی چوکی میں ہی تو مستند
 ہی طبیعت عاجز و نکی عاجزی
 وہاں سمجھتا اپنی قدر تکا ہی کھیل
 وہاں ہو اجسری کہ ہی حکم خدا
 کافر ان جبری ہین اندر کار دین
 سخن دنیا میں خوش آئین ہو رہے
 جان و دل سے گئے طرف جنات کے

﴿ہمان وحدت کا کہ عالم بالذات خود بنا بود و تو ہی اسکے وجود﴾

جب خدا عالم ارض پر نہیں
 پہہ غلط بولا کہ نایب اور نایب
 دو نہیں لیکن تو صد رت بین ہوا
 ہین دو دیدے ایک دوسرے سے جدا
 دس چراغ آوین اگر ایک جائے پر
 پھر نہیں ہرگز خد از روئے نو

انیا نایب خدا کے ہین تعین
 گردو بو جھیکا تو بد ہی ای لیب
 ایک ہی دیکھا جو صورت سے چھٹا
 دیکھیو پھر نور میں ہی فرق کیا
 ظاہر ہی ایک دوسرا وہ دگر
 اس قدر بس شاہدی گر ہی شور

ایک ہی ہو دے پختہ پن گزشتہ
 تجزیہ و افراد باطن میں نہیں
 کام رکھ باطن سے صورت کو جلا
 گنج وحدت ہی اسی صورت کے زیر
 جو ہر بے قید تھے بے پاؤں
 بے گرد بے میل تھے مانند آب
 ہر کنگورے سے ہو اسایہ ظہور
 پھر کہان باقی جدائی کا نشان
 پر سخن باریک ہی چون تیر تیغ
 مت قدم رکھ آگے اس الماس کے
 کاتے سے تیغ کو کچھ میں حیا
 تا تیری خاطر یہ ناگزرے خلاف
 ہی تن صورت میں معنی کا اثر
 تا تجھے معنی سے ہو دے فتح باب
 ہی مثال تیغ جو میں باغلاف

سواگر سنب وہی ہو در حساب
 قسمت و اعداد باطن میں نہیں
 اتحاد یار یاروں سے بھلا
 صورت سرکش گلا دے اسی لہر
 ایک ہی جو ہر تھے ہم سارے اہم
 ایک گوہر تھے مثال آفتاب
 جب تجلی کر دیا وہ پاک نور
 جب کنگورونکو اتحاد و از میان
 شرح اسکا بولتا میں بیت دریغ
 گرتھے ہی علتیں و سوا اس کے
 تو سپر رکھتا نہیں تو بھاگ جا
 اس لئے میں تیغ کو دالاعلاف
 باحرف معنی کے صورت سے گز
 ہم نشین ہو اہل معنی کا شتاب
 جان بے معنی بدن میں باخلاف

عقل کو ہی عقل سے یاری تیری
 مال و مذہب مقصد اپنے جان کا
 جب سمجھ پاوین کرین تجھ کو خراب
 جب سُنا دو سر تو ظاہر ہو گیا
 چاہئے یعنی کہ لب پر نادھرے
 نور دل سے نور دیدہ مشعل
 ہی وہ نور عقل اور جس سے جدا
 ضدیت سے ذوق شادی پاہر
 جب خد کو ضد نہیں ہی وہ نہان
 حق ہی مُدرک موسیٰ و کہہ طور سے
 باز ہی راجع ادھر ای باشعور
 ایک دم دُنیا کے صاحبِ خیر
 بے خبر اسکے بقا پانے سے ہم
 مُستمری سے نہیں آتی نظر
 جیسے کوی مشعل پھراوے تیر گام

مشورت دیتی ہی ہُشیاری تیری
 تین چیزیں ہیں کہ کہنا نین روا
 بین یہ ان تینوں کے دشمن ہے حساب
 ہی تیری قابو تین جب تک نین کیا
 مطلب اس دوسرے دولب بین تیر
 نور نور چشم کا ہی نور دل
 یا ز نور نور دل نور خدا
 ضد خوشی کا ہی غم درنج و الم
 ضد ظاہر سے ہو اباطن عیان
 اس لئے دیدہ نہیں پاتے اسے
 رنگ بے رنگی سے پایا ہی ظہور
 مرگ رجعت ہی تجھے ہر دم اہر
 نوبت ہوئی ہی دُنیا دم دم
 عمر مثالِ آب جو ہر دم دگر
 مُستمری اپنی تیری سے مُدام

چل دیا غصے سے آگ شیر کے
 کھو دیا تھا عقل و طاقت موبہ
 عقل سے محروم ہی وہ خود پرت
 دیکھتا کیا ہی کہ آتا ہی شیر
 خشکی و تند و تیز و ترش رو
 ہی دلیری دافع ریب و گمان
 مانک مارا شیر مان ای ناخلف
 نعرہ شیر امی گدھے در گوش کر
 عفو شاہنشاہ گر ہو بھکویا
 بادشاہوں کے مقابل آئے بر
 عذر کیا ہی احمق ناکام کا
 زہر ہی دانش کا عذر بے ثمر
 عذر مظلوموں کا سننے ایک بار
 واسطے صدقہ درو در گاہ کے
 ایک تنکے کو رکھے ہی سر پر

الغرض خرگوش بعد از دیر کے
 شیر مارے بھوکھ کے بے تاب ہو
 نفس کا جو ہو اسیر و زبردست
 قہر کی آتش میں ہو کر گرم شیر
 دوڑتا ہی بے ادب بے خوف دو
 کیونکہ غمگینی میں ہی ہمت نہان
 جو نہیں پہنچا آکے وہ تریک صف
 ترک خوابِ عفت ای خرگوش کر
 پس کہا خرگوش ہی عذر آشکار
 وہ کہا کیا عذرای خرگوش خر
 کا تاسر مرغ بے ہنگام کا
 عذر احمق کا گنہ سے ہی بتر
 پھر کہا ای بادشاہ نامدار
 واسطے صدقہ تمھارے جاہ کے
 دیکھو دریا سے اعظم سر بسر

ہی سراسر اسکا یہ فیض و کرم
 میں بھی یک خرگوش دوسرا بن ہم
 راہ میں یک شیر دوسرا آ ملا
 گرچہ ہم سمجھا سب کچھ طور سے
 اسکو پڑا میں ادھر بھاگا شتاب
 غور کیجے حضرت اب اسبات پر
 اگر وظیفہ چاہئے اس راہ سے
 وہ کہا بس اللہ چل آگے بنا
 چل دے دو نون ہم تر دیک چاہ
 مگر اسکا دام تھا اس شیر کا
 لے گئے موسیٰ اب دریا نیل
 دیکھو غرود کو یک پشہ لنگ
 کھو دیا وہ جو سنا دشمن کی بات
 اقول دشمن گرچہ بولے دوست وار
 اگر تجھے دیوے شکر تو زہر جان

اس کرم سے کم نہو وہ ایک نم
 واسطے خاصے کے تھے چاک تم
 قصہ ہم دو نون غریبون کا کیا
 پر نہ مانا اُس نے ہر گز بے لے
 حال یہ تھا جو کیا عرض جناب
 حق کہا پر حق ہی کرو اسنت تر
 خواہ خواہ اسکو نکالا چاہے
 گر نہیں سح ہی تو پاؤ لگا سزا
 تھا عجب خرگوش آب زیر گاہ
 تھا عجب کچھ وہ جو شیر و نگو تھکا
 شکر فرعون با جمع لقیل
 چیر دالامغر سر کو بند رنگ
 حاسد و نسنے جان پر ہوتی ہی گھات
 دام ہی دانہ نہیں وہ زینہار
 لطف کرتا ہو تو اسکو قہر جان

جب تیرے پر آن گھیرے ہی قضا
 جب ہو ایسا تو کر زاری شروع
 عرض کرای کر دکا رعب دان
 ہم اگرچہ خود مین کتے سے تیر
 پس وہاں خرگوش بولاشیر سے
 ہی اسی کوئے مین وہ شیر صیب
 شیر نے خرگوش کو لے اپنے پر
 عکس اپنا اور اس خرگوش کا
 چھوڑ کر خرگوش کو کو دھی پرا
 گر پر اکوئے مین وہ یکبارگی
 ای فلانے تجھ کو شیر اظلم و شر
 ان مین آتی ہی نظر ہستی تیری
 حملہ تیرا ہی سمجھ تیرے ہی پر
 جب تجھے قعر زمین مین ہو قرا
 تو مثال شیر قعر گور مین

دشمنوں کو دوست سے کم جانتا
 سجدہ و تسبیح و روزہ اور رکوع
 مکر کے پتھر سے دس ہلو امان
 شیر کو غالب ہمارے پر نکر
 خوف ہی مجھ کو مجھے پہلو مین لے
 دیکھ کنسی کار کر تیتھا ہی جب
 چشم ہنیت سے کیا اس مین نظر
 دیکھ کر بولا کہ دشمن ہی بجا
 جیسے چلی ابر سے تو تھی چرا
 ظلم کی آپ اپنے دیکھا وہ بدی
 عمر و بکر و زید مین اما نظر
 وہ نفاق و ظلم و بدستی تیری
 جینا اپنے پر کیا وہ شیر نر
 خوب سمجھ گارتا تو کار و بار
 نفس کا خرگوش زور و شور مین

نفس کم مرتاہی عقل ہوش سے
 نفس ہی دوزخ ہی دوزخ ارڈنا
 یک جہان لقمہ کیا پھر وہ پلپ
 حق اسے مارے تو مارے بیگمان
 تیرسا تو اس کمان سے جا لکل
 مصطفیٰ فرمائے ہتین بعد از جہاد
 کر چکے ہم جنگ ظاہر کا تمام
 اس ذریعے جنگ سے رجعت کرو
 سنہن شیری ہی صفونکو بھارتانا

شیر باطن ناتھلے فرگوش سے
 شیرین ہوتا اگر دریا پیا
 مارتاہی نعرہ بیل من فرید
 کون کھینچے حق سوا اسکی کمان
 سچ کچی سے راستی جاتی ہی تیل
 اپنے یاروں سے توجہ اتحاد
 نقسکے جھگڑتے اب باقی ہی کام
 نفس کا ہی اب برا جھگڑا چلو
 سخت شیری نفس کا ہی مارنا

قصہ ایلچی روم کا جو نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیا

روم سے آیا مدینے کو وکیل
 ہی کہان پوچھا خلیفہ کا مکان
 قوم بولے انکو نین قصر و محل
 جسکو ہی سینے سے اپنے قیاب
 مصطفیٰ چھوڑے جب آب و خاک نار

پوچھتا فاروق کا اسم چیل
 ہی کہان دربار عالی آستان
 ہی عمر کو قصر جان بے بدل
 اسکو ہر ذرت میں سوچھے آفتاب
 ہر کہین تھا انکو وجہ اللہ یار

تو اسیر و سوسہ ہی دیو کا
 چشم دل ہی آدمی باقی ہی پوست
 جب جمال دوست پر نا ہو نظر
 دیکھ جا وہ یاد شاہ کامگار
 خواب میں دیکھا عمر کو آن کر
 ہنیت یک ایسی ہوئی اسپر زول
 مہر و ہنیت مین دو ضد ہم دگر
 پس کہا شاہون کو دیکھا ہون ہرا
 مین دراہون شیر کے حملے کے تین
 مرد بے ہتھیار سوتا بے خبر
 ہنیت حق ہی مہین پہ نلق کی
 جو در احق سے دے اسے سجان
 تھا تو اس ہی فکر میں وہ باہنر
 دلو اس بیدل کے دلاری کئے
 پھر اسے سمجھائے اسرار دقیق

تم و جہ اللہ کیوں کر پا لگا
 چشم ہی وہ جو ہی مجرورے دست
 گر سلیمان ہونے چو ننتی سے بتر
 ہی پر ایک جھار کے سایہ کنا
 بادب ہو دور سے بانڈھا کر
 ذوق سے اُنکے گیا اپنے کو بھول
 اس نے دو ضد کا ہم پایا اثر
 پہلو انون سے کیا ہون کارزار
 رستم اس آخر زمانیکا ہون تاق
 مین سراپا ہون لرزتا طر فہ تر
 ہنیت اس سلطان صاحب دلق
 کیا ملک کیا جن و انس و آسمان
 بعد ایک ساعت کے اُتھ جا کے عمر
 خاطر خستہ کی غم خواری کئے
 حق کے وصفون سے کہ ہی نعم الرفیق

تاکہ وہ جانا مقام و حال کو
 شاہ غیر شاہ پاوین خاک بوس
 و مان نہیں بجز شاہ کے غیر دکا نام
 شاذہنیں اسل مقام باکمال
 روح کا جتنا سفر تھا سو کے
 جان کیوں آیا فلک سے بر زمین
 جان پر فرماے حق افسون کیا
 حق کے مترے اُسے آتا ہی جوش
 خوش مُعلق بار پاتے بہن وجود
 جلد تر ہر یک عدم کو جا رہا
 سنگ سے کچھ کہہ دیا گوہر ہوا
 تو ہوا انکھوں سے اپنے اشبار
 کچھ مہما سن ہوا حیران و دنگ
 جو کہ اسو حق کروں یا عکس کو
 پنہ عقلمت کا لگا لو کان سے

فضل سے حق کے جو ہی ابدال کو
 حال یعنی جلوہ زینا عروس
 خلوت اس محبوب کا ہی وہ مقام
 صوفیوں نے بہن بہت اصحاب حال
 متر لین سب جان کی بولے اُسے
 مرد پوچھا ای امیر المؤمنین
 دام مین یہ مرغ کیوں اکرھنبا
 وہ عدم جسکو نہیں ہی چشم و گوش
 حق کے مترے عدم سب زود زود
 پھر کہ جب موجود بر متر پڑھا
 کانین گل کے کہا کچھ گل کھلا
 ابر کو کچھ کہہ دیا پروردگار
 جو تر د مین رہا آشتہ رنگ
 دو گمان مین رہ گیا مجوس ہو
 اگر نہیں چاہو تر د و جان سے

تاسٹنگ وحی تیرے گوش جان
 گوش و چشم جان بین جس سے اجڑ
 ناف آہو ہی مزاج اس قوم کا
 اختیار و حیرت مجھ میں تھا خیال
 جس طرح رونقی ہی سفرے پر جماد
 تان نہو سفر میں ہرگز مستحیل
 جان کو جب اس قدر قوت رہے
 جان کی قوت سے خالی آدمی
 زور جان فرما دے چیرے پتھر
 دل اکبر بولے بیان اس راز کا
 بخت جان کا کارخانہ اور ہی
 عقل کا جب بخت تھا تو تھے عمر
 عقل سے پائے عمر جب بخت جان
 وہ رسول اس می سے سیکرید و جام
 مجموعہ قدرت اللہ تھا

وحی جو ہی جس ظاہر سے بہان
 عقل و جس کے کان اس سے بیخبر
 ظاہر انون مشک باطن میں بھرا
 جب گیا ان میں ہو انور جلال
 آدمی کے تن میں ہی وہ روح شاد
 ہضم کرتا جان بفضل سلیل
 زور جان جان کہو کیا کچھ کرے
 بحر و کان چیرے ہی تاکوہ زمی
 زور جان جان کرے شق شوق
 جان سنکر عرش پر آجائیگا
 بادہ جان کا زمانہ اور ہی
 بو الحکم کے ساتھ جیون شیر و شکر
 بو الحکم بوچھل کہلایا وہاں
 مت ہو بولا رسالت کا پیام
 جب رسول آیا یہاں خود شاہ تھا

تیرگی جا انگلی خود آتش بنے
 زندہ جاوید سے جا کر بلا
 خاک ہو جاتا ہی مر کر اور گل
 اینیا کے جان سے مل جا یگا
 اینیا اور اولیا سے لے حصول
 سخت ہی نادان کہ پاویگامات

موم لکری جب کہ آتش میں جلے
 خوش وہی جو خود پرستی سے چھٹا
 خاک اس زندے کو جو مردوں سے مل
 جب تو قرآن خد کو پایگا
 اگر پڑھے یا ناپڑھے قرآن قبول
 اگر نہ دھوندا مرغِ نیچے سے نجات

قصہ طوطی اور تاجر کا

دالِ نیچے میں رکھا تھا بند کر
 جانبِ ہندوستان کے لایا نیاز
 کیا تجھے ہونا سو کر مجھ سے سوال
 بول اتنا باگروہِ طوطیان
 تم کرو باغون میں اپنے دارو گیر
 میں رہوں پابند رو تا صبح و شام
 خود کہو کیسا ہوں اسکا ماجرا
 بھولنا یاروں کا تھو کب صواب

ایک طوطا تھا کسی تاجر کے گھر
 اے قضا تاجر سفر کا کر کے ساز
 تب کہا ای طوطی شیرین مقال
 وہ کہا جب جا یگا ہندوستان
 میں جدا ہو کر پراہوں یہاں اسیر
 تم رہو چلے ہوئے میں سے تمام
 یا جب یاروں سے ہوتا ہی جدا
 میں اگر ہوں اپنی شومی سے خراب

یاد کرنا خیریت اور پسند
 طوطی جان کا یہی احوال ہی
 ظاہر ایک مرغ ضعیف بے گناہ
 صورت اسکی خاک پر ہی اسکا جان
 الغرض پیغام اسکا سن لیا
 ہند کے کوئی باغ میں بازارگان
 راستے پر اُسنے لے گھور کیو تھام
 انہیں ایک طوطا سنا جب یہ خبر
 مر گیا تاجر کہا ہو دردناک
 یک جہان ویران کرے ہی ایسا
 یک سخن میں کچھ عجب تاثیر ہی
 اصل میں سب جان ہیں عیسیٰ صفت
 گرائتھے پردہ تو ہر جگی بات
 کا ملان گر خاک لین ہوتا ہی زر
 جو ہوا مقبول رب العالمین

مار ہوں آزاد اپنے بندے
 جس کتین معلوم اسکا قال ہی
 دل میں اُسکے ہی سلیمان پاسا
 لامکان میں جو ہی فوق ہر گمان
 رات دن قطع زمین کرنے لگا
 جمع یک دیکھا گروہ طوطیان
 کہہ دیا پیغام اسکا پھر سلام
 گر پر آدالی سے نیچے کانپ کر
 میں کیا ناحق بچار کیو ہلاکت
 یک سخن مارے کبھی نختہ حیات
 کسکو مرہم ہی تو کسکو تیر ہی
 پر کہن عارف کہیں بے معرفت
 مثل روح اللہ بخشگی حیات
 زر لیا ناقص تو متی سے تیر
 کام اسکا کام حق کا ہی یقین

کیونکہ دامِ مکرمینِ غلطان ہی
 علمِ نااہلون میں بس نااہل ہی
 کفرِ گرِ کاملِ لیا ملت ہوا
 جو نہیں کاملِ سخنِ اسکا وبال
 تا سخنِ سیکھے سخنِ نابولنا
 بولنا موقوف ہی سننے کے سات
 ہر غرض اسباب سے چاہیں گائیں
 آئے ہیں گریان و نالان و عزین
 نان کا نادیدہ ہی تو امی جواں
 نور دل سے اسکو بیشک بھر لیا
 بعدہ اسکو ملا یک سے ملا
 وہ غذا بخشے تجھے نور کمال
 آکے پنہیا گھر کو اپنے شاد کام
 اُسنے جو دیکھا سو واضح کہہ دیا
 چھید دالا تیر سے طوطے کا دل

دست ناقص پنجہ شیطاں ہی
 جہل دانش دانش اسکو جہل ہی
 جو لیا سو علتی علت ہوا
 لقمہ و نکتہ ہی کامل کو حلال
 چاہئے یک چند لبِ نا کہولنا
 تا سنا نا ہو سخنِ مت کر تو بات
 چاہئے گھر سچ دروازے جاہن
 واسطے روٹنے کے آدمِ بر زمین
 ذوقِ انسو کا تجھے کب ہو عیاں
 نان سے معدہ اگر خالی رہا
 طفلِ جان کو شیرِ شیطاں مت پلا
 قوت تیرا ہی اگر مالِ حلال
 کر سفر کا ساز باز رگانِ تمام
 پس کہا طوطا کہاں تجھے مرا
 بات اسکے منہ سے جب آئی نکل

تیر چھوٹے پھرنے آوے ای سپر
 اولیا کو ہی سگت اللہ سے
 جب سنا تاجر سے طوطا و کلام
 تاجر اسکو دیکھ کر ہر پیتتا
 کای دریا مرغ خوش الحان سے
 ای سے طوطے سے پیار مجھے
 جانکا طوطی تیری ای مرد ریش
 ساتھ ہی تیرے ہی باطن میں نہان
 بادشہ کے ساتھ ہو جو ہم نشین
 دست بوسی سے ہو جب سرفراز
 اشک جو گرتے ہیں خالق کے لئے
 یہ منی مانی تیری ہی سب ہوں
 یہ من و تو جملہ یک ہوینگے جان
 ای میرے جی کے پیارے دل کے نور
 دسے زکات اپنے جمال پاک کی
 پستہ سیلاب کے تو بند کر
 تیر کو پھیرے ہیں ادھی راہ سے
 گر پر اکا پنا ہوا شہد تمام
 دے گلہ مارا زمین پر گر پر
 مرہم زخم و رفیق جان سے
 چھوڑ پھر اچھ کہاں پاؤں تجھے
 جسکا ہی آغاز اس عالم سے پیش
 عکس اسکا دیکھتا تو ہر کہاں
 اسکو دروازے پر رہنا خوشی
 ہی گنہ پاؤں پہ گر کر نانیاز
 ہیں گہر پر خلق انسو جانتے
 تو سمجھتا آپکو موجود دس
 عاقبت ہی مستغرق جان جان
 بسکہ تیرے درد میں ہوں ناصب
 کچھ بیان آشفہ غمناک کی

تیر چھوٹے پھرنے آوے ای سپر
 اولیا کو ہی سگت اللہ سے
 جب سنا تاجر سے طوطا و کلام
 تاجر اسکو دیکھ کر ہر پیتتا
 کای دریا مرغ خوش الحان سے
 ای سے طوطے سے پیار مجھے
 جانکا طوطی تیری ای مرد ریش
 ساتھ ہی تیرے ہی باطن میں نہان
 بادشہ کے ساتھ ہو جو ہم نشین
 دست بوسی سے ہو جب سرفراز
 اشک جو گرتے ہیں خالق کے لئے
 یہ منی مانی تیری ہی سب ہوں
 یہ من و تو جملہ یک ہوینگے جان
 ای میرے جی کے پیارے دل کے نور
 دسے زکات اپنے جمال پاک کی

داغ تازہ کچھ عجب دلبر دیا
 مین یہی کہتا تھا پردہ تل گیا
 بولتا گاہے حقیقت گہہ مجاز
 مارتا ہی ماتھہ ہر شکے پہ مان
 جی بجانے مارتا ہی دست و پا
 کوشش یہودہ بہتر ہی نہ خواب
 تا دم آخر نہ لے یکدم قرار
 شاہ جان دیکھے سنے ہی نے گمان
 یک یک طوطا فلک پر آ گیا
 تاتہ پھرا سپر پے کسکا کند
 کچھ عجب دیکھا ہنر اسرار کا
 پسند اسے لے کر دن منزل کو طے
 سو قضا بد ہی اسکے آس پاس
 واسطے غفلت کے جو آیا گیا
 تھک کر کیا کھلا تو اسے بتر

وہ کرشمہ غمزہ و ناز و ادا
 خون اپنا مین جلال اس پر کیا
 تاجر القصہ بصد سوز و گداز
 دوبنے مارا تو دیتے وقت جان
 تلک کوی دستگیر اس وقت کا
 دوست رکھتا ہی صنم بہ ضبط آ
 عشق کی رہ مین دل جان رکھنگا
 جسقدر ترپے ہی مردوزن کل جان
 بیقتہ پنجب سے اسے باہر کیا
 مر گیا تھا سو آرا ایسا بلند
 خواجہ حیران ہو گیا ایک بار کا
 پس کیا بہ خوب ہی رتبہ مجھے
 جو نہیں فانی کیا اپنے حواس
 تن قفس ہی تن ہی آفت جانکا
 دیو آدم کو سکھا جاتا ہی شر

بھاگتا ہی تجھ سے دیونا بکار
 گزشتہ ہو تو ہو و روسیاء
 یاد میں دوسرے ہی جانکو خطر
 متصل کر اپنے نحر علم سے
 اسکو میرت تن کی خواہش سے چھڑا
 دمدم تجھ میں خزان ہی اوہا
 عمر اپنی گریہ و زاری میں لھو
 جزئیاز و آہ یعقوبی نکر
 مرگ سے اپنے تومت نہو چھڑا

حکایت چنگی مطرب کی سح وقت حضرت عرض کے

مطرب یک چنگی اٹھا باکر فرما
 گل کو عباسی سمجھے تھے ملول
 کر دکھاتا تھا سیحانی کافن
 سو برس کا پایگا مردہ وجود
 اٹھ کے بیٹھنے سبھی اہل قبور

جب ہو اتو شیطنت میں استوار
 جز بفضل اللہ و خاصا اللہ
 ای خدا ہی فضل تیرا راہ بر
 ایک قطرہ عقل جو تجھ سے مجھے
 ایک قطرہ علم جو جانکو دیا
 اسی برادر ایک دم ہو ہوشیار
 جب کہ تو یوسف نہیں یعقوب ہو
 روبرو یوسف کے مجبوزی نکر
 مطلب اس حرفے سے طوطی کے نیاز

جب مدینے میں خلیفہ تھے عمر
 بلبل اسکے راگ میں شاد میں پھول
 لحن داؤدی سے اندر ہر چمن
 ایک دن باجینگے اسرافیل عود
 ایک دن پھو کینگے اسرافیل صو

انبیا کو ہمیں مگر نفع نہاں
 ہم ہوں فانی کھتے مار پرتے
 آدمی کو حق نے خود اسما سکھا
 شمع پایا نور دیگر شمع سے
 ہو اگر اسطرح سے شمع منیر
 عقل جزوی عشق کی منکر ہی جاں
 زیرک و دانا ہی لیکن نین فنا
 کفر نسبت با خدا حکمت بری
 کا تم زس عالم کا غفلت ہی پچھان
 جب کہ مطرب سخت بورھا ہو گیا
 پس کہا یارب بہت مہلت دیا
 اب ہنر کس کو نہیں میرا پسند
 کسب نین ہی آج ای بندہ نوا
 لے طنبورا ماتھ اللہ بولتا
 پس کہا ای خالق ارض و سما

ہمکو ہی ان سے حیات جاؤاں
 بانک آیا حق سے پھر کراٹھ کھرتے
 ان سے اور ونکو وہ سب کھلا دیا
 دیکھے جو اس شمع کو دیکھے ہے
 دیکھا جو اول سو وہ دیکھا خیر
 گرچہ بتلاوے کہ ہی مجھ پر عیاں
 جب فرشتہ نین فنا شیطان ہوا
 گر ہمارے سات ہو آفت بری
 ہوشیاری ہی بکنا گہان
 ہو گیا محتاج قوت یک مشبا
 مجھ پر اپنے فضل سے احسان کیا
 فضل سے کرتا ہی تو کھوتا پسند
 چنگ تیرے واسطے کرتا ہوں ساز
 چل طرف گور غریبان کے گیا
 تجھ سے میں چہتا ہوں ابریشم ہیا

چنگ با جا خوب سارو تا ہوا
 نینہ اگنی مرغ جان تن سے نکل
 تن سے اور دنیا سے یکسر ہو جدا
 حضرت حق حضرت فاروق پر
 سور ہے ناچار دیکھے ایک خواب
 وہ ندا جو اصل ہر آواز ہی
 ترک و کرد و فارسی قوم عرب
 ہیں فقط ترک و عرب تاجیک و زنگ
 ہر دم آقا حق سے ہی بانگ الست
 وہ جو میں کہتا ہوں فہم سنگ چوب
 مسجد یشرب میں کھنبا ایک تھا
 جب ہوئے منبر بنا حضرت سوار
 پس اُسے فرمائے حضرت امی تلو
 تھا تمھارا میں ہمیشہ تکیہ گاہ
 پھر کہے تو چاہے تو ویسا کریں

چنگ تکیہ کر قبر پر سور ما
 چھوڑ چنگی کو گیا اگلے محل
 اس چہان سادہ جان کو گیا
 خواب کو غالب کرایا سبر
 پھر سے جو حق سے تھا انکو خطا
 خود وہی آواز باقی ساز ہی
 فہم کرتے اُسکو میں بے گوش لب
 فہم کرتے بلکہ یکسر خوب و سنگ
 جو ہر و اعراض سن سنے ہیں مبت
 قصہ اُسکا سن ادھر دھر کان تو
 خاتم پیغمبران کا مکا
 وہ ستون جیون آدمی رو یا پکا
 چاہتا کیا وہ کہا میں کیا کہوں
 اب جدائی سے ہوا سینہ تباہ
 شرقی و غربی غم تیرے چین

سن ارے غافل نہو لکریسے کم
 حشر اُسکا ہو و لگا روز سوال
 ہی ادھر غافل ادھر کو ہوشیار
 کیوں کرے تصدیق تسبیح جواد
 پانوں لکریے بہت ناخوب ہیں
 گر کیا تو دین حق تو رہے و مان
 لیکن اُنکے دست و پائین شاہان
 وہ کہا کیا ہی محمد بول دے
 وہ کہا ہی خوب تر تا وہ کہے
 بول اٹھا کلمہ شہادت بید رنگ
 حق محمد ہی رسول اللہ کہا
 پھینک دے مارا زمین پر پو الفضول
 کامی عمر ہی ایک بندہ نیکنام
 جا تو گورستان کو رنجہ کر قدم
 جلد تریجاے کے اُس مطرب کو دے

وہ کہا دایم بقا کیجو کرم
 پس کیے اُسکو دفن مثل رجال
 جسکو ہوتا ہی خدا سے کاروبار
 جسکو باطن سے نہو و اتحاد
 پانوں استاد لالیان کی چوب ہیں
 فلسفی کو بات کی طاقت کمان
 گرچہ منہ سے کچھ بکین وہ ابلہان
 ہاتھ میں کنکر تھے اُس بوجہل کے
 اُسکو بوٹے میں کہوں یا وہ کہے
 ہاتھ میں بوجہل کے ہر پارہ سنگ
 لا الہ بول الا اللہ کہا
 جب نہ سب حاضران رد و قبول
 اُس خطاب رب کا تھا حاصل کلام
 خاص ہم رکھتے ہیں اُسکو محترم
 سات سو دینار بیت المال سے

خج گر جب کر چکا اُس جاں آ
 دھونڈتے گھرتے گئے بے اختیار
 اُس سوا اِس جاہنیں کوئی دوسرا
 با ادب ہو نتیجہ گئے اُسکے حضور
 محنت ہی کر دے را یکبار پیر
 حق مجھے بھیجا بشارت اور سلام
 خج کر پھر آخدا دیگا بہت
 مرغِ بسمل سا ترپنے کو لگا
 شرم سے پانی ہوا بے چا پیر
 جو نہیں محروم ہی مجھ سے سالیتم
 چنگ دے مارا زمین پر ایک بار
 خود نمائی اور ہوشیاری تیری
 ہوشیاری ہی گنہ یک دوسرا
 جس خودی سے تو ہوا اتنا ذلیل
 کب کرے توبہ تو اِس توبہ سے بول

عذر کر کہہ دے یہہ ابریشم بہا
 پس عمر بنیدار ہنوز کر شام
 دیکھتے کیا ہین کہ مُطرب ہی پرا
 رلیتین بولے ہی بہت ظلمت میں نور
 ناگہان چنگی ہو اِس در پیر
 پس عمر بولے نہ در ای شاد کام
 قدر ابریشم بہا یہہ لے ثرت
 جب سنایا یہ بات وہ گھبر گیا
 مانگ مارا ای خدانے بے نظیر
 ہی عجب کچھ فضل تیرا ای کریم
 پھر بہت رو یا کیا سخت اضطار
 پس کہے فاروق ہی زاری تیری
 راہ فانی کی جدی ہی ای گدا
 خود تیرا توبہ خودی کی ہی دلیل
 کرہو توبہ گذشتہ کا قبول

جان کو مطرب کے تیداری دئے
 جان جا زندہ ہو اجانِ جہان
 پایگا غرقِ جمالِ ذُو الجلال
 یا بچھانے غرُخِ دریا کی ذات
 سُو ہزارانِ جانِ اپنی دیکھئے
 جانِ فدِ اکرمہرِ عالمِ تازہ ہو
 غیب سے آئے بہینِ جیونِ آبِ روان

جب عُمرِ آئینہ اسرار تھے
 بے ہنسی بے رگریہ ہو ماند جان
 حالِ حالِ یک اور غیرِ حالِ حال
 غرقِ ایسا نینِ جو پھر پاؤ گناہ
 دُستو اس عیش و عشرت کے لئے
 صید کا صحراے جان کے باز ہو
 آدمی کے تن میں نہہ جانِ وروان

دُعائے دو فرشتوں کی واسطے سخی و بخیل کے

دو ملک کہتے بہینِ دائم یوں بکار
 یکدم لگے دعوے اور شاہِ درگاہ
 تو ندبے الازریان اندر زیاں
 تا کرین الفاقِ بروجرِ صواب
 گر دیا تو مسرفوں سے ہو گیا
 بہینِ بہتِ امساکِ تقوے سے بھلا
 ورنہ مسرف ہو خسارت کھا گیا

منصفی ہوئے نصیحتِ آشکار
 منفقوں کو ای خُدا آباد رکھے
 ای خُدا جو ہو جہان میں مُسکین
 مال دیتا ہی خُدا نے مُستطاب
 پس خُدا کا مال بے حُکمِ خُدا
 مسرفانِ بھائی بہینِ خود شیطان
 اگر بجا خرچہ عیوض سو پایگا

اس لئے مومن کہا از روئے ہم
حق کے خاطر نان دیا تو نان پائے

رہنا ابد الصراط المستقیم
حق کے خاطر جان دیا تو جان پائے

حکایت خلیفہ بغداد کی جو عرب گھڑا مانی کالیا

یک خلیفہ تھا براسانیک نام
فیض اسکا قاف سے قاف تھا
آجیو ان تھا مگر اسکا کرم
کوئی عربی ایک شب شوہر کے سات
مرد بولا فقر کامت کر گلہ
جو جیاشیرین مو اتلہی کے سات
حمد کرتی ہی خدا کا عندلیب
اس طرح مجھ سے لیکر تا پہیل
زن کہی ای تو حمت سے بری
کب قناعت سے تو جان روشن کیا
ہی تکبر بدگدا سے سخت بد
پھر کہا اُس نے کہ ای زن تو نظر

اسکی فیاضی کا حاتم تھا غلام
بحر و کان بخشش میں اُسکے صاف تھا
کردیا زندہ عرب سے تا عجم
فقیر کی اپنے کہی روزوں کے بات
عسر کا گزر لگا ہر نوع قابض
جان کا تن پر رونکے نین جیبت
رزق کی امتیٰ تجھ پر ای حسب
رکے ہین بند خدارب الجیل
میں سمجھتی ہوں تیری فونگہی
تو مگر نام قناعت سن لیا
تجھ کو لائق کم ہی اتا جدو کہ
فقر پر اتنی جقارت سے نکر

کیونکہ درویشوں کو بے مال و جمال
 میں ہوں قانع ہی نہ مجکو زری آس
 تو نہ سمجھیں گی ترا پھر تا ہی سر
 دیکھ کر بوجہ سہل احمد کو کہا
 دیکھ کر صدیق بولے وہ جین
 مصطفیٰ بولے کہ دونوں سچ ہے
 میں ہوں آئینہ بنو رذو الجلال
 فقر پر کر بصر چھوڑ اپنا لفاق
 جب سنی یہ بات شوہر سے وہ زن
 جو کیا چاہے سو کرای جان من
 اسکے رونے سے ہوا شوگر دل
 مرد گر سنگین دل و خود کام ہی
 ناز سے جسکا جگر ہو جا خون
 ظاہر ہی گرچہ غالب زن پر
 مصطفیٰ بولے کہ زن سے عاقبت

مرتبہ بخشا ہی عالی ذو الجلال
 تو مگر اپنے پہ کرتی ہی قیاس
 میں بھلا چنگا رہو لگا اپنے گھر
 کیا بنی ماشم سے بد نقشہ اتھا
 ہی محمد آفتاب آج دین
 جو حقیقت تھی سو اپنی کہدے
 مجھ میں ہر ایک دیکھتا اپنا مثال
 ورنہ نہیں چھوڑے تو دیا ہوں ^{طلاق}
 گر پری اور بولی بارنج و عن
 پر جدائی کا نگر مجھ سے سخن
 موم سا نرم و پشیمان و خجل
 لٹک رو نا عورتو لگا دام ہی
 جب نیاز آوے تو کیوں ہونا زون
 بالہنا مغلوب تر ہی سر بر
 ہیں بہت مغلوب اور صاحب دل

جاہلان غالب رہین زن پر مدام
 بہرورقت وصف انسانی ہی جان
 موسیٰ و فرعون باطن کے اسیر
 دنکو موسیٰ حق سے رکھتے التجا
 گرچہ ہو فرعون مشہور چنان
 خواجہ تاشان ہر دو ہم ای گردگا
 ہین مکان و لامکان یں ہم اسیر
 لیا گل و کیا خار ب تیرے بنے
 جب کہ باطن رنگ ظاہر کالیا
 تاکہ نیزنگی مقید ہی برنگ
 جب کہ نیزنگی کو پھر کر جائینگے
 عقل تیری ہی شتر بان تو شتر
 عقل کی ہی عقل عقل اولیا
 دیکھ انکو تو ہمیشہ اعتبار
 عاقبت بینی دلیل کاملی

کیونکہ ہی حیوانیت امانن تمام
 خشم و شہوت وصف حیوانی پھیلا
 ظاہر یک سر کشت و کفیر مان پذیر
 نیم شب فرعون مانگے تھا دعا
 پر مجھے دعویٰ خدائی کا کہاں
 ناوک تقدیر کے تیرے شکار
 حکم کے تیرے بہم فرمان پذیر
 تجھ سے نامانگین تو جاوین کسکے
 بن پری موسیٰ کو موسیٰ سے دعا
 سر بسر موسیٰ کو ہی موسیٰ سجد
 آشتی موسیٰ و فرعون پانینگے
 کھینچی تجھکو جد ہر چاہے ادھر
 اشتر ان اسکے ہین ساری عقلمیا
 ایک ہی ہی جان جان جان صد ہزار
 جانتا غیر و نکو ہی بس جاہلی

روح صالح اس کا ناقہ ہی بدن
روح فارغ زخم ہی ناقہ کے تین
تار ہے وہ کُل عالم کا پتہ
روح صالح سے ملیگا شاد کام
لیکن اُن میں زہر کا ہسٹیکا اثر
تب تو پتھر ہو ہی لعلِ خوش آب
روح تازہ دیکھ اُن حرفوں کی کسات
حق میں نادان کے بچکم کرد کار
جب پکا انور تو ہوتا ہی خوش
پھر ہوا سر کہ تو ہی نعم الادم
ہی مثالِ عقل نفس ای ذوالنسن
ہی کبھی سرور کبھی ہی خاکسار
اُس کے سر میں جبرِ غم اللہ میں
میں زمین و آسمان میں میں سما
اند لو نہیں دھونڈھ لے گر ہی طلب

روح صالح اس کا ناقہ ہی بدن
روح صالح قابلِ آفت نہیں
اس لئے اس کو رکھتا میں اللہ
ناقہ جسمِ ولی کا ہو غلام
ہیں بہت شیرینان مثلِ شکر
سالبار ہتا ہی مجھ آفتاب
آجیوان ہی اسے مت بوجھ بات
لیک بعض جانے ہو گا زہر مار
خام غورہ میں رہا ہی شیرہ رُش
خُم میں وہ شیرہ ہوا تلی بوسرام
نقل میں ہی ناجرا لے مردوزن
مثل زن کے نفس کا ہی کاروبار
عقل اُن فکرون سے کچھ آگاہ میں
مُصطفیٰ بولے کہ کہتا ہی خدا
دل میں مومن کے سمانا ہوں عجب

مُقبلوں کی دوستی ہی کیسا
 چشمِ احمد کی پری صدیقِ پرن
 پس کہی شوہر کو ای آرامِ دل
 ذاتِ اُسکی ہی مثالِ آفتاب
 آبِ باران ہمو نہی تحفہِ عظیم
 تھے ہنہن و ارق کہ ہی اُس جا پر
 ای رہنبارے زمینِ شور کے
 جب تلک چھو راہنہنِ تن کی ربا
 تن ہمارا ہی سبوا س میں جو اس
 پس گھر آس پر اُٹھالے وہ عرب
 اُس گھرے پانی کو چورونے بچا
 دیکھتا کیا ہی کہ ہی ہر بار عام
 طالبِ زر اہل ظاہر کے فریق
 ہر طرف آواز ہی اِطالبِ آ
 رویِ محبوبون کو آئینہ سے زیب

کیسا ایسی کہانِ پھر پایگا
 کر دیا صدیقِ فیضِ یکِ نظر
 کچھ لیجا تحفہِ خلیفہ سے تو بل
 مال دے تجھکو کر لگا کامیاب
 اِسکو لیونیکا بدلِ شاہِ کریم
 آبِ دجلہ غیرتِ شیر و شکر
 شطِ جیسون کی خبر کیا ہی تجھے
 کیا سمجھتا صحو و سکو و سب
 آبِ شور و تلخ سے کر لے قیاس
 طحی لگا کرنے منازلِ روز و شب
 آستانے پر خلافت کے گیا
 عام و خاص اُس میں سرِ شاد کا
 اہلِ معنی بحرِ معنی میں غریق
 جو دمحتاج گدایانِ جیون گدا
 رویِ احسان کو گدا ہی دلفریب

آئینہ بختایش حق کا گدا
 نفس ہی درویش مین ہی اہل جان
 عاشق حق نفس ہی از بہر مال
 گر گمان کرتا ہی اُس کو عشق ذات
 عاشق تصویر اپنے و ہم کا
 بس او پر بھی گر ہی وہ عاشق بجا
 شرح اُسکی بولتا مین ای عزیز
 راست معنی کا نہیں بر کوی خیر
 یہ غم و شادی جو ظاہر ہے ہی
 حُسن ظاہر تھکوا ای ہستل تجا
 صورتیں ساری جہان کی کر تو غور
 چھوڑ جامہ کر تو چشمِ دل کو باز
 ساتھ جانے کے وہاں کب ہو گد
 اُس عرب کو دیکھ کر شہ کے نقیب
 کیا تیری حاجت ہی کہہ دے کھو لکر

جو دمطلق ہی جو ہو موجود خدا
 نفع کے گئے کو دے مت استخوان
 وہ نہیں ہی عاشق حُسن و جمال
 ذات مین ہی وہم اسما و صفات
 کب رہیگا عاشق ذاتِ خدا
 یہہ نیاز اُسکا حقیقت پایگا
 لیکن اشی ہی کہاں تجھ مین تینر
 کھائے کیوں انجیر ہر مرغِ صغیر
 اُس غم و شادی کے سج ہی
 حُسن معنی سے خبر دیتا ہی باز
 تن پہ صورت کر کے مین جانے کے طو
 دیکھ لے جا کر جمالِ جامہ ساز
 جان سے تن سے جامہ خیر
 لطف سے پوچھے کہ امی مردِ غریب
 داد کو پہنچا شاد و داد گر

اب ہوا ہون عاشق دیدار میں
 جا کے دیکھے آفتاب نور کو
 بھاگ کر پہنچے مہین چوتھے آسمان
 اُسے نکلا باہر اتنے اہل دل
 نسل انکی دین کی پشتی ہوئے
 سعد سلطان ہوا اُسکا مقام
 عرض میری بھی یہی ظاہر کرو
 پھر اُسے پہنچا دیئے بے گفتگو
 تھی تمام ارکان میں یک سر بھری
 کر دیا تاثیر ہی سارا بدن
 پنکمان شاگرد بھی موصوف ہی
 ہی وہی شاگرد کا اُسے سبق
 کام تجکو آئے مرتے وقت پر
 اُسے کشتی بان سے پوچھا پکا
 عسری تیری کہا آدھی فنا

وہ کہا تھا طالب دینار میں
 واسطے آتش کے موسیٰ طور کو
 تھی غرض عیسیٰ کو ترکِ شیمان
 ایک دانہ کھا ہونے آدمِ جبل
 دین کے جھگڑے کو عباس نے تھے
 واسطے چاریکے باز آیا بدام
 یہہ مر اتحفہ لیا سلطان کو
 دیکھہ سنتے تھے نقیبان اور سبو
 کیونکہ نضلت اُس شہِ باختری
 دیکھہ کیسا شاہ جان کا فضل و فن
 جس ہنر سے او سنا معروف ہی
 جو ہوا استادِ مجور اہِ حق
 سب ہنر میں فقیر ہی بہتر ہنر
 ایک نحوی تھا کہین کشتی سوار
 جاتا ہی نحو وہ بولا کہ لا

اُسکو کشتیان کہا ہی اوستاد
 وو کہا ہی دوتی کشتی یقین
 نچو اپنے ساتھ لیکر دوب جا
 تا تو اس دریا میں ناپاؤ خضر
 زندگان دوبے ہین اسہینج حساب
 پھر نہیں دریا میں ہرگز دوتا
 علم حق دجلہ خلیفہ بوچھ تو
 ہین گدے خود ہم گدے گرنالہا ہین
 راہ سے دجلہ کے بھینج اُسکے گھر
 ہوں پشیمان سر جھکا کہنے لگا
 جو میرے سے وہ گھر اپنی لیا
 اُسکی وہ سب حسن و خوبی ہر سر
 بلکہ لیکھنے بھی از بس ہی کم
 خاک کو سلطان بناے سبر پوش
 دیکھتے ہی وہ عرب بے خود گرا

ناگہان کشتی پہ آیا شد باد
 جانتا ہی تیرے بو لاہنہن
 ای جوان سب عمر ہی تیری فنا
 مجو بہتر نچو سے ای بے خبر
 مردگان کو سر اُپر رکھتا ہی آب
 اگر تو اوصاف بشر سے مر گیا
 ہی ہماری عقلمآب سبو
 ہم سبو پھرے اگر دجلہ کو جاہن
 الغرض سلطان گھر اسوں سے بھر
 وہ عرب جب آب دجلہ کا پیا
 ہی عجب لطف اس شد و ناب کا
 کل عالم کو سبو جان ای پسر
 دجلہ خوبی سے حق کے انک نم
 گنج مہی تھے سو خوبی کر کے جوش
 دجلہ خوبی سے حق کے یک ذرا

جو کہ دیکھ میں اُس نے خود ہوئے
 خود گھرا پھوٹا دالے پانی ہنوز
 ناگھرا ہے نہ ظاہر اس میں آب
 اگر طلب معنی کیا دیونگے بار
 کل فکر ہے ہین اودوگران
 نان مٹی گوش مٹی سے بتر
 عمر ساری خاک ہم کھاتے رہے
 جب ہوا بھوکا تو سگ ہوتا ہی تو
 جب ہوا تو سیر ہی مردار
 پس کبھی کتا کبھی مردار ہی
 نفس سگ تیرا ہی ہتیار
 سگ اگر بھوکا نہ ہو سرکش ہے
 اُس عرب کو بیوقوفی تھی دلیل
 میں حکایت میں کیا احسان شاہ
 اگر شکر لیکر کہیں روٹی بنا میں

بیخودانہ سنگ پر چھوڑے گھرے
 اُس میں ہی باقی بخوبی دلفروز
 فکر کرو اللہ اعلم بالصواب
 فکر کر یا تو ماتھ اوسے بگار
 کیونکہ تو کھایا ہی مٹی مثل نان
 مان زہ تو ہو کہ مٹی خاک پر
 خاک ہم کو کھایا گی بعد از مرے
 تند و بد پیوند بد رگ موبو
 مثل ایک دیوار از خود نچر
 پھر تجھے شہر و نسے کیا درکار ہی
 استخوان کم دے اسی نامدار
 حید تیرے واسطے کتر کرے
 تا گیا و و شاہ تک بے قال و قیل
 پھر تجھے اب چاہے تک انتباہ
 ذائقہ شکر کا دے جب چاہ کھین

بت کہیں سونے کا نمونہ کو بلا
بلکہ آتش میں گلا دیگا اسے
کر رہا صورت میں ہی تو بت پرست
اگر طلب حج کی ہی جا جا جیے سنگ
ترک کر صورت تو رکھ نیت سے کام
حاش اللہ یہ بہ نہیں ہی نقل جان
عقل شوہر ہی زن اسکی نفس و طبع
جب کلی جھگٹی ہو اپنی راہ
پیر پابے پیر کرنا یہ سفر
راہ وہ جو بارہا دیکھا ہی تو
راہ پن دیکھے نہیں جانا دلیسر
گرنہ ہووے ساتھ تیرے راہ

بت پرستوں کو نہیں پہنچا لگا
صورت عاریت اسکی توڑنے
چھوڑ دے صورت کو معنی اگر درست
خواہ وہ ترکی ہو یا تاجیک و ترک
تا بچھے پہنچا لگا اپنے مقام
حال ہی تیرا ہمارا امی جوان
ہر دو ظلماتی و منکر عقل شمع
جب کہ تن تو تا ہو ا جان جلوہ گر
ہی بہت پُر آفت و خوف و خطر
ہی پریشانی اگر تہا ہی تو
راہبر لے راہبر سے سرنہ پھینر
بانگ غولان میں رہے حیران تو

وصیت سرور عالم کی حضرت علی

اگرم اللہ وجہہ کو بیح اختیار صحت عافلوئی

شیر حق ہو سپہ سالار باپردہ

مصطفیٰ ابولے علی کو امی علی

لیجیو کوئی عاقل روشن نہاد
 جو نہ توکے دغا دینے سے خوار
 روح جیون سیرغ بس عالی طواف
 آدمی ہی مظہر ذات و صفات
 فہم کرو اللہ اعلم بالصواب
 تارے نار جہنم سے بری
 دشمن باطن سے تاپا دامان
 صبر کر اُس پیر جو فرماتا ہی پیر
 تا مباد انا کہے ہذا فسراق
 در گیا فضل و کرم تھا پیر کا
 ماتھے اُسکا قبضہ رب البصیر
 حاضران خود اُنسے نیشک مین برس
 پند سے پیر و نکی سید پاک دھو
 پھر کہان تو دلکو آئینہ کرے

لیک شیری پر کر موت اعتماد
 سایہ اُس عاقل کا کچھ اختیار
 سایہ اُسکا ہو زمین پر کوہ قاف
 آدمی مین ہی چھا خورشید ذات
 آدمی مین ہی نہان دو آفتاب
 ہر کسے ہی یک طریق بندگی
 تم کو بہتر ہی طریقِ عاقلان
 جب قبول پیر ہو فرمان پذیر
 پیر کے ہو ساتھ با صبر و وفاق
 بے دلیل اس رہ مین کو می نادر گیا
 غایبوں سے بھی نہین غافل ہی پیر
 غایبون پر جب ہوا تادست رس
 جب لیا تو پیر نازک دل نہو
 پند سے پیر و نکی گر کینہ کرے

حکایت مرد مرونی اور دلاک کی یعنی گودنا کر بنوالا

یک فرونی نے کہا دلاک سے
 شیر مہین طالع برے ہوں مین دینر
 اُس نے لے سوزن لگا کر نے نگار
 بول اٹھا کیا شکل تو نے ساز کی
 پس کہا تو شیر فرمایا مگر
 وہ کہا دم سے کیا آغاز ہوں
 شیر کے دم سے رکا کی بار دم
 شیر بے دم گور ہے اسی شیر ساز
 دوسری جانب سے اُستاد بہنر
 ہانگ مارا اہ کیا اندام ہی
 اُس نے بولا کان مہین یہ شیر کے
 کان گرنا ہوں تو کیا غم امی حکیم
 باز پس اُس نے لیا سوزن بکام
 تیرا تن کونسا ہی شیر کا
 پیت ہی بولا بدن یہ تیرا

زینب دے نقش کبو دیسے مجھے
 کھینچ شانوں پر مرے تصویر شیر
 درد سے اُسکے جوان ہو پھرا
 مرگ سے گویا مجھے انبا ز کی
 اُس نے پوچھا کونسا ہی عضو کر
 دم کہا دے چھوڑ مین ہوں بزن ہوں
 ہو چلا دم سرد میرا دم
 اب مہین باقی مجھے دم سے نیاز
 نقش کی بنیاد دالابے چکر
 کونسا یہ عضو ہی کیا نام ہی
 وہ کہا اسی یار کانین چھوڑ دے
 کچھ مہین ہی کانکے چھوڑے سے یم
 پہلوان روئے لگا کالے نیک نام
 دل مرالزب کہ بے طاقت ہوا
 مرد بولا پیت بھی ناہو تو کیا

پھینک دے اُستادِ موزن ہو تینگ
 شیر بے دُم بے سر و گوش و شکم
 شیر ایسا حق کہین پید اکیا
 حیر کرای بھائی زخمِ نیش پر
 وہ جو انان جو بدن سے پاک ہین
 مر لیا ہی نفس جکا بد گہر
 جب کسو نے شمعِ دل روشن کیا
 کیا ہی وہ تعظیمِ خالقِ امی خلیل
 کیا ہی وہ توحیدِ حقِ امی آشنا
 گر تجھے خواہش ہی انوارِ علا
 ہستی حق میں تیری ہستی فنا
 میں نے میں ہی تجھے جب تک قرار
 سب فنا باقی ہی یک ذاتِ خدا
 ذات میں گر ہی فنا باقی ہی تو
 جب ہو ایک تو نہیں باقی دوئی
 بول اُتھا امی مردک بے نام و تنگ
 کون دیکھا ہو بشر اپنے جنم
 ہی سراسر ابلہی و عوا ترا
 تازہ مارے نیشِ نفسِ بد گہر
 چاند سورج اگلے سر پر خاک ہین
 اسکے ہین فرمان میں شمس و قمر
 آفتاب اُسکو نہیں دیکھا جلا
 اسکے آگ تا تو ہو خوار و ذلیل
 حق کے آگے آپ کو کرنا فنا
 ہستی موہوم کو اپنی جلا
 ہو رہے جیسا مس اندر کیسا
 یہ دوئی تیری مجھے کرتی ہی خوار
 محو جب نین ذات میں ہی تو فنا
 کل شئی مالک الا و جھبہ
 نامنی باقی رہ سیکھی نا توئی

پھینک دے اُستادِ موزن ہو تینگ
 شیر بے دُم بے سر و گوش و شکم
 شیر ایسا حق کہین پید اکیا
 حیر کرای بھائی زخمِ نیش پر
 وہ جو انان جو بدن سے پاک ہین
 مر لیا ہی نفس جکا بد گہر
 جب کسو نے شمعِ دل روشن کیا
 کیا ہی وہ تعظیمِ خالقِ امی خلیل
 کیا ہی وہ توحیدِ حقِ امی آشنا
 گر تجھے خواہش ہی انوارِ علا
 ہستی حق میں تیری ہستی فنا
 میں نے میں ہی تجھے جب تک قرار
 سب فنا باقی ہی یک ذاتِ خدا
 ذات میں گر ہی فنا باقی ہی تو
 جب ہو ایک تو نہیں باقی دوئی

سوی مین ہرگز مین پُرویا جا یگا
 اونٹ کو لائق نہیں سم الجباط
 دست تیرا ہی مثال دست حق
 سرکشی کا ہی کسے ہرگز مجال
 پھر خدا کے ماتھے ہی مجبور تر
 کل یوم ہو فی شان جدید
 تین شکر تین جانب بھیجتا
 دوسرا رحام سے کرتا بدر
 تاکہ جا دیکھے جزائے ہر عمل
 لیک یک ہوتے ہیں جب منجمن بحق
 جو وہاں بے عرف ہوتا ہی کلام
 دیکھنے نظر اے باغ عدم
 یہ خیال ہست جسکے فضل خوار
 اس لئے دیتا ہی وہ دیکھو مال
 اس لئے بننا ہلال اس مین قمر

رشتہ گردو تار ہی از ہم جدا
 ایک تانگے ہی سوی کو ارتباط
 گرتیجھے وحدت کا حاصل ہی سبق
 اسکو قدرت ہی کہ ممکن نہ مجال
 ہی عدم ہر چند مرد سے بتر
 ایک دم خالی نہیں رب الجید
 سترین کام اسکا ہر روز یہ ہوا
 ایک شکر صلب سے ارحام پر
 تیرے کو بھیجتا سونے اجل
 مختلف ہی کوچہ ہر ہر طرُق
 ہی خدا جان کو دکھا تو وہ مقام
 تالہ جاوے جان سر سے رُقدم
 باغ ایسا ہی وہ نایت دکنائے
 ہی عدم سے تنگ تر باغ خیال
 ہیں مگر اجسام اتے تنگ تر

مثلاً زندان کے جوڈل ہووے تنگ
 ہی ہی ترکیب جسو کو مدد
 گردان پہنچا تو کو یا عید ہی
 جب سنا ہی قصہ عاد و ثمود
 دوسروں کا جا عبرت ہو گیا

یہ جہان حس و صورت ہے تنگ
 غلت تنگی ہی ترکیب و عدد
 جس سے باہر عالم توحید ہی
 چھوڑ دیگا عقل اپنا ہست و بود
 اگر نہیں چھوڑا تو اپنا مین سنا

خوف تسلانا نوح کا انٹی قوم کو

میں مواجبتا سورب العالمین
 بولتا سنتا سمجھتا سو خدا
 مارنا دم اسکے آگے ہی خطا
 روبرو اسکے نہ جاؤ تم دلیر
 تھا سر اسیر یہ جہان انکو فوج
 یہ جہان تھا ایک خرمن مختصر
 نوح اس خرمن کو آتش دہنے
 بے ادب کھوے زبان گفتگو
 زور سے اپنے پھارے گا اسے

نوح بولے قوم سے مین مین نہیں
 جب تو اس آدمی سے مین مینا
 جب نہیں مین مین ہی یہہ دم شاہ کا
 بیج اس رو باہ کے تھی تھی شیر
 سو ہزار ان شیر تھے یک تین نوح
 نوح تھے یک شعلہ آتش مگر
 جب کہ خرمن پاس خدمت نین
 جو کہ اس شیر نہان کے روبرو
 شیر مثل لگ پھارے گا اسے

حکایت شیر کی جو بھڑے کو بھارا

شیر گردن اسکے الے گودھر
 مثل چھیر تاننی کو مار
 بھیر یا ایک دوسرا مثل وزیر
 دام و دد کے خوف سے آزاد تھے
 بیل بکر اور خر گوش یک سپید
 قسمت ان تینوں کی بتلا کیا طریق
 دوسرے دو پاوین ہم دو نو غلام
 تو بھی ہی میرا شریک ایچ ادب
 قسمت ان تینوں کی اب کیسی پری
 دو پہر بکرے کو لے فرمائے میل
 شاہ کی خدمت سے ہلکوا کام ہی
 تو ہوا نے خود سے خود پرست
 ورنہ مثل گرگ پھارا جا لگا
 نیستی سے اپنی ہر گزمت گذر

تھا کسی صحرا میں یک شیر بہر
 پنجہ شیرنی سے جب کرتا شکار
 اسکی تھی خدمت میں ایک روپاہ
 شیر کے فضلہ سے دونوں شاہجے
 ایک دن اُس نے کیا تھا تین چند
 گرگ سے پوچھا کہ امی میرے فوق
 گرگ بولا نیل ہی خاصہ طعام
 شیر بہر سن اسکو پھارا غضب
 بعد ازان پوچھا تو بول امی لوتری
 اُس نے بولا چاشت کا خاصہ ہی نیل
 تیرا خر گوش نقل شام ہی
 مالک مطلق خدا ہی چیرہ دست
 مثل اُس روپاہ کے تو ہونفا
 رب غنی ہی تو فقیر امی بے بصر

ملک و دولت اُسکو کیا کام ایگا
 ملک و دولت آئیگے سب بیتمات
 تانہو گا بدگمانی سے خجس
 دیکھتا حق دو دین جیسا کہ بال
 سب ہمارا نیک و بد ہو گا عیان
 ہی مقرر ہر کسی کو یک مقام
 شرف و اہل قلم سیدھے طرف
 کیونکہ اُن کا جان ہی آئینہ وار
 صیقلِ تقویٰ سے ہین آئینہ صاف
 دیکھنے اپنے جمال خوب کو

حق کیا پیدا ہی ملک دوسرا
 تو فنا ہو کر ہوا باقی بذات
 روبرو حق کے لگا رکھ اپنا دل
 سب ہمارا سر و فکر و حال و قال
 جب ہمارے نقد کا ہوا امتحان
 بادشاہوں پاس وقتِ بارعام
 دست چپ مین پہلو انوکھو شرف
 صوفیوں کو روبرو ہونے قرار
 ذکر و فکر و شغل سے ہوسینہ صاف
 آئینہ مرغوب ہی محبوب کو

قصہ یوسف علیہ السلام اور اگلے آشنا کا

بعد مدت بصر مین آکر بلا
 وہ کہے زنجیر تھے ہم تھے اسد
 خواہش حق سے ہین ہم کو گلہ
 شیر گرون پرولے تھا شیر در

یوسف صدیق کا ایک آشنا
 یاد بھایو نکا دیا ظلم و س
 ننگ شیر و نکا ہین ہی سلسلہ
 شیر کی گردن مین تھی زنجیر اگر

رحمتِ حق کی تھی وہ صُغت گری
 خاک میں گندم کو اول بو دئے
 پھر وہ گندم پس گیا آتا بنا
 پھر اسے دانوں سے جب پہنچی گزند
 پھر ہوا وہ جان جب مچو خدا
 بعد قصے کے کہے اسی مہربان
 دوست کے ملنے کو خالی ہاتھ جان
 رب کیلگا حشر میں بند و نکمات
 رب کی مہمانی سے گرنسکر ہوا
 اگر نہیں نُسکر تو خالی ہاتھ لے
 حق کے خاطر خواب و خور اپنا گوا
 خواب و خور ہی رہت جان و روان
 اولیا ہیں مجھ لطفِ ذوالجلال
 آشنا یوسف سے بولا اسی حبیب
 آئینہ لایا ہوں تجھ بے مثال

بے مشقت کے بلے کیوں سروری
 خاک سے پھر اسے خوشے چُن لئے
 پھر ہوا روٹی تو قیمت میں پرا
 ہو گیا وہ جان و عقل ہوشمند
 جائے حسرت بو نیوالو لکا ہوا
 کیا میری خاطر لے آیا از مغان
 دوست کے ہم دوست پھر کیسے کہا
 کیا لے آئے آج کا شخہ مسکات
 خاک ہی مطبخ سے حق کے کھا یگا
 دوست کو جاتا ہی کیونکر دیکھنے
 واسطے ملنے کے یہ تجھ لیجا
 عشق گرہی تو تجھے راحت کہا
 خواب و بیدار میں یکساں انکا حال
 کچھ نہیں تجھ نظر آیا غریب
 تاکہ دیکھے اُس میں تو تیرا جمال

ہست حق تیرا سبق ہی نیستی
 تا جمال حق ہو تجھ میں جلوہ گر
 پھر بقا حق کے بقا سے پایگا
 وہ کمال اپنے کو دھونڈھے ہر کدھر
 پھر تو اسی مغرور کب کا بل ہوا
 تو تکبر میں نہوگا تو زبون
 مرض یہ ہر شخص میں ہی بوج تو
 مرض اُسکا ہی نہاں زیرِ گلیم
 جز بلطف مُرشد روشن مزاج
 بندِ عیبی کی نہ جانا کوئی دوا
 اولیا کے حال سے بیگانہ ہی
 دام میں شیطان کے غلطان ہی
 آپ خود شیطان ہی تو دیکھو
 نیک اپنے کو سمجھتا ہی مگر
 پاؤں اندازے سے باہر نالکے

تحفہ دیدار حق ہی نیستی
 تو فنا موجودیت کو اپنی کر
 حق کے لئے جب فنا ہو جائیگا
 جسکو ہی نقصان کی لے نہ خیر
 مرض ہی تجھکو تیرے پندار کا
 دیدہ دل سے تیرے پیچا توں
 ہی تکبر میں غلو الیس کو
 گرچہ اپنے کو سمجھتا ہی سلیم
 اس مرض کا سنی شکل ہی علاج
 بند آہن کو سسے کے کرے جدا
 فلسفی جو منکرِ حنا نہ ہی
 فلسفی جو منکرِ شیطان ہی
 گر نہیں شیطان کو دیکھا ہے
 اس لئے ہنستا ہی تو شیطان
 اللہ اللہ نازین ہی تو دے

سب جن اور آدمی پر کشتار
 جب نہیں کفار میں عقل صلاح
 سب زن و فرزند میں انکے سبیل
 خلق نابالغ میں بجز مست خدا
 غیر عشق حق اگر ہووے خوشی
 بلکہ یہ ہی مرگ تیرے جی کے سات
 نفس کی خواہش میں جب تو دو جا
 آتش ہوت نہ پانی سے بجھی
 نوردین اسکو بجھاویگا یقین
 لیا بجھاوے نار کو نور خدا
 خراج سے شہوت زیادہ ہوگی
 آگ لکری سے ہمیشہ ہی بلند
 شہوت سے پیرہیز اگر بولا حکیم
 مرض کو تیرے برحادثیگا عمل
 مال مایہ ہی اسے ضایع نہ کر

آدمی سب عقل کی خاطر تو مار
 قتل انکا حق کیا یکسر مباح
 کیونکہ میں بے عقل و مردود و ذلیل
 کب ہو بالغ تا لچ حصر و ہوا
 کیا خوشی ہی بلکہ ہی جان کنڈنی
 عشق کا گرینن پیا آب حیات
 پھر کہاں سر خواب غفلت سے اٹھا
 کیونکہ یہ آتش ہی دوزخ سبھی
 کفر کی آتش بجھاوے نوردین
 نور ابراہیم کو کر پیشوا
 بلکہ شہوت ترک کرنے سے کمی
 گر نہ دین لکری تو خود پاؤں گزند
 ترک کرورینن تو ہوگا تو تقسیم
 پس نہ لکری سے تو آتش کو بل
 راہ زن کو تو نہ تیغ و تبر

گینہ ور کو چھوڑ دے لے اہل دین

ہم نشین حق سے تو نور ہا ہم نشین

بیان حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حامی دین خسرو ملک یقین
مرتضیٰ سے سیکھہ اخلاص عمل
تھے کسی عرو سے میں اندر کارزار
ضرب تیغ دوسرے سے مار کر
ان میں تھا ایک پہلو ان نامی برا
نیچہ شیری سے اسکو کر کے زیر
ان نے اپنی زندگی سے دگر
وہ مبارک منہ کہ جسکو مہر و ما
چھوڑ دے اسکو اٹھے حضرت علیؑ
پہلو انہا حیران ہو ابو العجب
سرب سرگستاخ میرا تھا عمال
سرب سرہن شہر جانی را تھا
جان سب سے کیا پیر ہر پاسے

ساقی کو ترا امیر المومنین
شیر حق بین یاک بے مکر و دغل
ماتھے میں نے جگمگاتی ذوالفقار
کردنے کفار کو زیر و زبر
جنگ میں اگر مقابل ہو کھرا
سہر جہا کرنے کو مانگے شدہ دلیر
تھوڑک ڈالا اس مبارک منہ پر
سجدہ کر جاتے ہیں ہر شاہ گاہ
افتخار ہر نبی و ہر رولی
قل میرا تم نے بخشے کیا سبب
تم کیسے کیوں لطف و رحمت محل
تم گرا سے مجھ کو پھر چھوڑ سہ کیا
جو مجھے پھر جان دے بخشا سے تم

ہوشجاعت میں خُدا کے شہنشاہ
 معرفت میں پیشوا سے عارفان
 پس کے حضرت علیؑ ای پہلوان
 میں خُدا کے واسطے کرتا ہوں جنگ
 جب تو مجھ سے ایسی گستاخی کیا
 پس غرض اس قتل میں اگر ملی
 بندہ شہوت کہان پاؤ خلاص
 جو کر یگا جی کو جانان پر نشا
 جب ملک نیکون کو تو دیکھے بشر
 کہ نہیں فرزند تو ایلیس کا
 بس کہ دن یہہ ذکر گرتوں فرزند
 وہ جگر جو خون نہیں کیا سخت ہی
 معصیت ایسی کیا تو امی جو ان
 گرچہ کھویا عمر تو غفلت کے سات
 کر دیا آزاد تجھکو فضل حق

ہو مروت میں محمدؐ کے جگر
 کچھ کہو جو تم نے دیکھے ہو عیان
 اس لئے میں تجھکو بخشتا ہوں امان
 نفس کی خاطر نہیں یا نام تو تک
 نفس امارہ مرا برہم ہوا
 کام میں حق کے نہیں شہرت بھلی
 تجھکو ہی تیری غرضت اختصا ص
 کیوں کرے برص خلافت ایسا
 بوجھ ہی میراث شیطان وہ نظر
 پس تو کیوں میراث اسگ سے لیا
 خود جگر کیا چیز خارا ہوس خون
 غافل و مردود ہی بد بخت ہی
 ایک پل میں دھانپ والا آسمان
 کیا نہیں ظلمت میں ہی آب حیات
 قہر پر حق کے ہی رحمت کو سبق

جنگ پیغمبرِ اسرارِ صلح تھا
 لاکھباہر کو گناہ لے رسول
 رنج سے راحت ملے ای نیک بخت
 بیشتر ہی نفع نقصانوں کے سات
 حق اگر نیچا تو پھر لیتا ہی مول
 حضرت آدمؑ کو بھوسہ شیطان پر
 خود پسندی اور خود بینی سے کئے
 وحی بھیجا رب کہ امی آدم صفی
 قدرت اپنی جب کہ بتلا یہ اون
 پھار سو آدم کے پردے ایدم
 پس کہے آدم کہ امی پروردگار
 تو اگر طعنے کیا تو ہی بجایا
 تو اگر چاہا تو ہم انسان ہیں
 شیر خق ہوں میں نہیں سنگ پنجوان
 شیر دنیا دھونڈھتا ہنگا شکار
 فتنہ آخر زمان اس سے مٹا
 تو امان پایا سرامی اہل قبول
 دایان کاتے سے پھل دیتا درخت
 مرگ سے حاصل شہید و نیکو حیات
 جس کو کرنا داسے کرتا قبول
 تک حقارت سے کئے تھے یک نظر
 کام پر ابلیس ملعون کے منسے
 تو نہیں جانا ہی اسے ارضی
 گوہ کو یک بات میں تیکا بناؤں
 پائین سو ابلیس آدم کا جنم
 میں کیا تو بہ خطا تو در گزار
 ہلکو ہی نفسی ہی نفسی بولنا
 ورنہیں تو سر بسر شیطان ہیں
 سگ صفت ہو دین جو ہیں تن پرور
 کشیر مولاکا ہی مولانا پرشاً

جنگ پیغمبرِ اسرارِ صلح تھا
 لاکھباہر کو گناہ لے رسول
 رنج سے راحت ملے ای نیک بخت
 بیشتر ہی نفع نقصانوں کے سات
 حق اگر نیچا تو پھر لیتا ہی مول
 حضرت آدمؑ کو بھوسہ شیطان پر
 خود پسندی اور خود بینی سے کئے
 وحی بھیجا رب کہ امی آدم صفی
 قدرت اپنی جب کہ بتلا یہ اون
 پھار سو آدم کے پردے ایدم
 پس کہے آدم کہ امی پروردگار
 تو اگر طعنے کیا تو ہی بجایا
 تو اگر چاہا تو ہم انسان ہیں
 شیر خق ہوں میں نہیں سنگ پنجوان
 شیر دنیا دھونڈھتا ہنگا شکار

مرگ میں جب دیکھتا ہی سو حیات
 نفس حق کا حق کے فرمانے سے تُوڑ
 گبر جب یہ نکتہ پایا آشکار
 پس کہا میں تم پر کرتا تھا جفا
 میں ہوں ذرہ تم ہو ایک خورشید نور
 میں فدا اس بحر رحمت کا ہوا
 لے چا پس یک اپنے وہ خویش و تبار
 حِلْم کی تلواریں اس شاہ کے
 حِلْم کی تلواریں ہی تیغ سے تیز

مثل پروانے کے جلتا شمع سیات
 حق کی خاطر حق کے آئینہ کو پھوڑ
 تُوڑ کر زنا پھینکا ایک بار
 تم کو میں کچھ اور ہی سمجھا جو تھا
 میں فدا ہوں چاند پرچہ چلو
 جس سے تم ساگو ہر روشن بنا
 شمع پروہ لہر پر پروانہ وار
 خلق اتنے قتل ہونے سے بچ
 بلکہ سو شکر سے اگلی فتح تیز

دوسرا دفتر

مثنوی یک چند تھی مہلت پزیر
 شیر صافی ہی لہو میں متصل
 دین کو آفت ہی شہوت او جوا
 پس تجھے لازم ہی ہر دم حیا ط
 نفس کی خواہش میں یکدہ بدل

صبر سے آخر لہو ہوتا ہی شیر
 نور باقی ہی یہی دنیا سے مل
 در نہیں تو شیر و شربت ہی بجا
 تاپنا دے شیر خون سے خلائط
 صدر جنت سے گئے آدم نکل

بھاگے آدم سے تھے جن دہری
 نان کی خاطر بنی آنکھیں تنور
 لیک تھا وہ بال دید و نہیں اگا
 بال دید و نہیں ہی یک کوہِ عظیم
 ناہو اہوتا پشیمان سے نام
 مرد ہونا کام میں ثابت قدم
 جب کیا ایسا تو ہو گا حق رفیق
 کام ہرگز تو نہ رکھے اغیار سے
 منہ پر اپنے کے تو ہرگز دم نہ مار
 جاگنا ہی احمق سے جی بہ لکھات
 بلبلان سب بھول جاتی ہیں رسوم
 غیبتِ خورشید خواب دیدہ پوش
 مشرق اُسکا غیر عقل و جان نہیں
 رُوز و شب یکساں ہی اُسکی روشنی
 مطلع خورشید خود ہو جا لگا

مثلِ شیطان تھے ملک اُسے بری
 درد کے طوفان سے تھا دل چور چور
 گرچہ تھی یک بال سے کتر خطا
 جب تھی آدم دیدہ نورِ قدیم
 مشور سے کر کے ہوتے یہہ کام
 عقل سے جب عقل ہوتی ہی بہم
 دوست حق کا آشنا یکے لے شفق
 درد اپنے دل کا کہہ اُسے یار سے
 درد دل کا آئینہ ہی رو سے یار
 خواب بیداری ہی دانائی کے سات
 جب زمستان میں ہو اگو و نکادھوم
 بے گل و گلزار بلبل ہی خموش
 آفتابِ معرفت پنہان نہیں
 خاصہ دے خورشیدِ علم معنی
 مثل آئینہ کے دے دل کو جلا

یہ مثال زہنیں وہ مانند مس
 جس جان کو آفتاب ذات ہی
 جس جان کو تو کیا معنی نصیب
 مثل موسیٰ تا بنو النکھون کو چرا
 آفتاب چرخ ہی یک وصف ذات
 تو کبھی قاف ہی غنقا کبھی
 کیا تجھے نسبت ہی معدومات سے
 ہی مشبہ تا ہو حد خیرہ سر
 ہی مشبہ تا ہو حد خیرہ ہوش
 پھر موحّد کو حضور مین رہن مان
 واسطے تشریح ذات کبریا
 صغیر سن بولے کبھی رطب البدن
 منہ تر اسادہ رما آئینہ وار
 قابل رویت ہی کب سنی مثال
 دیکھتا اللہ کو بیسل اور گدھا

جس ظاہر کے ہوا مین پانچ جس
 جس ظاہر کی غذا اظہات ہی
 ای میرے جیکے چرا د لکے جیب
 جیب سے اپنے دیدنیضا بتا
 آفتاب معرفت تشریح صفات
 تو کبھی خورشید ہی دریا کبھی
 پر نہ یہہ دیوے تو اپنی ذات سے
 تجھ سے ای بے نقش ساتھ اتنے صور
 تجھ سے ای بے نقش ساتھ اتنے نقوش
 ہی مشبہ پر کبھی توحید خوان
 پھر کبھی صورت کرے اپنی فنا
 حالت مستی مین تجھ کو بوجہ حسن
 اسقدر ہوتے ہوئے نقش و نگار
 جس ظاہر کو ہی مذہب اعترال
 جس ظاہر شاہ کو گر دیکھتا

یا وہ جس مشترک کار از دار
 ہی غلط جب تک تو صورت میں رہا
 جو رہا ہو مغز خارج پوست سے
 نقشہا دیکھیں گے غیر از آب و خاک
 فرسش دولت اور پھر فراسش کو
 ہی خلیل اللہ سا اسکا مثال
 صورت انکی بت ہی معنیٰ شکن
 جان کو آیا جمال اپنا نظر
 ہی مثال اس خاک سے صبر و شکیب
 خاک تین وہ سُر نہ مازع ہی
 خاک اسپر جو نہیں اسپر تار
 نوجوان کیونکر قبولے پیر زال
 نیک سے ملتا ہی نیک اور بد سے
 انکے وہ کرتا ہی جانوسمزی
 ہو گیا پردہ شجھے خورشید کا

پس بنی آدم کو ہوتا کیا و قار
 نامصوّر یا مصوّر بولنا
 نامصوّر یا مصوّر وہ کہے
 دل کا آئینہ اگر تیرا ہی پاک
 نقش کو دیکھیں گے پھر نقاش کو
 یار کاجب دلمین کرتا ہوں خیال
 کیا کہوں کیا ہی وہ نازک بدن
 شکر حق کاجب ہوا وہ جلوہ گر
 خاک انکے راہ کی ہی دلفریب
 خاک سے اسکے جگر پر داغ ہی
 خاک مین کیسہ ہی امی ہوشیار
 ہی جمیل وہ دوست رکھتا ہی جمال
 جنس اپنی کا ہی طالب ہر احد
 نیک گردیتا ہی بد کو بہتری
 آنکھ مین یک بال اگر تیرا ہوا

حال تیرا بولُتُب کیسا بنے
 راستانِ تھکوں کرینگے سرفراز
 دُوجہان میں پھر اُسے عزت نہیں
 چھوڑ دے روباہ بازی شیر ہو
 آبِ حیوان کا اُسے مانگ پھان
 تو سمجھ رہن کو رہن لے گیا
 تخمِ خوبو یا اسیکا کھائے پھل
 بلکہ تو کاتون میں پر پتیا یگا
 یار تیرا مار ہو تجھ کو دے
 روشن اُسکا بلکہ دلِ حیوانِ مسک
 مایہ صوفی ہی اسرارِ قدم
 اُسکو دیکھے سپر ہر ذرات میں
 شی کو دیکھے ہیں عدم میں دوسے
 ذات و احد روحِ انسانی ہوا
 دلیں رکھتے ہیں چھپا کر شیطنت

اگر تمامی تن ترا تیرا بنے
 چھوڑ دے اپنی کجی ہو راست بان
 جو ہو انارِ استان کا ہم نشین
 سر پر اغیار کے شمشیر ہو
 مالِ جب فانی ہی اُسکو خاکِ جان
 مال تیرا اگر عدو تھگ کر لیا
 فاش ہی سارے جہان میں یہ مثل
 خار گر بویا تو گلِ ناپا یگا
 پھول بھی پایا تو کانا ہو دے
 دگر صوفی نہیں صرف سیاہ
 مایہ دانشورانِ فتنِ قلم
 دیکھا ہی جو کہ تو آئینے میں
 می کو دیکھے ہیں دلِ انگور سے
 روح حیوانی ہی ہر یک کا جدا
 آدمی اکثر ہیں حیوانی صفت

گرچہ کرتے ظاہر اچھو سلام
 کر سلام غلیک سے اُنکے حذر
 دشمنوں کی بات واضح سے دغا
 مثل اس فری کر یگا سنگون

خون کے پیاسے ہین وہ نسل حرام
 مگر سے ایسوں کے تو پیر ہین کر
 جو کہ کھاویگا فریب ابلیس کا
 حال اسکا سر بسر ہوگا زبون

حکایت اس گدھے کی جو بھوکھ سے گر کر پرا

صوفیوں کا شب کہین مہمان ہوا
 آب و دانہ کاہ مر کب کو دلا
 حق خدمت سب کیلے ساتھ ہی
 رات بھر لا حول تھا اسکا جواب
 تھو کرین کھلنے لگا وقت سفر
 رات بھر تسبیح تھی دنگو سجد
 داؤ بیگانہ نکامت کھا زینہار
 کام اپنا کرنے کر اغیار کا
 سکو اتنے درد سے کرتا جن
 جو ہر جان کو ہی تیرے کش مکش

ایک صوفی جانے والا راہ کا
 مہربان سے وہ کہا ای شہیوا
 وہ کہا لا حول بہ کیا بات ہی
 جو کیا مر کب کے خاطر وہ خطاب
 بھوکھ سے لاچار ہو بیچارہ خر
 جب غذا سے اسکو ہنچا کچھ نہ ہو
 شیر ہو تو آپ کر اپنا رشکا
 غریگی جاگہ گھر اپنا مت بنا
 کیون کہ ہی اغیار بہ تیرا بدن
 جب تلک کرتا ہی تن کی پرورش

جان کو لہجہ کے گلخن میں رکھا
 جان ہی اودہ کفر و حسام
 ہی پیدا آخر پلید و نکی طرف
 وہ انا فرعون کا سب زور تھا
 خلق گر ناخوش رہیں کچھ نہیں ساد
 چاند کو اس بھونکنے سے کیا گیا
 بیہدہ بلکہ ہی گیدی بولہب
 یا کہ وہ کشتی تھی جیسی نوح کو
 دشمن جان ہی تیرا وہ سگ صفت
 چھوڑ دے دنیا کا سارا کرو فر
 بیٹھ جا یک چند اور اپنے پہ رو
 شمع کے رونے سے ہی روشن چراغ
 پھر کہاں سوز دل و دامن چاک
 درد ہی وہ جو طمع اس میں نہو
 فرق ہی انہیں عیان کر دیکھ غور

دو منافع پرورش تن کی کیا
 ہی زبان پر اسکے جاری حق کا نام
 پاک یوں سے پانگے پاکان شرف
 تھا انا الحق نور دل منصور کا
 جس کے منہ پر بان ہی خندان و شاد
 چاند کو دیکھے سے کتا بھونکتا
 امصطفیٰ اشق القمر کرتے ہیں سب
 یہ بدن درہا ہی تیری روح کو
 تیس کے گتے کو جیتا چھوڑ مت
 اگر نہیں کتا تو مت جا مار پر
 دوسروں پر پشتر رو یا ہی تو
 ابر کے رونے سے ہی سبز باغ
 نوحہ گر کرتا ہی باتیں سوزناک
 صرف ہی تقلید اس کی گفتگو
 ہی محقق اور تقلیدی ہی اور

فرق ان میں ہی براتو دیکھ لے
جان و دل سے مُتقی کہتا خدا
انکھ میں اُسکے زہتی کو فی چیز

کافر و مومن خدا کہتے و لے
نان کی خاطر خدا کہتا گدا
گر گدا اس بات کی کرتا تمیز

حکایت دہقان کی جو تاریکی میں شہر کو تیل بوجھا

باگ اُسکو کھا کے بیٹھا تمھان پر
باگ اپنے ولین یون کہنے لگا
آفتاب اُسکو نظر آیا سہل
پھار کر دہقان مٹا ہوتا جسگر
نام سے میرے گیا جل کوہ طور
خون ہو بہا میں زہرہ پھوت کر
اس لئے غافل ہی اتنا بے ادب
ہاتھ ہستی سے تو اپنی دہنو یگا

نیل تھا باز دھا ہوا دہقان کے گھر
رات کو دہقان اُسے مالش دیا
مجھ کو اس تاریکی میں سمجھا ہی نیل
روز گر ہوتا تو روشن سرسبر
حقِ شمعے کہتا ہی امی مغرور کو
کوہ کیا افلاک ہو واقف اگر
تو سنا باب سے میرے لقب
گر توبے تقلید واقف ہو یگا

بیچیا صوفیوں کا گدھے کو مسافر کے

راہ سے باز دھا گدھا آنور پر
بیچ دانے اُس مسافر کا گدھا

ایک صوفی خائفہ میں آن کر
صوفیان رہتے وہاں تھے بے نوا

شا زہین صوفی ہزار و ہشتاد و چار
 مجھے مین جب ہو اکوی پامال
 لا طعام و نقل سب کھاپی لئے
 لاطنورا ناچنے گانے لگا
 صوفیان سب اسکی ہم آواز تھے
 جہر ص مین کھانکی غافل تھا فقیر
 جب گذر گئی شب ہو آخر سماح
 وہ مسافر بھی فجر ہوتے اُدھر
 بلے لیا اسباب خادم کو کہا
 وہ کہا سائین کہہ کوئی گدھا
 الغرض خادم سے تھا اسکو جدال
 یہہ طمع پردہ ہی گوش و چشم کا
 مرد کو آخر طمع گونگا کر سے
 حق کی رحمت سے جسے جہان ہی
 جو نقائے حق سے بر خوردار ہی

باقیان سب اُنکے ہوئیں فضلہ خوار
 اُسکو تب مُردار ہو تا ہی حلال
 مُطرب آیا صوفیان حلقہ کئے
 خر گیا ہی خر گیا ہی خر گیا
 یہہ بھی اُنکے ساتھ تھا تعلیم سے
 کچھہ بین سمجھا کہ یہہ کیا ہی نفیر
 ہریک اپنی رہ لیا بول الوداع
 خانقہ سے اُٹھ کیا عزم سفر
 جاگدھے پر جلد تر پالان لگا
 رات خود تم بولتے تھے خر گیا
 دھول دھتے سے ہو دو نو ذہ حال
 دور اپنے دل سے کر جہر ص وہوا
 با طمع کب چشم و دل روشن رہے
 ہی گد اگر چہ کہ وہ سلطان ہی
 پاس اُسکے یہہ جہان مُردار ہی

اُس طرف آفت ہی تیرے آس پاس
 خلوتِ حق کے سوا راحت نہیں
 خلوتِ حق کے سوا آرامِ متن
 حق اُسے ایمانِ نزدیکانِ نیک
 چھوڑیہ بازار لے اگلا دکان
 شش در شش درہ ہی مات مات
 جب خیال بد ہو تجھ کو ہر ہنما
 راہ کے تیرے مین ٹنک راہ زن
 ورنہ تو آخر کو ہو گا پاناما لہ
 حق دو اہر مرض کی پیدا کیا
 جب تلک حق مین کیا تیرے نصیب
 لہر لہر محبوب ہی نفع و ضرر
 کیا جمال و کیا کمال و کیا زبان
 پیکرِ حکم خدا سے نہ مات
 چشمِ لبھل کے مین جیسے جان پر

جس طرف دُورِ یگارت کی کر آس
 کوئی طرف بے محنت و آفت نہیں
 کوئی کُوتہ بے درد بے دام مین
 ذاتِ مین کے مین صبر و قرار
 تو زمینِ اصل تیرا لامکان
 شش جہت تو بھی بجا ہر شش جہات
 ہی خیالوں سے تیرے تجھ پر بلا
 یہ خیالاتِ زرو فرزندوزن
 دور کر دل سے تو یہ سارے خیال
 مصطفیٰ فرمائے اسی اہل بلا
 لیکن اس دارو سے غافل ہی طبیب
 مہر ہی خالق کا چشم و گوش پر
 جو خدا چاہے سو ہو تجھ پر عیان
 بھر ماجار سے لیکر کائنات
 ہر دم اسی طالبِ خدا پر رکھ نظر

سناجات بیچ درگاہ پروردگار کی

دستگیری کرگنا مان درگزار
 فضل تیرا ہی ہمارا کار سنا
 ذاتے تیرے ہی سب اُمید دیم
 پس اجابت سے ہمارا ہونہا
 حکم تیرے ہی سارا عقدہ حل
 اسکو ہر خوشی کی نسبت دیا
 عشق میں اپنے پھر آیا دردناک
 فضل سے اپنے مجھے کر کامیاب
 عشق دے تیرا دل اسودا دین

ای خدائے پاک بے اناز و یار
 ای خد او ندو کریم و بے نیاز
 تجھ سے ہوا ہم جانین کس پاس ای کریم
 تو دیا اول دُعا کی دستگاہ
 اگر خطا چاہیں تو کر اسکو بدل
 آب و گل سے آدمی پیدا کیا
 پھر کیا بعضوں کو اس نسبت سے پاک
 دے تجھ بھی اپنے الفت کی شراب
 مُسْتَعان ہی بلکہ بے کس ماعین

ایمان بہ حقیقت کلمہ معشوق وہ ہی جسے قیامِ حسنِ ظن ہے

وہ جو ہی معشوق یہ صورت نہیں
 ہی اگر کامل تو لے اسکا پتا
 دھو ندلے جا اصل جو ہوشِ قدیم
 ہی سراسر پردہ پروردگار

ای اسیرِ عشق یارِ مہ جبین
 ارگنی صورت تو پھر باقی ہی کیا
 خاک سے کیا دل لگایا ای سلیم
 دیکھتا ظاہر جو یہ نقش و نگار

یہہ ملع سسر آ ر جا یگا
 ہی جمال دل جمال جاودان
 خود وہی ساقی وہی جام و شراب
 ہی وہ تینو تک و لے تیرا تیس
 صورت فانی تیرا اصل اصول
 وہ نہیں معنی جو کورو کر کے
 کور کو قسمت خیال غم فنا
 اگر تو مینا ہی حقیقت کر درست
 خراگر ہی تو یقین پالان ملے
 اگر طلب تجھ کو نہیں کیا پا یگا
 یہہ نکہہ پا یا فلانا مفت گنج
 کام ہی وہ بخت کا تو کام کر
 کام کرنا گنج کو مانع نہیں
 قیدائے منے کو ترزد دین نکر
 اس ترزد کو رسول باوفاق

خال و خط کا کچھ اثر ناپا یگا
 ساقی آب حیات اُسکے لبان
 جب کر لگا تو طلسم اپنا فراب
 کب سمجھا اُسکو ای حق ناشناس
 تو یہی معنی سمجھا لوفضول
 مرد کو صورت پہ عاشق تر کرے
 قسمت چشم یہہ خیالات فنا
 چھوڑ کر خرو کہو نہ پالان پرست
 جان گر ہی تو مقرر نان ملے
 بیچ نین بویا تو چھل کیا کھا یگا
 کیا سب لینا مین ہی سر پر بچ
 حُکم نا دور پر نہیں ای بے خبر
 گنج قسمت ہی تو پاؤ یگا یقین
 یہہ کیا تو خوب تھا یا وہ دگر
 منع کر بولے کہ ہی اسین نفاق

آشنا بہی جو ہو آسودہ دل
 صحبت اسکی صحبت شیطان کے
 چھوڑ دے شیطان کو کر ذکر حق
 صبح صادق صبح کا ذبے پیمان
 ہفت رنگی چھوڑ دے یگرنگ ہو
 رنگ تیرا ذریہ ہو جا یگا
 کارگہ حق کا عدم آباد ہی
 کارگہ مین کارکن ہو گا بہان
 کارگہ یعنی عدم کا سیر کر
 جب خودی مین اپنی تھا فرعون مست
 سو ہزار ان طفل مارا بے گناہ
 نو دقضا کرتی تھی بابا بگ بلند
 وہ کہا خون پر کلیم اللہ آ
 نفس کو مارا تو پھر تیرا ہی پار
 مان اسیجے د مارا اس کے لئے

لذت فانی مین یا ہو یا بگل
 جو سمجھے فانی طرف مانل کرے
 ترک کر فانی بقا کا لے سبق
 رنگ می کو غیر رنگ جام جان
 معرفت کو حق کے تیرا ہنگ ہو
 سنگ کے بدلے جو اہر پا یگا
 جس عدم سے خلق کی ایجاد ہی
 کارگہ مین جا کے دیکھ اس کو عیان
 صفت و صانع کو باہم کر نظر
 کارگہ سے کو تھا اور خود پرست
 تا پھر آوے حکم تقدیر الہ
 د مہدم موجھوں پر اس کے ریش خند
 فعل کی اس کے دے اس کو سزا
 دشمن جان بھی تیرا ہو دو ستدار
 پھر تو قصد دو ستداران ناکرے

یا رکھیں استاد سے لڑکے نقیض
راہزن مین جان اور ایمان کے
تھا حد سے لبر ان کا عدو
حابد و نگو سچ ہی ملتا ہی چل

گر طبیوں کے عدو ہو دین مریض
خود وہی دشمن مین اپنی جان کے
مصطفیٰ سے تنگ تھا بوجہل کو
بوالحکم تھا سو کہا یا بوجہل

انبیاء انبیاں حق و خلقاً اقطاب قائم مقام انجمن

تاجد ہوا آشکارا خلق کا
تاقیامت امتحان کرتے رہیں
خواہ نود نسل عمر ہو یا علی
باطن و ظاہر مین یتھا روبرو
اسے کم دوسرا ولی قدیل ہی
نور کو بنیں اسطرح ترتیب
نور کے پردے مین یہ سب بوجہ
صف بصف ہر قوم کا ہی ہر مقام
دیکھ مین سکتی ہی اگلے نور کو
مین جلا سکتے مین اگلے نور پر

انیا کو اس لئے بھیجا خدا
یک ولی قائم ہی ہر ہر دور مین
ہی امام حق و قائم وہ ولی
مہدی مادی وہی ای راہ رو
شمع ہی وہ عقل اسے جبرئیل ہی
تیسرا مشکات ہی قدیل کا
سات سو پردے مین حق کے نور کو
سچ ہر پردے کے تا نور امام
آخری صف نصف سے اسی شیک خود
وہ صف اول بھی تنگ اپنی نظر

دل نہیں تو نیک کیا معلوم ہے
 پھر بہن یہہ دکھا جڑوی تن صفت
 اس سخن کو چاہئے شرح و مثال
 پاؤں تیرے آکھش بھی تیری بھلی
 آدمی ہی بات میں اپنے بہان
 جب اٹھا دیتا ہے وہ پر وہ سخن
 غافل اپنے سے بہن یہہ تو ہم ہی ہے
 نور حق ہی اصل قوت انسان کا
 لٹک علت سے ہوا اس میں خراب
 جس طرح کوئی مرض سے کھاتا ہے گل
 قوت اصلی کو گیا وہ بھول کر
 صورت انسان مثل کاس ہی
 خلق کو عجز و شرف ہی عاریت
 واسطے عزت کے خواری کھینچے
 کیوں نہیں ہوتے بہن مجھے کامیاب

دل سمجھتا ہے بدن محسوس ہے
 نسبت اس دل کی جو بھی با معرفت
 پر مجھے ہی خوف ناسمجھتے جہاں
 عقل کی دشمن ہی تشنگ جاہلی
 جان کی درگاہ کا پردہ زبان
 سر صحن اسکا ہی ہم پر بہن
 اس لئے کرتے بہن عین ہمدگر
 قوت حیوانی نہیں اسکو سزا
 روز و شب کھاتا ہے چارہ خاں
 خود سمجھتا ہے غذا اسکو بدل
 مرض کے چارے باندھا ہے نظر
 اسکے معنی سے نظر حساس ہے
 امر کو عجز و شرف ہی ماہیت
 خوش رہے خوارین عزت کے لئے
 ہوں میں اس عزت میں روشن آفتاب

ہی ہمارا آفتاب اس سے جدا
 ذات کو اسکے نہ صبح و شام ہی
 مہربے سایہ ہی اندر دو جہان
 شوق سے پھر تا ہوں اُسکے آس پاس
 پھر اسی سے بہن سبب سے قطع
 شمس کی جانب سے تم جاو جا
 نارے ماہی بجز دریائے آب
 جانو ہی شمس کی صنعت گری
 بہت غیرت کیوں ہستی لیا
 کیا براقِ آب و کیا خدای و دود
 اصل پر اپنے نہیں رکھتا فطرہ
 دم بدم پاتا ہی یک منزل تہی
 ہو گیا ہی کوڑوہ شور آب سے
 تانجے حاجل ہو مجھ سے آگہی
 نیک و بد کے اصحاب سے وقف رہے

مشرقِ خورشید ہی بُرجِ سیاہ
 شرقِ اسکانست جہاں ہی
 اُسکے ہم ذرات واپس ماندگان
 پس مجھے ہی شمس کے طلعے کی آس
 شمس ان اسباب سے ہی مطلع
 گر ہزاران بارین مایوس تھا
 پر نکر باور کہ میں بے آفتاب
 و رہو مایوس مایوسی مری
 صنعتِ صنایع نہیں ہرگز بند
 پاتِ اس موجود سے عالم بود
 لیک نابینا گدا ہی بے خبر
 اصل سے جس کو نہیں ہی آگہی
 وہ پیا ہی شور آبِ ناب سے
 اب کہتا ہی کہ سیدھے ماتھے پی
 ہی مراد اس جا سیدھے ماتھے سے

عشق میں تھے شمس دیکھے ہم آہر
بازوہ بہتر جو پھر سلطان کو پاس

ورنہ اس اندھ کو ہم کرتے بصر
باز اندھا ہی جو مثل بھول جا

حکایت باز کی برسبیل تمثیل

بازویرا نے میں چغدونکے گیا
چغذب کہتے لگے کر اژدہ نام
جو طرف غصے سے کتوں کے مثال
بازو لالک ہوں لائق چغذ کے
میں نہیں رہتا یہاں جاتا ہوں میں
یہہ خراب آباد ہی تلوں سے
چغذ بولے باز ہی بس جیلہ گر
مرغ ادنیٰ جنس کب ہو شاہ کا
ہی ایسے اس بات کا سودا خام
پھر کہا بازا می گردوہ نے بصر
شاہ چغذستان کرے یکسر خراب
بازو ہوں جہراں ہی مجھ سے ہما

راہ کو گم کر کے ویرانہ لیا
باز آیا تاکہ چھینے یہ مقام
گھس کر اس کا بنایا تنگ حال
جاؤں سو ایسی خرابی تلوں سے
حضرت سلطان عالیشان کتین
ہی ہماری جاے ساعد شاہ کا
چاہتا ہی مگر سے چھن جا گھر
مت نہ کر عقل رکھتے ہو بجا
والتا ہی لاف سے چغذوں پر دام
نم اگر توڑو گے میرا ایک پیر
جیل سے اپنے کرو مت گھر خراب
چغذ کیا واقف ہو میرے راز کا

ایک دم چھ دن سے ہوں دساز مین
 آلو مجھ سے تو ہو جاتے ہو باز
 طبل میرا ہی نہ اے ارجی
 مین بہن جنس شہنشاہ غبور
 جنیت میری بہن از روی ذات
 مین بہن ہم جنس اپنے شاہ کا
 مین ہو افانی تو بس باقی ہی شاہ
 جان و دل سے مین غبارِ راہ شاہ
 خاک ماں سکا تو ہو جاوے اگر
 خاک اُسکے راہ کی میرا ہی جان
 اُس نشان کے واسطے تو خاک ہو
 کیا عجب گروہ رسوا لیس و جان
 بیشتر عشاق ایسے بھی ہوئے

تا کروں چرخوں کو یکسر باز مین
 شاہ تم سب کو کر گیا سرفراز
 حق گو امیرا بر غم مدعی
 پر ہی مجھ مین نور کا اُسکے ظہور
 آب جنسی خاک ہی اندر نبات
 پر ہو اہوں ذات مین اُسکی فنا
 مین ہو اُسکا فدا خاک راہ
 پانوں پر گھوڑے اُسکے ہوں فدا
 شاہ سب تجھ کو کرینگے تاج پسر
 خاک پر ہی اُسکے پانوں کے نشان
 جان فداے صاحبِ نولاک ہو
 عاصیوں کو بھی تاوین وہ نشان
 قصہ صورت کر حقیقت کو لئے

حکایت اُس عاشق کی جو مجار سے حقیقت پایا

علم کے ہر فن مین کامل نیا نیا

تھا کسی استاد کا شاگرد ایک

وقت کا اپنے یک علافی تھا وہ
 رو برو رکھتا تھا اپنے ہر گھری
 سیم تن شیرین سخن صاب تینے
 سر پر نادر و درخ تھی دو وہی
 دلبری میں ہر دو ابرو طاق تھے
 لب نہین کو زب تھے گویا قند کے
 بات شیرینی سے تھی رشک نبات
 چال سے اسکے خجل کلب دری
 ہنویا یکبارگی بے پادوسہ
 عشق کا اسکے اگا بھنے سبق
 لے گیا خاطر اپرا اپنے مال
 اپنے عاشق سے نکر تو جہاد کہ
 کچھ تو اس میں الکی عم خوار کی
 چشم کے پھار کی تیمار کر
 وصل کی لذت تجھے پہنچا دنگی

بحث اور تکرار میں نامی تھا وہ
 اس پہ تھی استاد کی شفقت بری
 تھی اسی استاد کو پھر یک کینہ
 قامت اسکا چون الف سرو سہی
 زکس اسکے فیتہ آفاق تھے
 زلف اسکی زام دانشمند کے
 چاہ غمغیب چشمہ آب حیات
 تھی سر اپا غیرت حور و پری
 باہان شاگرد اسکو دیکھ کر
 بھول جا ساری کتابان تا ورق
 جب کیا استاد معلوم اسکا حال
 اسکو آپستہ کہا ای سرو قد
 لے گئی دل اسکا دلاری نہ کی
 وصل سے جا اسکو بر خوردار کر
 تن کی شب بول تجھ پاس آنگلی

چشم بدے رکھہ رقیبوں کے ہر اس
 عاشق بے دل رہا در نظر ار
 یقین وعدے تین شب کے تل گئے
 آج کی شب وصل ہوتا ہی یقین
 شمع سادہ لہر لیا سوز و گداز
 راوے اسکی نہیں تانا لظہر
 جلوہ گر تھا اُس میں دلبر کا جمال
 ساتھ ہوا اُس تار کے وہ سیم پر
 وہ نہیں سمجھا کہ خود ہی یا کہ وہ
 ذرہ جا خورشید سے اصل ہوا
 وہ مجاز اپنا گیا یکب ر بھول
 نقش ہو فانی تو مشکل بلے حل
 کچھ بھی ہی انہن مشابہت نامثل
 خون کے قطر مین پہنان نور دل
 عقل کا ہی شمع اندر معترض

پر نجابے حکم نیرے اُس کے پاس
 الغرض جا اُس نے کی امیدوار
 تین شب گذرے اسی اُمید سے
 باز پوچھے شب کبھی امی تیرے میں
 جب سنا بیدل حدیثِ دلنواز
 رات بھی انکھینوں کو اپنے تیرے کر
 جو نظر میں اُس کے تھا آتا خیال
 استغاری جب گئی حد سے گذر
 یک بیک پردے سے ہو گئی روبرو
 فیض بھی اُس تار کا شامل ہوا
 دیکھ کر صورت کو معنی کر قبول
 نقش مین پہنان ہی نقاش ازل
 آنر بہہ جان ہی بدن سے متصل
 نور بینائی ہی چربی ساتھ مل
 ہی خوشی گرد مین غم اندر جگر

عقل کو ہی چند چون کی معرفت
جان میں وہ نور تھا مریم صفت
جان بھی پھر یک جہاں حامل کیا
حشر پہہ کرتا ہی محشر کو عیان
حشر لگ اس شرح میں عاجز ہوں

اُن علاقہ میں کہاں ہی کیفیت
ہم نہی سے پاسے نور معرفت
جان جان سے جان جب حامل ہوا
پس جہاں جنتی ہی یک دوسرا جہاں
اُس قیامت کا بیان کر میں کہوں

حکایت تیا سے کی جو اینت پانی میں دالتا تھا

تھی اُسے دیوار حامل درمیان
وہ پکارے تھا بچارہ اب اب
کار کر پھینکا سو پانی میں گری
اینٹ لے لے پھینکتا تھا بے حساب
اینٹ پھینکے سے تجھے کیا ہی بھلا
ایک ہی تسکین تک آواز سے
متصل ہوتا ہوں پانی سے ادھر
تب تلک پانی سے تو نا بہرہ مند
تب تلک نین پایگا آب حیات

تھا کہیں مذہبی پر ایک تہہ دان
تھی وہی دیوار پانی کو حجاب
ناگہاں ایک اینٹ اُس دیوار کی
کا نہیں پہنچی جب اس کے بانگ اب
تب اسی پانی سے یوں آئیندا
وہ کہا و وفاند سے مجھ کو ملے
دوسرا جو اینٹ کمتی ہی ادھر
جب تلک دیوار ہی تن کی بلند
جب تلک پایا نہیں تن سے نجات

پستی دیوار ہی قُربِ جلال
 اینت کم ہونی کو مسجدہ میں سبب
 مان تیرے تن کا اپنے توڑ گھر
 پیشتر اسکے جو پیری اُٹے
 جا چکے ایام کچھ بویا نہیں
 مان و مان اسی راہ رو تیرے ہی
 جب تلک ہی جان کا روشن چراغ
 بول مت فردا کہ فردا جا چکا
 پند میری سن کہ تن ہی سخت بند
 بند کر لب مال اپنا صرف کر
 ترک شہوت ہاؤ لذت ہی سخا
 ترک شہوت یک رسن محکم ہے
 تو ہی یوسف یہہ جہان ہی مثل غار
 صبر کر تا اسے باہر آ یگا
 شکر حق کا ہی جو یہہ دوری ملی

فضل اُس دیوار کا عین وصال
 باعثِ قُربت کہ واسی و اقمہ تہ
 جِطرحِ تُوڑے علی خیمہ کا در
 موت کا پھاندا پرے تیرے گلے
 منہ سیاہی سے ابھی دھریا نہیں
 پیٹھے پر تیغا اجل کا سخت ہی
 روغنِ عرفان سے کرتازہ دماغ
 تانجاوے دور کل ایام کا
 توڑ جلدی تن کو موت ہوتن پسند
 بخل سے ایشارتن کے درگذر
 جو کہ شہوت میں پھینا پھر کُٹھا
 چاہِ غفلت سے نکلنے واسطے
 صبرِ دوری ہی بحکم کر دگا ر
 درہنیں تو غار میں رہ جا لگا
 اسکے لینے میں نکر تو کا ہلی

دولت دیدار حق سے ہی ملے
 عالم باقی ہی آنکھوں سے نہان
 خاک کا سوچھے تجھے سب کا رو با
 باد بین پہ آنکھ تیرے ہی نہیں
 ہی بجز راکب کے گھوڑا نا بکار
 با ادب مرکوب ہی منظور حق
 چاہئے راکب کہ جانے شاہ راہ
 خود بجز آثار یا گاہ آرا کے
 معنی نور علی نور یہی
 بے ادب گھوڑا پسند آتا ہی کب
 نور حق نیجا یگا افلاک پر
 نور حق دریا و جس مثل سراب
 با وجود آنکھوں نہیں اس کے ہی نہان
 کیوں نظر آوے تجھے اسکا نمود
 اسپ ہی پیدا و ناپید اسوار

جب ہوا باہر تو پھر عیش ابد
 مہر جہان فانی جو دیکھے ہی عیان
 خاک آرمی ہی ہو اپر ہو سوار
 کب ہو آوے نظر تجھ کو یقین
 چشم جس گھوڑا ہی نور حق سوار
 نور جس مرکوب راکب نور حق
 کب کرے معلوم گھوڑا رسم و راہ
 ایک کب سوچھے ہی وہ راکب تجھے
 نور جس کو نور حق سے ہی پہی
 پس تو اس گھوڑا کیو سکھلا د ادب
 درجی کھینچتا ہی خاک پر
 بہ جو ہی محوس عالم ہی اب
 رسی ہی مگر آؤر گران
 حق جو پاک تر ہی امی و دود
 نہ نہان ہی قلم ہی خط گزار

جان ہی تیرا او پنہان جان جان
 تیر پر ہی شاہ کی ہر دم نگاہ
 جز وکل پر ہی تسلط شاہ کا
 گوئے چوگان ہم ہتین چو گانی کہان
 گوش کرے ماجرا مضور کا
 تن کو ویران کر بجان معمور ہنو
 جب ہو اندہ فنا سلطان ہوا
 پھر اُسے ہرگز تو لکری نا کہے
 نور کو اُس کے ملک سجدہ کیا
 پھر نہین غرق آب سے مجھ کو نظر
 وہ کہا رکھتا ہوں پانی سے جیا
 تجھ سے کیوں جاؤ گی یہ آلودگی
 شرم اُسکو مانع ایمان رہے
 لیک کب درتے ہیں صاحب ہمتان
 واسطے شکر کے مرنا ہی روا

تیرا آتا ہی و لے پنہان کمان
 تیر کو مت تو رہی وہ تیر شاہ
 مار میت اوزیت حق کہا
 ہم سیکار اُسکے اُسے ثانی کہان
 ہر طرف ہی جلوہ اُسکے نور کا
 پختگی لے تو فنا سے دور ہنو
 تو ہوا فانی تو حق باقی رہا
 آگین لکری جلے آتس بنے
 آدمی جب نور خالق سے لیا
 تاب دریا کا نہین تمکو اگر
 آب آلودہ سے بولا مجھ تین آ
 پھر کہا پانی جیا کب جانگی
 مجھ سے آلودہ اگر پنہان رہے
 اگرچہ ہی شاہوں کے آگ خوف جان
 شاہ جب شکر سے شیرین تر ہوا

حکایت ذوالنون مصری رحمہ اللہ علیہ کی

تاگہاں پیدا ہوا انکو جنون
 کیوں نہ لیو بیٹے گسارہ عاقلان
 حامیوں کے شر سے زندانین رہے
 کیوں نہ ہو منصور لائق دار کے
 کیوں نہ وہ چاہینگے قتل انبیا
 چورین کیا کچھ کیا تھا جدو کہ
 لگ رہا آخر اٹھینگے حاسدان
 خاک کر پیدا کر یگا کر دگار
 اور شرابی کا رہے گندہ وین
 آدمی ہی تو اسے رکھے سنبھال
 نیک و بد اطوار سے ہر شخص کے
 شکل سے اسکے تیرا محشر کرین
 بد بدی کو بھی جزا نیکی کو نیک
 جانتے بہن ہر کسی کا حال خوب

تھے بہت ذوالنون مصری ذوفنون
 جاہلون کاکارم جب دیکھے دکان
 تنگ سے جلا کے دیوانے بنے
 جب فلم ہوا تھہ میں ککار کے
 جب یکسوں کو فلک دولت دیا
 یوسف مصری یہ بھایوں کا حسد
 ہی حسد یہ لگ باطن میں نہان
 پھر حریضان شکم مردار خوار
 ہی زنا کاروں کا بدبو وہ بدن
 آدمی کا ہی بدن صحرا مثال
 مین ہزاران اس میں خاک و بھرنے
 جو تیری خصلت ہی غالب ذات میں
 دل سے ہی دلکو نہانی راہ ایک
 بندگان خاص علام الغیوب

چنگو حق کے راز کی تمیز ہی
 چنگو حاصل سیر ہی افلاک پر
 دوستان بیمار پرسی کے لئے
 ناک مار سخت انکو دیکھ کر
 باادب بولے کہ ہم مہین دوستان
 کیا تمہارا حال ہی اسی قبلہ گاہ
 تم ہو یک دریائی عقل و ذوقوں
 مہین مجبان ہم تمہارے راست باز
 سین بدل دلسوز اور غمخوار ہم
 گھور کر کرنے لگے تپ سنگ
 تپ پہلا سر ہنسے بے اختیار
 دوست سے کب دوست کھتا ہی گران
 دوستی زرنج ہی آتش مثال

بھید مخلوقات کا کیا چیز ہی
 انکو تشکیل کب جو ناز پر
 خدمت ذوالنون مین چلنے لگے
 کون مہین مجھ سے رہو تم دورتر
 واسطے پر شمش کے چل آئے یہاں
 کیا سب زندان مین ناحق ہو تباً
 ہی فقط بہتان تم پر یہہ جنون
 دو جہان مین ہم کو ہی تم سے نیاز
 رنج و راحت مین شریک و یار ہم
 خوف بھاگے سبھی وہاں غا
 دیکھو اخلاص کا یاران شعار
 محنت و رنج و جھانے دوستان
 زر خالص آگ مین ہو بے زوال

حکایت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی

تھا دل انکار و شن آئینہ صفت

تھے بہت لقمان صاحب معرفت

ظاہر رہتے تھے بندوں کی مثال
ساتھ اس عزت کے سرفاکنہ گی
جاہلان اپنے کو بوجھے بین عزیز
خواجگی کا اُنکو ہی دعویٰ مدام
عبد کو بھی تخت و کبر و غرور
سچ خلیل اللہ کو ہی سازوار
یوسفانی دیکھ اُس نامرد سے
آپ کو بوجھا برا صاحب وقار
کافر نعمت مقرر ہی خبیث
شکرین حاصل ہی افزون ہی

باوجود عزت و فخر و کمال
خواجگان ایسی کئے بین بندگی
نفس کے بندے کیے بے تمیز
نفس کے فرمان بری میں چون غلام
خاکاری میں رہے خواجہ ضرور
دیکھنا آتش میں جنت کا بہار
خوش کہا استاد اُس شاگرد سے
نخوت و پندار سے کرا افتخار
تو مگر کتے سے کم ہی امی خبیث
حق دیا عزت تو کرنا عاجزی

حکایت بلیقہ کی بطریق تمثیل کے

جان بربد کا اسے عقدا رکھا
عقل کی آنکھوں میں اُس کے تعالین
دیدہ حسی عدو بین عقل کے
کیون نہ دیکھے اُسے وہ شق القمر

حق دیا بلیقہ کو عقل رسا
جس کف دل اُسکا بھر شکر ان
چشم ظاہر میں میں اپنی خاک سے
دیکھے جب کافر محمد کو بشر

چشم نینگے اس قضیت سے تہی
جون بنی سے بوجہل کو تھا مصاف

عقل کو باطن سے ہووے اگہی
عقل سے ہی جس ظاہر کو خلاف

انکار حضرت موسیٰ کا اوپر مناجات چرواہے کے

بولتا تھا ای خداے ذو الجلال
صاف کر نعلین لالگے و عرون
لا رکھو نگا دو دھتیرے سامنے
تجھ پہ مین قربان مرے بکرے تام
تو یکھ موسیٰ اسکو پوچھے ای فلان
وہ کہا جسے مجھے پیدا کیا
جس سے ہی موجودیہہ کون مکان
ہو گیا کافر مسلمان بنی بسر
کفر کیوں یہودہ بلکتا ای گنوار
کروئے تم جان کو میرے دو نیم
جان اوڑ د لکو وئے او ارگی
راہ جنگل کی لیا ہو دردناک

ایک چرواہا نیت شوریدہ حال
تو کہاں مین چاکری تیری کروں
شانہ کر سر کو جوان چن غسل سے
اوڑدھو کپڑے کروں خدمت مام
اسطرح یہودہ بلکتا تھا شبان
ساتھ کے ہی تیرا یہہ ماجرا
جس سے ظاہر ہی زمین و آسمان
پس کہے موسیٰ کہ ای یہودہ سر
پاک ان چیزوں سے ہی پروردگاہ
وہ پریشان ہونے کے بولا ای کلیم
بند کردالے زبان یک بارگی
بھار کپڑے سر پہ پھینے ڈال خاک

حی تب موسیٰ پہ اتری بالضرور
 تم ملانے کے لئے آئے یہاں
 مین دیا ہوں ہر کسے یک اصطلاح
 محکمہ حاجت کچھ نہیں اُنسے دلے
 نازیباں مین دیکھتا نا قال کو
 لب تلک کرتا رہے با مین بنا
 لب تلک الفاظ رنگین و مجاز
 عشق ہی تو جان مین آتش لگا
 جو سیسا آداب دانا مین جگے
 گر خطا عاشق کیا خا طی نہو
 خون شہید و گلو ہی پانی سے جلا
 عاشقون سے ہو سکے کیونکر ر فو
 اگر تجھے ہی ولین دلبر کی تلاش
 عشق کا ہی دین سب دین سے جدا
 اُسکے آگے یہہ بیان دشواری

تم کئے بندے کو میرے . مجھے دور
 یا جد کرنے کو مجھ سے بندگان
 ہی جد اہر یک کو یک ذکر و صلاح
 پاک خود مہنوتے مین اس تسبیح سے
 دیکھتا ہوں جان کو اور حال کو
 سوز دل چاہوں ہوں سوز دل لے آ
 عشق گر ہی تو کہاں سوز و گداز
 سر بسر فکر و عبارت کو جلا
 سوختہ جان بے سرو پا مین جد
 گر ہو اپر خون شہید اُسکو نہو
 سو صوابون سے ہی بہتر یہ خطا
 تا بدمین جب گریبان چاک ہو
 درد کے نشتر سے دلو سے خراش
 عاشقون کا مذہب و ملت خدا
 عقل اُسکے فہم مین لاچار ہی

رسی میں نقش جو تو دیکھتا
 رچنی بانٹی سے ہم آواز ہی
 ہی نو بانٹی کافی ناچیز ہی
 کیا تیری تسبیح و کیا ذکر و سپاس
 حق اُسے رحمت سے کرتا ہی قبول
 ہی نماز اُسکی نجاست میں بھری
 معنی سبجان اگر تو جانتا
 بولتا یارب میرا ذکر و سجود

نقش ہی تیرا مہین مرآت کا
 پر نوا اسکا بقدر سازی
 گویش کر نکلتے اگر تمبیز ہی
 کر وہی تسبیح چوپان پر قباس
 چون نماز مستحاضہ امی فضول
 ذکر میں چوپان کے جیون تشبیہ تھی
 حال اپنے ذکر کا پہچانتا
 ناسزا ہی بسطرح میرا وجود

سیان محنت اختیار کر نیکا واسطے راحت کے

حق رکھا راحت کو محنت میں نہان
 مرد گردندان محنت میں رما
 دولت و معنی سے گر ہو سے قرین
 جسکو حاصل ہی جہا نہیں مال زر
 قسمت عیسیٰ ہی علم و معرفت
 رحم تجھ کو خیر ہی امی نابکار

بے مشقت عیش ہاتھ آو کہاں
 ہی یقین وہ عیش و عشرت کے سزا
 ہی جزا وہ اُسکے محنت کی یقین
 وہ کیا ہی محنت و کسب و بہنہر
 قسمت خرمین نہ تو تو خرف صفت
 دیکھتا ہی جب تو اُسکو زیر بار

خروج ہر دم سکھاتا ہی خزی
 رحم کر عیسیٰ یہ مان خرپر نکر
 آرزو حتمال کو ہی بار کی
 جب گر اینی سب بہن عیش کے
 گنج گر چاہے تو لے اپنے یہ رنج
 صفت الجنۃ بکر و ماتھ نا
 ہی نتیجہ رنج تقویٰ کا نعیم
 کیوں ملے دلبر بغیر از در و دل
 ماد کو جلوہ نہیں جزرات کے
 مصطفیٰ بولے اگر بولون عیان
 پہلو ان کا جگر ہو جائے خون
 سب طرح سے عاقلوں کی دشمنی

سیکھا خرسے تو مگر تن پروری
 نفس کو غالب نہ کر تو عقل پر
 تاملے اجرت کہیں دو چار کی
 پس تو بار محنت اپنے سر پہ لے
 خود بغیر از رنج کب ماتھ آئے گنج
 صفت التیران من شہواتنا
 ثمرہ شہوات ہی نارِ عجم
 دروہن دلکو جلا دلبر سے مل
 ماہ رو کیوں تجھ کو بے محنت مل
 دشمنی کا نفس کے شرح بیان
 زندگانی ان یہ بہوگی بس زبون
 دوستی سے جا پہلوانے ہی بھلی

اعتماد کر نایک شخص کا اوپر رکھ کے اور مارا جانا

کوئی جوان اسکو چھوڑا یا اپنے بل
 ہو گیا یکبار اسپر مہربان

رکچہ کو یک سانپ جاتا تھا لنگل
 رکچہ کے فریاد کرنے سے جوان

در دگر ہی تو دوا خود پا لگا
 جاسے رحمت تو کر رحمت قبول
 تشنگی اپنی برہا ای تشنگ لب
 پنبہ و سواس کانون سے نکال
 پاک کر آنکھوں سے اپنے عیب کو
 گر تیری چشم تمنا باز ہی
 حج کو جانکی مہین طاقت اگر
 گریہ وزاری ہی سرمایہ قوی
 بب تلک رو یا مہین طفلِ صغیر
 لٹک مایوسی تیری ہی بانگِ غول
 عقلِ جزوی بھی تیری ہی راہ زن
 چھوڑ دے پندار ای مردِ ذلیل
 زور گر نین ہی تو زاری کو پنچھوڑ
 اُس جوان سے ریچھ جب پانچات
 بندگی اُسکی لگا کر نے مدام

جسطرف ہی پست پانی جانیگا
 رحمت حق تا کرے تجھے پرزول
 ہر طرح پانی تجھے نہیچا رب
 گوش کر آواز فضل ذوالجلال
 کر تماشا لالہ زارِ غیب کو
 جلوہ گر ہر سو وہی طناز ہی
 عجز اپنا چارہ گر پر عرض کر
 رحمت کھلی ہی یک دایہ قوی
 دایہ و مادر نہیں دیتی مہن شیر
 بانگِ غولان سننا مقصد کو نہ بھول
 اوڑھی پندار بھی شیر شکن
 عاضی کو بوجھ بہتر ہی دلیل
 کوڑھی تو راہ میں سے سُنہ نہ مہوڑ
 ہو گیا نمون ہو خذت میں سات
 جان و دل سے ہو گیا اُسکا غلام

ناگہان وہ مرد ماندہ سو ر نا
 مکھیوں کا ہو گیا از بس کہ دھوم
 مہربان ہو ریچھ لے پتھر برا
 مکھیان از گین لگا جا مرد پر
 مہر احمق دوستی ہی ریچھ کی
 بھیر یا یوسف پہ کب ہو مہربان
 مرد کا ذب توڑتا سو گند گر
 جب کے بے سو گند ہی ہمان شکن
 قول او فوا بالعقود اسکو نہ بول
 دل کے آئینہ کو اپنے صاف کر
 چشم دل روشن نہو گرامی عزیز
 چشم باطن ہی اگر روشن نہیں
 کہ مردت ساتھ سب کے اختیار
 گرچہ خود دشمن ہی کہ جان تو
 ور ہو این دوست کینہ کم ہوا

ریچھ نے اسکی گس رانی کیا
 مانگتا پھر پھر کے کرتی تھی ہجوم
 مکھیوں پر زور سے مارا اٹھا
 ہو گیا سوتے کا چکنا چور سہر
 دشمنی احمق کی عین دوستی
 ہی مگر تا اسکو کھا سے ناگہان
 اعتماد اس کے نکر سو گند پر
 گر کیا سو گند ہی خود مکر و فن
 واحفظوا ایمانکم سے لب نہ کھول
 تا تجھے ہر خوب و زشت اس کے نظر
 عود لکڑی سے نہو تجھ کو تینہ
 لہج کو تو بوجھ پنہان ہی کہین
 جو کہ ہووے کیا پایا وہ کیا سوار
 ہو گیا ہی دوست احسانے عدو
 یہہ تیر احسان اسے مہر ہوا

راہ رکھ ہر ایک سے ناپاؤ امن
دوستی سے اولیاء کے مت گذر
پس ہوا تنہا تو پھر مقہور ہی

الغرض ہو دو سدا ر انجمن
ہم نشینی حق کی چاہے تو اگر
گر حضوری اولیاء سے دور ہی

جد کر ناباغیان کا صوفی و فقیہ و شریف کو

تین تن چورونکے جیسے نابہان
تیسرا صوفی یک اٹکا ہم ردیف
لیکن ان تینوں میں دیکھا اتفاق
ساتھ ان دونوں میں خلوت کیا
دوسرا یہ سید عالی تبار
تاتھارے ساتھ ہو وے مل جلیس
ہونگے صوفی سے فارغ دوستان
جا کے صوفی کو کہا اسی خود پرست
یا تیرا پیر طریقت با یزید
نیم گشتہ کر کے پھوڑا مہر سر
ای رفیقان اب رہو تم ہوشیا

باغ میں دیکھا یک اپنے باغبان
ایک تھا انہیں فقیہ اور یک شریف
دل میں لایا باغبان اپنے اتفاق
جیلہ کر صوفی کو اُن سے کر جدا
پس کہا تو ہی فقیہ نامدار
کون وہ صوفی شکم خوار و خیس
وسوسہ ایسا کیا وہ باغبان
پیر اٹھالے ہاتھ میں یک چوب دست
تجھ کو یہہ چوری سکھا یا ہنچند
خوب مارا اُس کو تنہا دیکھ کر
تب کہا یا رونے وہ صوفی پکار

آخرش دشمن سے دشمن تھا
 آخر اپنے فعل پر بچتا وگے
 یکطرف سید کو بھیجا جلد کر
 تو ہی عالم فضل تیرا ہی یقین
 کون جانا اسکی ماتھی کس نط
 عقل ناقص بس پہ اتنا اعتماد
 زور سے کہلائے بنیں آلِ نبی
 حال اُسکا تھا نہ اولادِ رسول
 ہوتیگا پاکون سے ایسا بدگمان
 داؤ میں اپنے لیا عالم کو گھیر
 بس کہا سید کو سفالِ شیر
 تو مگر میراث یہہ چوری لیا
 تجھ کو پیغمبر سے کیا نسبت ہو ل
 تھا وہ گو یا تا نبی شمر و یزید
 یہ ن کئے آلِ نبی پر خارجی

مجھکو تم اغیار جانے ہو بھلا
 میں جو کچھ پایا سو تم بھی پاؤ گے
 بعدہ پھر یک بہانہ اور کر
 پس کہا تو امی فقیہ تیر میں
 سیدی کرتا ہی وہ دعویٰ غلط
 غور میں بین مصدر فسق و فساد
 الٹی کینے بین زمانے میں غبی
 جو کہا وہ باغبانِ بو الفضول
 جو کہ خود ہوتا ہی تسلِ زانیان
 الغرض ہر طوڑ سے دل اُسکا پھیر
 دام میں اُسکے ہوا دانہ اسیر
 تجھکو امی خر کئے یہہ رخصت دیا
 شیر کے بچوں کو ہوشیر و ن کا دل
 مار کر اُسکو کیا زخمی ملید
 ایسی بے دادی کیا مردِ شقی

وہ شریف عالم سے زور و زور کیا
 جب شریف و لائق وہم دم نتھا
 اب رہا تہا سب جھکے کام کر
 لڑ چکا بھی کام اسکا جب تمام
 کون سے قوی سے ہی چوری حلال
 کتر سے ہی تجھ کو یہ مسئلہ ملا
 اسنے بھی آخر وہی پایا نخر
 وہ کہا حق ہی یہی میری سزا
 جب حضوری اولیاء سے دور ہی
 اس لئے مردان و ناز و زو شب

مجھ کو چھوڑا احق تو نے کیا
 تجھ کو اس بد بخت سے میں کتنھا
 پھوٹتا ہی سچ تر کوئی دم میں ہر
 پس کہا عالم کو امی تنگ عوام
 ماتھ تیرا کتا امی بد سگال
 یا بد ایہ میں لگا اسکا پتا
 ہو گیا ماروئے دانا دان سر
 جب ہوا میں اپنے یاروئے جدا
 فی الحقیقت حق سے وہ مہجور ہی
 صحبت دانا کو کرتے ہین طلب

حکایت بایزید بسطامی رحمت اللہ علیہ کی

جب کہین جاتے سفر کو بایزید
 راہ میں دیکھے کہین ایک پیر مرد
 ذات میں تھا اسکے مرد و نکال
 روبرو اسکے ادب سے نتیجہ کر

خت و جو کرتے بزرگوں کی مزید
 اسکو پائے اہل دل وہ شاہ فرد
 تما نیت درویش او صابہ عیال
 پوچھتے تھے مال اکا سے پیر

پس کہے اسکو کہ امی روشن ضمیر
 وہ کہا تم پاس کیا ہی زاد رہ
 پس کہا اطراف میرے ساتھ بار
 ہی بجان خدمت میری حمد خدا
 بیخ دنیا مایہ راحت ہی جان
 امی برادر کلبہ تار یک و سرد
 چشمہ حیوان و جام عیش ہی
 دیکھ لے محقق خزانین ہی بہار
 مزد و غم میں ہی تجھے سب برگ و ساز
 مشورت ہر کام میں ہی پر ضرور
 چاہتا ہی نفس تا ویران کرے
 نفس کو زن جان زن سے بھی ہتر
 نفس سے گرفتار نہ جا کرے
 ہی لفافے حق سے آنکھوں کو جلا
 نفع سے دنیا کے اپنے بھاگ جا

ہی مجھے کہے کو جانا نا گزیر
 وہ کہے دو سو درم اندر گرہ
 کر طواف حج سے بھلا کیو شمار
 تا نجانو تم خدا مجھ سے جدا
 رنج میں دنیا کے دولت ہی نہان
 صبر کرنا اس میں با سختی و درد
 پادشا ہی قسمت درویش ہی
 سبہ بہار آخر خزان لاتا ہی بار
 مانگ اپنی مرگ میں عمر دراز
 تار سے آخر پشیمانی سے دور
 خلق کو گمراہ سرگردان کرے
 کیونکہ زن جز نفس تیرا گل شر
 جو کہیگا وہ خلاف اُسکا تولے
 حق کہاں بہراز ہر احمق ہوا
 زہر پی کر آب حیوان دے جلا

جو سراپا تجھ کو تو دشنام دے
 یعنی کو چھوڑ آفت کر مقام
 امتحان میں عقل دور اندیش کا
 اگ پانی خاک باد و تاشیر
 برخلاف اُنکے سمجھو سے ہم خیر
 گو ردل بارو شنی چشم سر
 اہل دنیا مفلحان ان سے نہ مل
 مشتری بس ہی خداوند کریم

مال اپنا مفلسوں کو دام دے
 چھوڑ دے ناموس ہو رسوا عام
 کہ چکا آگے رہو لگا باؤ لا
 بے خبر ہم سے خدا سے خبر
 حق سے غافل باوجود اتنی تذیر
 کب سمجھتا درد شیطان کا اثر
 کیا خریداری کرے یک منت گل
 کیا تجھے دیو لگا یہ منت لیم

مناجات واسطے مارنے نفس امارہ کے

یا رب یہہ بخشش نہیں حد بشر
 نفس کی آفت سے دے ہم کو بچا
 ور نہیں تو اس بلا سے ہم کو دور
 سہل دنیا کا ہی سارا بیخ و تاب
 نیک بختان ہمیں جو کرتے ہیں جہاد
 بیخ سے عقبی کے تاہوں رسنگار

لطف سے اپنے تو اپنا فضل کر
 مگر اسکا ہی بری آفت بلا
 کون کر سکتا ہی امی رب الغفور
 آخرت کا بے نہایت ہی عذاب
 قہر سے تن کو رکھے سین نامراد
 کر لے بیخ عبادت اختیار

جو ہوا بے درد سوز ہزن ہوا
 جب کہ بے دردی سے تھا فرعون
 یہہ انا فرعون کا لعنت ہوا
 یہہ انا بروقت کہنا ہی صواب
 اس لئے ہر مرغ بے ہنگام کا
 نفس کو یعنی تو اپنے قتل کر
 جب کیا تو دنگ پتھو کے جدا
 سائب سے جب زہر کے دانتیں گرا
 کوئی نہ مارا نفس کو جزیر کے
 پیر کو پایا تو ہی توفیق حق
 غم نہیں گردیر تو حق سے بلا
 دیر سے کرتا ہی رحمت کر دگا

کیونکہ بے دردی ہی ماہ کفر کا
 سر بسر بولا انا رب خود پرست
 وہ انا منصور کا رحمت ہوا
 وہ انا بے وقت کہنا ہی عذاب
 تیغ سے واجب ہی کرنا سر جدا
 جہد میں حاصل ہی نیکی کا ثمر
 مارنے سے پھر تو وہ ایمن ہوا
 مارنے اسکے تو پھر ہر گز بجائے
 پیر کا دامن کو جلد ہی ماتھ لے
 جذب حق سے ہی میسر بہ سبق
 دیر ملتا خوب ملتا ہی خدا
 تجھ سے کب غافل ہی رب انجام کار

جواب سائل کا جو نیکی بدی حق سے ہی اور عبادت بے سود ہی

نیک و بد کا ہی خدا مختار بس
 گزینہ تقدیر میں نیکی مراد

کہ تجھ و سوا اس ہی ای بو الہوں
 کیا مجھے درکار کرنا اجتہاد

یہ نہین نقصان فضل و الجلال
 صورت مسجد بنایا یا گنشت
 اسکو نہی ہر فن میں کامل درگاہ
 اسکی استادی میں ہی نقصان
 مومن و کافر کا خود خلاق ہی
 لیکن انہیں فرق ہی ای مختصر
 گہر بھی اک راہ سے سجا کیا
 بندگی میں اس کے رہنا دمدم
 ہین اسی درگاہ کے روزینہ خوار
 چاکری اور جان سپاری ہی
 سونہر عتاق کو مارا جلا
 جو کرے تجھ کو بلا سے رستگار
 مت قبول ایمر دہی وہ مکرو فن
 ہین وہ بہتر گم ہون کی مدح سے
 کر چکا تک دین کا بھی کرنیاں

سچ کہا پر تو ہی اسکا یک مثال
 لڑ لکھا نقاش نقش خوب و زشت
 ہر دو استادی پہ اس کے ہین گواہ
 گر نہین زشتی پہ اس کے دست رس
 جب خدا حکمت میں اپنی طاق ہی
 بندگی میں حق کے ہر دو ہین ہم
 ہی مسلمان دل سے خدمت میں
 جب کیا حق ہم پہ جان و کرم
 ہم اگر مفلس ہین یا کہ ماہ دار
 اگر حال حق سے ہین جو یا نور
 جب چراغ امتحان روشن ہوا
 ایدل اس مامن میں اپنا کر قرار
 عشوہ ابلہ فریاب مثل زن
 لڑچہ کامل گالیان دیوین نتھے
 پرورش میں تن کی تو کسب و کمال

عقل تیری عقل سے خرکے ہی کم
 تجھکو اس کچیرین سو تاویل ہی
 بولتا رخصت دیا ہی رب مجھے
 دیکھ اپنا مکر روز و فسق شب
 روز بعد اللہ تیرا نام ہی
 صورت انسان باطن ہی پلید
 سب جہان حرمت سے ہو کر مال مال
 ہر یک اپنے کو سبچہ پاتا ہی خوب
 بندہ حق کا کیا کر عیب کم
 آدمی ہی بادشاہ بحر و بر
 گر نہیں تو شاہ شہ کا ہو غلام
 ظاہر اگر مثلکم ہووے بشر
 قالبِ خاکی زمین پر ہی پرا
 مجھکو تو پیکار ہر گز مت پچھان
 چشم ہنیں بیدار تیرے دل خواب

اس لئے دنیا سے دل باندھا ہم
 سب یہاں رہنے کی قال و قیل ہی
 لطف اپنا عاجزون پر حق کرے
 روز جنیسے مصطفیٰ شب بولہب
 شب معاذ اللہ مست جام ہی
 شکل آدمِ خصلت دیو مرید
 کھاسے کب مردِ خدا غیر از حلال
 اہل دل سے پوچھ تو اپنے عیوب
 شاہ کو پوچھو سے مت کر مہم
 بحر و بر پر آدمی کا ہی گذر
 شاہ بخش گانجھے سب احترام
 دل ہی مایوتھی اینہ دیدہ و در
 روح اسکی سیر کرتی چرخ کا
 آنکھ سوئی دل مرا بیدار جان
 دل اگر سو یا تو کب ہو قریب

تیسرا دفتر مثنوی شریف کا

تیسرے دفتر سے دس برگ بڑا
گوہر اسرار کر ایشار تو
اس رگ و پی سے نہیں وہ پار
تیل اور تاگ سے یتن مایا لبا
بلکہ ہی فیضان رب العالمین
نفس کی آتش بجھاؤ جیون خلیل
ہوں عنابر طبع کے تیرے غلام
مکھیوں سے رکھ بچا کر یہ نبات
میشل سون سوز بان رکھتا سب لال
تاکہ پانی پی اگا دے برگ و با
آکل و ماکول ہیں یہ سب سب
وہ جہان سب مقبل و مقبول ہی
وہ جہان سب باقی و آباد ہی
تا ابد باقی رہا دولت کے سات

ای ضیاء الحق حاسم الدین آ
کھول دے گنجینہ اسرار کو
قوت حق سے تجھے قوت ہی یا
یہ چراغ شمس جو روشن ہوا
قوت جبرئیل مطہج سے نہیں
ہین تیرے اوصاف اوصاف تیل
تاہو آتش تجھ پر برد و سلام
سر سلطان بول مت ہر کئے ست
یہ سزا کہنا اسے سر جلال
خاک کو بھی حلق بخشا کر دگار
ہر غذا کو بھی غذا بخشا ہی رب
یہ جہان سب آکل و ماکول ہی
یہ جہان سب فانی و برباد ہی
پس وہی دانا جو بی آب حیات

قدر کی ہی رات راتو نہیں نہان
 پس نہ کسبِ دین کو باطل جوان
 گر کہے ہین جملہ حق ہی احمقی
 ذیکہ نقشِ آسمان ز رنگار
 یک نظر تو بس نگر اس کی طرف
 حق تعالیٰ گرم و سرد و رنج و درد
 بھوک و پیاس و نقص مال و مرض تن
 سب ہمارے امتحان کا ہی سبق
 خوش وہی پایا جو اپنے غیب کو
 فکر میں جو کچھ کے آوے ہی فنا
 اس قدر گستاخ ہی تو کیا سبب
 احمقانِ تعظیمِ مسجد کی کرین
 مسجدِ اعلیٰ ہی قلبِ اولیا
 جب تلک دل مرد حق کا نین دکھا
 دل نگہ رکھنا ہی واجب موہو

تا کرو راتوں کو سب تم امتحان
 دامِ دلِ حق کے لئے ہین باطلان
 ور کہا دین جملہ باطل ہی شقی
 حق رکھا کیا کیا ہی ہین کاروبار
 سعد و محسوس ہین ہی کیا کیا اور شرف
 بھینچتا تن پر ترے ای نیک مرد
 سب ہمارے امتحان کرین کافن
 تا جہا نامرد سے ہو مردِ حق
 آپ کو معیوب جانا موہو
 فکر و اندیشے سے باہر ہی خدا
 جب سمجھتا کون ہی کیا ہی رب
 اہلِ دل کی دشمنی دلیں دھریں
 سجدہ گاہ جملہ اس میں ہی خدا
 حق کسی فرقے کو رسوا نین کیا
 حضرت صاحبِ دلوں کے روبرو

جسم ظاہر جان ہی بیشک نہان
 جان سے بھی عقل ہی پوشیدہ تر
 لیک عقل ہرگز نہ جانی جا لگی
 ہی جہاں محدود ہے حد ہی خدا
 یہ فنا ہی پردہ حق کی ذات کا
 جان ہمارا جان حیوان سے زیادہ
 پس زیادہ ہم سے ہی جان ملک
 جان اہل دل ملک سے ہی ترا
 پس ترے تو مرتبہ کو جان کر
 اگر نہ تو حاجت زمین سے خلق کو
 پس تو امی محتاج حاجت کر عیان
 اگرچہ ہی تو دور خدمت کو نہ چھوڑ
 دور سے بھی تو ہلا اپنا قدم
 جب گدھا کچر مین پھنتا ہی کہیں
 مین و مان کرتا ہی رہینگی تلاش

آستین تن ماتھ ہی ماتھ جان
 جب ہلاتن جان آتا ہی نظر
 ہی نہان تر عقل سے روح وحی
 کل شے غیر وجہ اللہ فنا
 شمع حیون فالوس مین مخفی رُ
 کیونکہ اسے معرفت بہ کمز یاد
 کیونکہ نین رکھتے مین حس مشترک
 اس لئے آدم کو وہ سجدہ کیا
 رکھ خدا کے شکر سے سجدہ مین
 یہ زمین پیدا کر تا حق کبھو
 تاکر حق تجھ پہ فضل بیکران
 ہو پشیمان کا ہلی سے منہ کو نور
 حینت ما کنتم فو لوا و جنکم
 بے پہلے کے وہ کبھو رہتا نہیں
 جانتا ہی یہ نہیں جائے معاش

معفرت کا گنج دس تھکوں بجائے
بازی اطفال سے بھی ہی تیر
نفس کی خواہش میں تو مت دیکھا

بیدار کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شیطان لعین کا

سورہ تھے قصر میں یکشب کہیں
جاگو وقت نماز آیا کہا
منہ کو پردے میں کیا ہی وہ پہنان
وہ کہا ابلیس نافر جام ہی
مت چھپا مطلب ترا سچ بول اب
بانگ مرغان ہین و لیکن مرغ گیر
مگر یہ تیرا نہوگا سر سر ہی
مگر یہ تیرا نہوگا مختہ
پر نہیں مانے امیر نامدار
اس لئے تلو جگا یا ہوں یقین
آہ کرتے تم بصد سوز و گداز

لب کرنا آخری میں کام آئے
حق کہا دنیا کا سب کب و ہنر
کب فانی نفس چاہے ہی تیرا

ہی حدیث اندر کہ خال المؤمنین
ناگہان کہنے اُتھا یا ان کو آ
جب اُتھے دیکھے تو ہی کوئی یک دمان
اس کو پوچھے کون تو کیا نام ہی
پس کہے مجھ کو جگا یا کیا سبب
یہ تیرا آواز جیوں بانگ صفر
راہ زن ہو کب کی کا نشتر ہی
راہ زن ہو کب کی کا راہ بر
گرچہ اسنے عذر لایا بے شکر
پس کہا لاچار ہو کر وہ لعین
فوت ہو جانی اگر تم سے نماز

وہ تمھارا آہ و نالہ فکر سے
 بے بسی مہم بات بولے سچ کہا
 تو ہی مگر ہی ہی گس تیرا شکا
 نقل ہی ایک شخص دیکھا چور کو
 دوسرے یک چور نے بولا پکار
 بات سن اسکی جوان آیا ادھر
 تو صفت میں ذات پایا ہی خلیل
 پس کہا اسکو کہ ای نہ ہو وہ
 واصلان جب ذات میں جاہین وہ
 طاعت عامہ گناہ خا صگان

خوب تھا و و سونماز و ذکر سے
 تو اسی انداز کے در خورد تھا
 مجھ سے ای کتے نگر دار و مدار
 اسکے تجھے دُور تا تھا دو بدو
 بہن اُدھر آٹھ مار دُزدِ نابکار
 بھاگ نکلا چور قابو پا اُدھر
 وصل میں کیا کام آتی ہی دلیل
 ہم حقیقت یا تو یا نشان
 کب صفات اُسے نظر میں نہ خوب
 وصل عامہ ہی حجاب کا بلان

بیچ و فاکر نے عہد اور تعظیم اسلِ دل کے

راستان سونگند سے تیرا بہن
 عہد و پیمان تو رہا ہی احمقی
 راستی سے جھوٹھہ کو ہو و فروغ
 جھوٹھہ سننے راست کی آہد پر

انکے حق سے چشمِ دل دو چاہین
 بے وفا نہ ہو و مستقی
 راست نے خاطر پذیرا ہی دروغ
 زہر کھاوین گریبا وے تو شکر

پیت مین بچے سے کوئی بولا اگر
 وہ کہے یہ بات ساری ہی غلط
 جب مہینہ دیکھا ہی یہ عالم خین
 تو بھی ایسا آخرت کے حال سے
 اولیا اطفال حق مین امی پسر
 دیکھ یک لکری سے موسیٰ دو بدو
 غیبت انکی تو نکر امی بو الہوس
 عمر تیری کیسے زر کے بنال
 کوہ سے ہر روز یک پتھر اکھا ز
 پس تو ہر ہر دم کا اپنے بیچوں
 نور تو روشن لیا چاہے اگر
 ہستی حق مین تو کر اپنا وطن
 درد مین اسکے دل اپنا دجلا
 درد ہی دولت بری امی مہمان
 نالہ بے درد ہی افسردگی

ہی چہان ایک دوسرا باگرو فر
 جائے عشرت پیت ہی ماکا حفظ
 کب کر لگا اس حکایت کو یقین
 ہووے منکر جب سنا ابدال سے
 غایبان اور حاضران سب باخبر
 کردے زیر و زبر فرعون کو
 بلکہ اتنے مت ہو غافل یک نفس
 ہی جو کچھ خرچا تو پھر آنا محال
 دیکھ یک مدت مین خالی ہو پہا
 بندگی سے پایکا تو یہ غرض
 وہ نہو ہر سنگ و لکریے مگر
 مین پنا کر حق کے مین بن مین دفن
 تو باحق کے بقا سے پایگا
 تا پکار و رب کو بانگ روان
 درد سے نالہ کو ہی دل بردگی

تا کیا وہ دعویٰ فرود جلال
 تانہ رو یارب کے پاس وہ بدگہر
 ای خدائے مستغاث وای معین
 تجھ پہ تابر ساد حق رحمت سے نور
 فضل سے حق کے نہیں کٹا بس
 لطف حق سے صحبت صلیما لیا
 عارفانہ آب رحمت بے تغار
 لیکے حقلے پاس بھی یہ جام نین
 بے جہاد و صبر نصرت کیوں ملے
 صبر کر ہی صبر مفتاح الفرج
 مرد ہونا کوہ سانا بت قدم
 پھر دغادینے ملاتے ہیں تجھے
 ہم رہینگے تجھ کو اس رہ میں رفیق
 پر نہ بھول اس مگر اسی پہلوان
 بھیرے سے بلکہ بس خوشخوار ہیں

حق دیا فرعون کو سو ملک و مال
 غم بھر دیکھا نہیں کچھ درد سر
 بولتا رب کو باواز خرمین
 کیا تری دولت ہی ای صاحب شعور
 نالہ سگ کو اثر ہی حق کے پاس
 جب سگ اصحاب کہف با وفا
 غار میں نیتھا ہی تار و زشتا
 ہین بسا سگ پوست جبکا نام نین
 واسطے اس جام کے تہ جان د
 دولت ایسی کیوں ملگئی بے مرج
 باد سے آتا وہی تنگ سے کم
 ہر طرف غولان تھکاتے ہین تجھے
 بولتے ہین ہم تیرے یار ستفیق
 ہم مدد گاری کرین تیری بجان
 تا مدد گار وہ تیرے نایار ہین

اُنکے مکروٹے نہ تھک اسی ہوشیاری
 دعوت اُنکی ہی صغیر دل نگار
 حرم سوء الظن کے حضرت رسول
 رکھ قدم الیٰہ جو ناپیلا رکھے
 مہربان حق دوست تیرا ساتھ ہی
 بیوفائی ہی وفا باطل کے سات
 بعد حق حق ہی حق ماباب کا
 جب کیا ہی حق ہزاروں ضعتان
 پس حق حق سے مال کے نشتر
 جو کہ ماپنڈ الیا پھر دو دو کو
 تو فدائے بیوفایان ہو رہا
 شرم نامی جو تو مخلوق پاس
 ہر جھکا اس پاس اُکا ستر کر
 ہی مکان و لامکان میں تیرے سات
 ذرہ ذرہ حکم میں اُسکے زبون

وہ مزہ آخر کر لگا تجھ کو خوار
 جیون شکاری بولتا وقت شکار
 ہر قدم کو دام بوجھ اسی بوالفضول
 تاکہ اُسکے دام آفت سے بچے
 مابوسے اللہ سب جہان آفات ہی
 تجھ پہ حق حق کا ہی باقی تر مات
 کیونکہ تو ماباب سے نپیدا ہوا
 بت ہوئے ماباب تجھ پر مہربان
 گر نہیں اس حق کو بوجھا تو ہی خوار
 بھول مت زینہار اُس معبود کو
 حق کو بھولا ہر سیر ہی بیوفا
 ہر جھکاتا اور کرتا ہی سیاسی
 جو دیا جان و تن و عقل و نظر
 کیا فرالیا ہی تو پابند حیات
 بولتے بہن سب الیہ راجعون

عاقلان ہوتے ہیں سارے کور و کر
 حق کہا قرآن میں تجھ کو لا تحف
 خوش وہی جو ہی خدا و گاہ کا
 دوست کہ رکھتا ہی خوشی تو کو حق
 غیر حق کے سب ہی فانی بوجھ لے
 راہ میں جھلے ہی پستی ارتقا
 لیکن اس کو اب سمجھے تو دکان
 دوزخ میں جیوں خزان بے لگام
 منتظر دشمن ہین کرنے کو شکار
 مفت میں جاتی جوانی رایگان
 کچھ نہیں حاصل ہی دنیا میں عمر
 دل اگر بہت سیار ہی تو شاہی
 دیکھ حق لیا کیا دیا اس میں بہار
 کر کے گھیرے میں وطن احقر ہنو
 عقل کا ہی کور کھیرے لگا وطن

جب قضا افلاک سے بتلائے سر
 تو نہ در دریا ہو یا ہونو موج و کف
 دربر اعقبی ہی حق کی راہ کا
 درد سے حق کے تو لے اپنا سبق
 حق سے راضی رہ نہ اسکے غیر سے
 غم سے خوش ہو غم میں ہی حق کا لقا
 بچ ہی یک گنج دولت امی میان
 کو دکان جب کھیل کا سنتے ہینام
 امی خزان کورایدھر کو ہی فار
 غیب سے پیریکے ہین تیر روان
 عالم گل سے نکل دل صاف کر
 دل عجب کچھ خانہ آباد ہی
 سینر دل کر دل عجب ہی لالہ زار
 ہو یگا احقر تو مست جاوید کو
 مستطفی کا قول سن امی جان بن

جو کیا ایک روز کھیرے میں مقام
 گر ما رہقانیوں میں ایک ماہ
 فائدہ بچھو سفر میں ہی زیاد
 گر کوئی معشوق شیریں لب ملا
 بین بہت حال مسکین بارکش
 کوئی سود اپنے گلرخ کا لیا
 شام تک جلا ہی آتش میں کہا
 لیتے نہیں تجا رنج محسوس
 عشق ہی جینکو کہ آن مرد و نکات
 پس نہوا و اذہ سو دئے خاک
 عشق اس زندیگا تو کر آتسیا
 عشق تیرا ہوتے جس موجود پر
 بس زرا ند و دصفت سے دور ہو
 دوست تو صورت سے گذر تو مگر
 صورت اپنی تو رہے جب سیکھ جا

ایک مہینے تک رہیگی عقل خام
 عقل اسکی عمر بھر ہو تباہ
 پانے ہین یوسف سفر سے سب مراد
 ساتھ اس کے خار بن گلشن ہوا
 تار میں شب وصل میں دلبر کے خوش
 خارکش اسکا نجات میں بنا
 تاکہ شب آوے تو پاوے وصل یار
 تار میں ایک ماہ روست بہرہ
 فی الحقیقت ہی وہاں یوسف ذات
 جو کرے یک چند میں تربت مقام
 جو ہو یک چند میں خاک فرار
 وصف حق ہسین ہی جیون تانبہ
 جہل سے کوئے بہت مغرور ہو
 پھر تو جی گلزار جنت سرسبز
 تو رہے کو صورت کل تب تو پائے

پھر تو جس صورت کو تو راہی پس
 جو گیارہ صفائیں سبے دلیل
 مصطفیٰ جو جسم انکا جان تھا
 اہل تن یک سرہن علم بالقلم
 مرد روشن دل کا ہو کر خاک پا
 خروانِ خاک سے کیا یا لگا
 صد ہزاران امتحان آجائینگے
 کہ نہیں پہچانتے نہیں عامیان
 امتحان مردیکاتا کوئی کر کے
 مستحق ہو شیار ہو ہر صحیح گاہ
 مستحق کا کچھ عجب ہی کرے
 یاد حق راست ہی نہیں ہی دروغ
 رمزوں سے تو یقین بدتر ہوا
 تو لمان کرنا ہی اُسکو قرب حق
 یہ نہیں دیکھا کہ قرب اولیا
 مثل خیدر کے لیا خنبر کے در
 راہ یک روز اُسکو صد سالہ سبیل
 انکو رحمن علم القرآن تھا
 واسطہ تجھکو فردر ای مختصر
 فرق پر شاہوں کے رہنے سے بھلا
 حرف یک آواز نفا سے سوا
 اگر کوئی میں طالب حق ہوں کہے
 جنگان تیونگے اُسکا امتحان
 ہر تخت جنگ میں رستم بنے
 گرچہ ساری شب ہی باحال رہا
 صور اسرافیل سے بھی بے خبر
 تو پیا ہی دوغ دوغ ای بے فروغ
 تو شریک راہزن ہی کہہ نہ کھا
 دور ناہو و طبق گر سے طبق
 حق اسے کیا کیا کرامت سے بھرا

پھر تو جس صورت کو تو راہی پس
 جو گیارہ صفائیں سبے دلیل
 مصطفیٰ جو جسم انکا جان تھا
 اہل تن یک سرہن علم بالقلم
 مرد روشن دل کا ہو کر خاک پا
 خروانِ خاک سے کیا یا لگا
 صد ہزاران امتحان آجائینگے
 کہ نہیں پہچانتے نہیں عامیان
 امتحان مردیکاتا کوئی کر کے
 مستحق ہو شیار ہو ہر صحیح گاہ
 مستحق کا کچھ عجب ہی کرے
 یاد حق راست ہی نہیں ہی دروغ
 رمزوں سے تو یقین بدتر ہوا
 تو لمان کرنا ہی اُسکو قرب حق
 یہ نہیں دیکھا کہ قرب اولیا

تو کیا بلی نمط چو ما شکار
 تو خیال خام سے کچھ نین پیا
 پتنگین کھاتا ہی ایدھر اُور اُدھر
 ہی سر اپنا اس طرف تو ای گنوار
 راہ فانی کی جدی ہی ای دنی
 تھکویک سوزن سے بہہ باغرو
 گرمی حق اولیا کو ہی سزا
 ہی غرض اُسے کہ خلق کو بدام
 خوب تھا گر عیب اپنا بولتا
 گر نہیں بولا تو بارے ہو خموش
 مال مثل ہرزہر آلود ہی
 دیکھتے تک احوال فرعون دغل
 ای بیخالی و بے جمال و بے ہنر
 کیونکہ طاؤس ان کرین گرتخان
 ای سب پر عرص گزگون سے ہتر

گر شرابِ حق پیا ہی شیر مار
 کیون عبث مستون نمط سر تولتا
 وجدین جیتا گرے کوئی باخبر
 اس طرف سے چھوٹا ایسے گپ زار
 مرگ نین یہودہ مت کر جان کنی
 جائیگا پھر فرہی ہو جاے دور
 طور بے شرمی ہی سب مکرو دغا
 کج فانی یہہ تیری ساری حلیم
 کوی طیب آخر تجھے دیتا دوا
 کب تلک باقی دغا باز کیو جوش
 یہہ قبول خلق نامحسود ہی
 مال و مکنت کیا دیا آخر کو پھل
 تو گمان اپنے پہ طاؤسی نکر
 خوار و بے عزت تو ہو گا ای میان
 ڈال مت شیر و نکا پتر ایشہ پر

صورت شیران بر اخلاقِ سگان
 لیک تو فرعون بے سامان ہی
 آگ سے تیرے بھی یک عالم جلے
 جو ہوا طالبِ سو آخریا بگا
 ہی طلب خود رہنما اسکو نہ کھو
 سب سے پکے تھا سو پایا پھر کمی
 خواجگی کھو یا ہوا جیون بندگان
 اس کے جنبش کب تجھے آتی نظر
 دیکھ لے تب جنبش جسمِ جہان
 ظاہر و باطن تجھے دیتے خبر
 اس طرف گو یا مین خاموش اس طرف
 ساتھ تم نامحرمون کے ہم جموش
 پس خبر کیا اسکو ہو غیب کی
 ہی فرودہ با غم بے آلتی
 حکم سے تھا جسے جاری آج

کیون نہ پہچانیگے تجھکو زیر کان
 کم تو کچھ فرعون سے مت جان ہی
 ہنرم فرعون جب تجھکو ملے
 تو اگر جالاک یا کاہل ہوا
 رکھ طلب مین حق کے دائم جست جو
 کچھ نہیں اپنے کو سمجھا آدمی
 آپ کو مسکین بکا یا رایگان
 عالمِ سُردہ سے جیسا حجر
 آفتابِ حشر جب ہو سکے عیان
 ذرہ ذرہ جملہ عالم سرسہر
 اس طرف مرد مین زد اس طرف
 دیکھتے کتے مین اور سنتے گوش
 جس سے باہر جب نہ آیا آدمی
 مر نہیں گذر اتیر انفسِ دنی
 پاوے گر تو قدرتِ فرعون کو

موسیٰ و مارون کے سونقافے
 دوستی مت کر جو اس بزدلتے
 تانجھے ماتھہ آدیگا راحت کا گنج
 جا چکی مجنت تو پھر غافل ہوا
 دیکھہ کیا سکے تہن چہم آب گل
 سوئے تو بھی تہن کٹا دہ سو نظر
 دل طلب آرنے میں نہتے یا تھہ
 ہر بلا سے دل رکھے تھکلو نظر
 ویسے دل دالان پین ہون جان فنا
 ہونہ آخر گر ہون لاکھون داستان
 ہین تو دو بہہ خصم تھہ میں دھون تھہ
 اس یہ ہم گو یا ہین میو نیم خام
 سخت گیری کے سبب ناکام ہین
 تو اگر چاہے بقالے پختگی
 خویش ہی کیکا خدائے بصر

بس بیگا زور فرعوننی تھہ
 مات کرا سکو ہوا میں مات سے
 ترک کر رحت کوئے اپنے پہ رنج
 وقت محنت کے تو کہتا ہی خدا
 ہین بہت بیدار چشم حقہ تول
 جسکا دل بیدار ہی گر چشم سر
 تو تو اہل دل نہیں بیدار تھہ
 دل اگر جاگا تو خوش تو خواب کر
 سوربے تو غم نہیں شہ جاگتا
 دشمنی بیدار کی تعریف ای ہان
 موسیٰ و فرعون ہستی میں تیرے
 ہی مثال جہا رہہ دنیا تمام
 سخت پکڑین جب تلک ہم خام ہین
 پختگی ہی باعث آزادگی
 عاجزی سے ترک اپنا ناز کر

بندگی اور بجز و مسکینی رسوا
 روز و شب بہن عاشقان زار و نزار
 عاشق صنع خدا بنا کر ہوا
 ہی وہی معشوق جو یک زائت
 کیمیائے حال اسکا دست ہو
 صوفیان نگو م بہن اوقات کے
 اسافیان بہن غرق عشق ذوالجلال
 خوبی و برشتی کو اپنی بھول جا
 تو نکر ضعف و حقیر پر نظر
 تو رہے پس حالین کر جنت و جہنم
 خشکی لب ہی دلیل اضطراب
 یہہ طلب گاری بری ہی سو مند
 یہہ طلب کُنچی ہی مطلوبات کی
 اگر بہن اسباب تو بھی کر طلب
 جسکو دیکھیں گاہ طلب گاری اسپر

کچھ نہین چار بدر گاہ خدا
 خواری و ذلت میں اُلکے آسبا
 عاشق مصنوع رب کافر ہوا
 ابتدا سے انتہا تک ساتھ ہو
 گر بہلاوے ماتھے تا نہا مست ہو
 صافیاں بہن بے غرض اسبات سے
 بہن نہین وہ تابع اوقات حال
 عشق اور معشوق سے رکھ مدعا
 دیکھ اپنی ہمت ای روشن بصیر
 گریبا بانی تو پسر لب خشک ہو
 یہہ ترپ آنفر تجھے دیوگی آب
 حق کی رہ میں دور کرنا قید و بند
 یہہ نشانی دولت و درجات کی
 عشق کو نہین چاہتا اسباب رب
 یار اسکا بلکہ اسکا ہوا نافر

طالبوں کے ساتھ طالب ہو گیا

طالبوں کے ساتھ غالب ہو گیا

حکایت اُس شخص کی جو بے محنت روزی جانا

عہد میں داؤد کے کوئی ایک مرد
ای خد او ندو کریم و کار سنا
فضل کو تیرے نہیں کچھ انتہا
تو کیا پیدا مجھے کاہل بدن
کاہل و معذور ہوں آسودہ خوار
جسکو دست و پا ہی وہ کوشش کر
بسکہ ہی بے دست و پا طفل صغیر
پس بلا اُس کو بفضل کر دگا
فضل حق کو کب سبب دگا ہی

مالکنا تھا یہ دعا با سوز و درد
بسکہ میں محتاج ہوں کر سرفراز
دولت بے رنج کر مجھ کو عطا
کب کی طاقت نہیں امی ذلشن
فضل کا دائم تیرے امیدوار
تجھ سے سوا بے دست و پا بھوکھام
مادر و دایہ اُسے پہنچا دے شیر
دولت بے رنج و مال بیشمار
بے سبب دینا اُسے کیا ہی

بیان یہ کہ ہر جزو عالم ذکر محبوبان بے خبر ہیں

ذکر حق کرتے ہیں لکڑی اور حجر
آدمی ہی آدمی کے حال سے
سینوں سے خاص کچھ اذکار ہیں

آدمی ہی مُنکر اُس تسبیح پر
بے خبر تپتے سے کیا واقف رہے
جبر مان اِس ذکر سے نیز زمین

بے خبر مہین یک دیگر سے ہو ہوا
 دل جنھوں کا ہی محل امتحان
 پس گمان ہو وہ یقین بے پاور
 جس کو یک ذرہ نہ ہو دے عبتاً
 اسلئے ظلمات ہی اسکا وطن
 صورتوں میں ہی نمایاں جسد
 آدمی نے وہم اسکو کھلیا
 وہم سے گرنے کا ہی اس میں خط
 فہم اس مضمون کو اب کیجئے
 وہم میں غلطان کیا تھا موبو
 جو کیا دعویٰ خدا نیکا دلیہ
 وہم سے گرجی کے ہی وہ تدرست
 جامہ پوش ہی اور لے اسکا پتا
 خواب میں جو دیکھتا امی پر فتن
 خوف متکر گردن سے جا جان

بہ اسے کہتے کہ ہی گمراہ وڈ
 کم سمجھتے مہین گمراہ جبدلان
 علم کو دو پر گمان کو ایک پر
 وہم اس سے کم ترا می مرد کار
 عقل جزوی کے بلا میں ہم وزن
 عقل میں بھی ہی تفاوت اسقدر
 پاؤ گز چوڑی زمین برہ رہے
 گرد و گز چوڑی ہورہ دیوار پر
 کانپ کر گرتا ہی بلکہ وہم سے
 خلق کا سجدہ دل فرعون کو
 اسقدر تھا وہم میں نالان و شیر
 قال بد بیمار کر دیتا ہی سست
 تن ہی مثل جامہ تن کو بھول جا
 ہی ہو اس تن کے دیگر یک بدن
 ہی حقیقت وہ غلط اسکو نجان

عارفون کو موت بھی آسان ہی
 کب میں اپنے ہریک کو ذوق ہی
 اسکو اسکے کام کی رغبت دلا
 دیکھتا تا آخر نہ ہو گا شرمسار
 ماتھے میں ہنوباد کے جو یا مال
 یا مہال دنگ جو نشان آگ پر
 بس نہوا میں تو امی شوریدہ حال
 غار سے سکتا نہیں کرنے خذر
 دام میں پرتا ہی دانے کے لئے
 کوئی نہیں دیکھا بجز روشندان
 تا نہو آوارہ سوء القضا
 دام میں دل نے بدل نا کام بہن
 ہو گئیں چارے بدل گل کی شکار
 عاقبت کو ذالتے میں سر بہ دھول
 شومی شہوت سے رسوا ہونگے

سہل ہی جیسا کہ ہمکو زندگی
 تجھکو سرداری کا جتنا شوق ہی
 واسطے جس کام کے جب کو نائے
 ابتدا میں کام کے انجام کار
 مصطفیٰ فرمائے دل ہی ہر مثال
 ہر طرف آرتا پھر سے جو در بدر
 ہر زمان یک روز ہی اسکا خیال
 جب قضا کا تجھ پہ ہوتا کرو فر
 دیکھ دیکھلا دام میں باکر گرے
 بند تقدیر قضا جو ہی ہنسان
 دل سے اپنے دور کر حرص وہوا
 مرغ لالچ سے اسیر دام میں
 مچھلیاں دریا کی دیکھو بے شمار
 طمع سے کر قاضیاں رشوت قبول
 پشتر پردہ نشین ناہوسے

بلکہ پی ماروت و ماروت یہہ شرآ

ریاضت بازید کی اور یہہ کہ سوا کے اس بد بگہ دوسرے تن ہی

بازید کی دن عبادت میں مگر
 امی دل پر کاہلی وقت نماز
 فکر کر دیکھ تو پانی بیشتر
 پھر نہیں پانی پیئے یک سال بھر
 جہد انکا تھا یہہ ادنی بہر دین
 جب کے اسطرح تن کو پائمال
 تو خلاف ان کے رکھان کو جتن
 خواب ہی دنیا کے حضرت رسول
 خواب میں سر کو تیرے کاسے اگر
 خواب میں دیکھے اگر گت جانات
 حاصل اندر خواب کے نقصان تن
 خواب سے ہیشیا رجب ہو جائیگا
 جان بخشا میت میں پتے کے رب

ہو رہے دنیا میں غفلت سے خراب

پائے کچھہ خاطر یہ سُستی کا اثر
 دیکھا کم لذت کا کچھہ راز و نیاز
 خود سیا کرتے سوا اسکا ہی ضرر
 صبر ان کو حق دیا اُس عہد پر
 تاہوئے وہ شاہ قطب العارفين
 حق نے بخش انکو وہ فخر و بلال
 ہو مبادا مرگ سے فانی یکن
 خواب پر تکیہ نکر امی بو الفضول
 عمر ہی تیرنی بری باقی ہی سر
 جب اٹھا تو ماتھے بھی ہی تنگے سات
 نقص نہیں تیر سلامت ہی بدن
 ہوش گوش اپنے سلامت پایگا
 جذب اجزا وہ لیا اسے سب

جذب اجزا سے بدن اُسکا بنا
 جوڑ ہر ہر جزو فرما یار فو
 جوڑ کا بھی کچھ نہیں پسہ داخل
 حشر بھی اسطور سے ہو گا ترا
 پھر بنا سکتا ہی اُسکو کوزہ گر

تا برس چالیس پہ قوت دیا
 دیکھ کس جگت سے تیرے جسم کو
 ناسے تاکا نہ سوئی سے بدل
 پس تو آنکھیں کھول اُس جگت کو یا
 کوزہ گر کوزیکو تو رنگا اگر

انبیا مظہرِ رحمتِ کَلّی و دگیران مظہرِ رحمتِ جُزوی

خلق کو رحمت سے تا ہوا سرا
 رحمتِ کَلّی رسولانِ کرام
 حشر میں مین ہوں شفیع اللذین
 عاصیوں کو مین کروں مُشکل سے پار
 تاکہ پا دین رُستگاری عاصیان
 حق کی جو طاعت مین ہونا بت قدم
 گر سید ہی ریش یا کہ خرد ہو
 رہبری کی اُسے تو مت رکھ آہ
 عشق مین حق کے ہوں دائم سو گوار

حق کیا پسد از مین پر انبیا
 رحمتِ جُزوی کے مظہرِ مین عوام
 سرورِ عالم نے فرمائے یقین
 خود مین صلحاء اُمم تو رہ سنگا
 ہی شفاعت مین مجھے کو شہنجان
 رہبرِ کامل وہی امی مختشم
 جو قافی اللہ ہوا مرشد ہی وہ
 جو نہیں فانی اگرچہ ہی سپید
 گر طلبِ رحمت کی ہی رہ اشکبار

تاکہ ہووے عقل تجھکو راہ بر
 عقل ہی سالار تیری تو امیر
 صبر سے مقصود کا ماتھہ آئے پھل
 عین غم شادی کرے پروردگار
 پس تجھے گر باغ نامہو صبر کر
 شمع کے خاطر نہو تو داغ داغ

جرص کو دے چھوڑ تقویٰ پیش کر
 عقل کو جب ہو جو اس پر اسیر
 پس ہو صبر و سکون تیرا عمل
 حق کے نادر کچھ عجب بہن کاروبار
 حق تجھے بے باغ جب دیوے غم
 روشنی نہ ہو تجھے گربے چراغ

صفت بعضے اولیا قدس اسرارہم کی

جو کہ مہین راضی قضا کے حکم پر
 گاہ مانگین گاہ نامانگین دعد
 لب مہین ہرگز دعا میں کھولتے
 دھونڈنا دفع قضا انکو حرام
 کفر ہی کرنا طلب دفع ضرر
 بد قضا سے ہی مہین شکوہ کبھو
 آب حیوان آگ کو پہچانتے
 غم میں مہین اپنے کو کرتے سونگوا

حال بعضے اولیا کا گوشہ کر
 اور مہین ایک قوم بعضے اولیا
 اولیا کی قوم ہی دیگر کہے
 اسقدر راضی رضا پر مہین مدام
 ذوق ہی انکو بلا مین اسقدر
 نیک و بد یکساں ہی انکے روبرو
 غم اگر آیا تو شادی جانتے
 حسن ظن ایسا دے دلبر قرار

سوال پہلول کالیک درویش سے وجواب اشکا

حال تیرا کیا ہی واقف کر مجھے
 حکم میں جس کے ہی پسرخ زرنگار
 حکم میں اُس کے پھرین شام و سحر
 شادی و غم اُس کے بہن فرمان
 لب نہو کے تبسم آشنا
 مرتبہ تیرا ہی اس سے بھی سرس
 ہی تجھے بیشک جہان میں سردی
 تا کرین معلوم اُس کو خاص دعا
 عامیان رکھتے ہیں عالم سے خبر
 ذرہ ذرہ اُس کے بہن فرمان پذیر
 نا اگے ایک سبزہ بے اُسکی رضا
 یاد میں اُسے گیا اپنے کو بھول
 بندگی ملنے کر خُداوندی لیا
 عشق کا حق کے کیا روشن چراغ

یوں ہے پہلول یک درویش سے
 وہ کہا کیا ہوا اُسکا کاروبار
 چاند سورج اور تارے سہر سہر
 زندگی مرگ اُس کے تابع ہیں مگر
 ابر نار و دے بجز اُسکی رضا
 پس ہے پہلول ہی روشن نفس
 ہی تیرے چہرے سے روشن مہری
 لیکن اُسکی شرح ظاہر کر تمام
 پس کہا درویش ہارے اس قدر
 حکم میں حق کے جہان سب ہی سہر
 نا جھڑے ایک پات بے حق کے قضا
 جب قضاے حق کیا بندہ قبول
 پس رضا حق سے خور سندی لیا
 ضمن ہستی سے اپنی کر فراغ

قصہ دقوتی رحمۃ اللہ علیہ کا

عاشقِ حق صاحبِ فضل و کرم
 عاشقوں کا جان الہ سے شاد دل
 کام اُن کا تھا سفر کرنا مدام
 اُلٹ اس منزل کی دے مجھ کو خبر
 حق سے ہر دم اُنکو تھا راز و نیاز
 پاس حق کے دعوت اُنکی مستجاب
 مہربان فرزند پر جیسا پدر
 باپ سے زیادہ ہوں میں تم پر شفیق
 میں ہوں کل کل سے نہیں پھر ناخبر
 عضو جو مین سے کتا مردار ہی
 مرچکا ہی جان سے وہ بے خبر
 عضو کا تے بعد بھی ہی بیقرار
 جزو مثل بو کل مانند گل
 کلیت میں اسکے مین ہرگز فقور

تھے دقوتی واقفِ سرِ قدم
 سیر سے بہتاب تھا اُن کے خجل
 ایک منزل میں نکرے دو مقام
 گر رہو کہتے دو دن یک جا پر
 روز کرتے سیر شب کرتے نماز
 خلق تھے بھی اُن سے کس فیض یاب
 اس قدر شفقت تھی اُنکو خلق پر
 جب بنی فرمائے ہلکوائی رفیق
 کیونکہ تم اجزا ہو میرے سرسبر
 جزوِ اکل سے ہوا بیکار ہی
 تن سے جب تک مین بلا بارِ دیگر
 ہی نہیں ہلنے کو اُس کے اعتبار
 کیا سمجھتا ہی عزیز یہہ جزو کل
 یہہ عجب کل ہی کہ ہو گر جزو دور

قطع و وصل اسکا نہیں کہنے میں آئے
 ہی دوقوی الغرض مفتی دین
 ساتھ اس تقویٰ کے وہ فخر انام
 مقصد انکا اس سفر سے تھا ہی
 راہ چلتے اور کہتے امی خدا
 حق سے یوں آتا بنا امی مرد راہ
 مہ میری ہی تجھے میں تیرے پاس
 عرض کرتے وہ کہ امی دانے راز
 اگرچہ ہوں دریا میں دو با تالہ
 جہ ص تیرے عشق میں ہی فخر
 امی دروغا یہ عجب کچھ راز ہی
 بے نہایت ہی خدا کی بارگاہ
 حسن بے پایاں ہی رہا امی ندیم
 ساتھ اس پیغمبری اور شاہ کے
 مجمع البحرین تک پہنچوں یقین
 یہہ مثال سان تجھے سمجھنا ہے
 صاحب تقویٰ امام العارفین
 طالب خاصانِ حق رہنے ملام
 خاص کوئی بندہ طے شاید کبھی
 بندگانِ خاص سے مجھ کو ملا
 عشق کا تیرے عجب ہی پایگاہ
 پھر بشر سے ہی تجھے ملنے کی اس
 تو دیا دل کو میرے ذوق نیاز
 طمع ہی قطر کی پھر دے لے اوپر
 غیر میں تیرے ہونٹیک سنگ و عا
 خضر سے موسیٰ کو برگ و ساز ہی
 ہوازل سے تا ابد تھوڑی ہی راہ
 دیکھ مشتاقی سے کیا بولے کلیم
 خضر سے چاہے رموز عرفان کے
 تار ہوں سلطانِ دوزانِ سخن

قطع و وصل اسکا نہیں کہنے میں آئے
 ہی دوقوی الغرض مفتی دین
 ساتھ اس تقویٰ کے وہ فخر انام
 مقصد انکا اس سفر سے تھا ہی
 راہ چلتے اور کہتے امی خدا
 حق سے یوں آتا بنا امی مرد راہ
 مہ میری ہی تجھے میں تیرے پاس
 عرض کرتے وہ کہ امی دانے راز
 اگرچہ ہوں دریا میں دو با تالہ
 جہ ص تیرے عشق میں ہی فخر
 امی دروغا یہ عجب کچھ راز ہی
 بے نہایت ہی خدا کی بارگاہ
 حسن بے پایاں ہی رہا امی ندیم
 ساتھ اس پیغمبری اور شاہ کے
 مجمع البحرین تک پہنچوں یقین

سالہا بلکہ ہزاروں سال سے
 راہ سے غفلت خدا سے انتہا
 دل بجانے جو ہی مستِ دلنواز
 راہ چلنا روح کا کچھ اور ہی
 یہہ سفر پاؤں سے کچھ تیرا تھا
 جان سے سیکھا ہمارا جسم سیر
 مین کیا مغرب سے تا مشرق سفر
 تابشر مین یار کے دیکھوں صفات
 درج یک ذرے مین نورِ آفتاب
 شام کے نزدیک مین پایا گذر
 روشنی ہر یک کی فوقِ آسمان

سالہا اُرتا ہوں پر اور بال سے
 عشق مین اللہ کے چلتا ہوں راہ
 راہ و منزل خواہ کوتہ یا دراز
 یہہ درازو کوتہی ایک طور ہی
 تو سفرِ نطفے سے تا دانش کیا
 جانِ بچون ہی یکسان دور و در
 وہ دوقتی یوں دے آگے خبر
 اُنکے جاننا تھا شامی کے سات
 کس طرح قطرے مین ہو دریا آب
 تا گہان دریا کے یک ساحل او پر
 سات مشعل دور سے دیکھا وہاں

دوسرے سویم

موج میرت مین گیا یکبار دوب
 خلق کو اُن سے ہی دید و نپہر جاب
 بے خبر پر تو سے ایسے شمع کے

عقل حیران ہو رہی سمجھانہ خوب
 گیتی یہہ مشعل مین مثل آفتاب
 خلق جو یائے چراغِ مردہ تھے

چشم بندی تھی عجب ہی آنکھ پر
 پھر ہوئے وہ ساتھ یک مشعل نمود
 سات مشعل پھر ہوئے اُس ایک کے
 فصل کا یا وصل کا اُنکے بیان
 ایک یا معدو د بھی بولا بجائے
 اب کہو یہ راز کیونکر بولنا
 پھر گیا آگے کہ بارے دیکھئے
 بے خود و بے ہوش تھامین دورا
 بعد یک ساعت کے پھر پایا شعور
 پھر گرا بے ہوش پھر پایا خبر
 سات مشعل دیکھے پھر ہوسات مرد
 نور سے اُنکے خجل تھا آفتاب
 باز یک یک مرد ہو یک یک درخت
 سخت شادابی سے ہر ایک جھار کی
 شاخ ہر جھار کے پتوں میں کم

حکم مہدی من یشا کی سر بسر
 روشن اُسکے نور سے چرخ کبود
 چشم میرے سخت جینان ہو رہے
 کہ نہیں سکتی ہماری یہ زبان
 راز اسکا سالہاد انش نہ پائے
 کہہ چکے آگے ہی لا اُحییٰ شتا
 تاشان حق سے یہ کیا ہوسکے
 دورے سے بے خودانہ گر پرا
 پھر ہو التجیل سے جو باک نور
 دورے سے سخت تھا بے پاسر
 نور اُنکا تھا سپہر لا جورد
 نور ما اُس نور سے کیسے خراب
 دل ہو ایہہ دیکھے حیرت ناک سخت
 آنکھ میری دیکھنے سے تھک رہی
 پات بھی میوون میں پنہان لیکلم

جاچکی تھی بلکہ سدر سے پرے
 گا واپسی سے گذر گئی تھی یقین
 عقل ان اشکال سے زیر و زبر
 مثل شیر کے اچھلتے برق نور
 انگنت مخلوق کرتے تھے گذر
 جا بجا مکمل سے کرتے سانبان
 ایسے آنکھوں پر تو آخ تھو کیجئے
 جو نہ دیکھے چاند کو دیکھے سہا
 چشم انکی پر نہ دیکھے آفتاب
 بھوک سے گرا ایک پر یک خشک حلق
 سحر حق گویا تھا انکی آنکھ پر
 آؤ تم ہم پاس جلد امی غافلو
 دمدم یا لیت قومی یعلمون
 ہم کئے بین انکی بینائی کو بند
 جاؤ ان جھارون سے ہو تم کامیاب

جھار کی ہر شاخ اوپر عرش کے
 بیخ ان جھارونکی تاقہ زمین
 شاخ سے بھی بیخ تھی سرسبز
 مینوہ جو پک کر ٹلکتا تھا بزور
 یہہ عجب تر تھا کہ ان جھارون اُپر
 آرزو میں چھاونکی دیتے تھے جان
 پھر نہیں سایہ کو ان کے دیکھتے
 قہر حق سے ان پہ گویا مہر تھا
 دمدم ذرے سے ہووے بہرہ یا
 سر گئے سوسب جن کھاتے تھے خلق
 پر نہ مینوون سے رہی انکو خیر
 یہ نہ اہر جھار سے تھا دوستو
 بلکہ ہر پتے سے تھا پیغام یون
 حق سے یون آواز تھا جھارونپہ
 کوئی گرا لے کرے انکو خطاب

از قضاء اللہ دیوانہ ہوا
 خلق کو یہ کیا ہی مگر اسی عجب
 رحمت حق سے لیا چاہتین کران
 اور تعجب میں پڑا تھا بولہب
 پھر ہوا ایک جھار وہ ساتون درخت
 و گلین تھے میرے خیرت سے قدم
 کھنچ کر بشل جماعت صف دراز
 دوسرے پیچھے رہے اندر قیام
 کر دیا دل پر میرے خیرت نمود
 ہی نماز انکی عجب ترتیب پر
 نیتھ گئے قعدے میں اگر فرد فرد
 وہ جواب اسکا دے با احترام
 رحمت حق ہو تجھے ہر دم قرین
 نام سے کس طرح پائے الگھی
 خودنی حق کا اُسے مخفی ہو کیا

بولتے سب اسکو یہ سکین گدا
 بولتا وہ مرد ہو خیر ان تب
 اینیا خیر ان کہ کیوں یہہ منکر ان
 کافروں سے تھا محمد کو عجب
 اور آگے میں گیا کرد لکسو سخت
 سات ہوتے ایک ہوتے وہم
 تب لگے وہ جھار تب پڑھنے نماز
 ایک جھار و نئے ہو آگے جیوں الام
 وہ قیام وہ رکوع وہ سجود
 کیونکہ جھار و نکلونہ گھٹنے نہ کر
 پھر ہوئے وہ جھار ساتون سات مرد
 میں گیا نزدیک اور بولا سلام
 کامی دوقتی مفر اصحاب دین
 میں کہا مجھکو نہیں دیکھے کبھی
 وہ کہے یہہ بات تو بھی جانتا

ہی وہ استغراق پر نین جاہلی
 ہو رہا مین بھی مراقب جان سے
 پیر ہوتا ہی جو ان حق کے حضور
 چون نہیں جب محرم نیچون ہوا
 کور سے بہتر تجھے کرنا حذر
 گرچہ ہو قاری و حافظ یا فقیہ
 ہی امامت مین کراہت ناگزیر
 سو تو اندھے سے ہنو ہر گز ادا
 کور باطن کو ہی سب دلیمن بھری
 وہ بخا و گلی بخر آنسو بہاے
 تا نہ ہو تجھے پر در رحمت فراز
 وہ نہیں ہی اسکے تن پر ظاہر
 جو طوٹ کر لیا اخلاق و دین
 دل لگا معبود بوجھے نہیں اُسے
 اس لئے سب کیش جزیک کش نہیں

نام کسا گر نہیں جانا ولی
 ایک پل مین ساتھ ان خضر کے
 پھر اسی ساعت ہو ساعت سے دور
 قید سے چھو تا تو پھر مطلق رہا
 کور باطن کو نہیں اسکی خبر
 ہی امامت کور کی شہ عاگیر
 یار ہی زہد و ورع مین بے نظیر
 چاہئے پر نہیں فاذ و رات کا
 کور ظاہر کو نجاست ظاہری
 یہ نجاست ظاہری پانی سے جاے
 چشم گر ہی تو نہ رکھ روٹنے سے باز
 جو نجس کا فر کو فرمایا خدا
 ہی نجاست اُسکے دلیمن ای مین
 احقان تصویر سنگ و چوبے
 اصل مین معبود جزیک پیش مین

روشن مہتاب کی کوئے میں پائین
 مدحِ جُزق کے روایتنِ غیر کی
 پس دوقی کوئے سب بلِ امام
 جب کے آغاز تکبیرِ نماز
 معنیٰ تکبیر ہی یہی امی فلان
 وقت ذبحِ اللہِ اکبر بولتے
 مثلِ اسماعیلؑ تن جانِ جیونِ خلیل
 نفس تھا جو طالبِ حرص دہوا
 رو برو حق کے کھڑے صفِ بانہ کر
 اشکِ جاریِ خوف سے دل چھوڑ
 حق سے یون فرماں ہوتا امی فلان
 عمر تو کس کام میں آخر کیا
 چشمِ گوش اپنے رکھا کس کام میں
 مین تجھے دنیا میں بس مہلت دیا
 ایسے ہی پیغامے ہو لٹاک

لکرمانِ یہودہ کوئے کو سہلین
 آفرینِ مستِ کربانِ دیر کی
 قوم پیچھے ہوئے اُنکے قیام
 ہو گئے قربانِ شمشیرِ نیاز
 حق کے آگے ہم ہوئے قربانِ بجان
 نفس کو بھی ذبحِ ایسا کیجئے
 چاہئے جانِ تن کو یون کر دسیل
 ساتھ بسمِ اللہ کے بسمل ہوا
 واسطے دینے حسابِ اپنا مگر
 حشر میں جیسے کھڑے حق کے حضور
 کیا میری خاطر تو لے آیا یہاں
 قوتِ قوتِ صرف تو کس پر کیا
 کیوں رکھا ہوش و حواسِ آرام میں
 تو خریدی اجرت کی کیا کیا
 سو ہزار آتہ میں از در گاہِ پاک

شرم سے گھٹونہ وہ لایا رکوع
 دے جواب اب حق کے تو فرمان کا
 گریرا مسجد میں ہوش مندہ دل
 سر کو مسجد میں رکھا ہنو کر زبون
 سر اٹھا مسجد سے حق کا جواب
 سر اٹھا کر دے جواب کر دگا
 نیشہ ہنیت سے گیا قعد میں تب
 شکر اس نعمت کا کہہ تو کیا کیا
 اپنی کے بجز سے وہ مرد خام
 پانوں میرے سخت مشکل میں ہے
 کھو دیا تو وقت چارے کا کہین
 سعی ہی بے سود وقت جان کنی
 التجا کرتا ہی باخویش و قرب
 دے جواب اپنا خد کو آپ نے
 سخت مضطر ہنو کے لرز امثل ہید

جب کرے تو میں مہمحت رجوع
 پس ہوا فرمان کہ اپنا سر اٹھا
 سر کو گھٹونے اٹھا کر وہ خجل
 پھر اٹھایا سر ہوا پھر سرنگوں
 پھر حضور حق سے یوں آیا خطاب
 پھر ہوا اس پر عتاب ای خامکا
 ہا رہی طاقت کھرے رہنے کی جب
 حق کہا میں نعمتیں تجھ کو دیا
 منہ پھر اسیدح طرف کرنا سلام
 یعنی ای شانان شفاعت کیجئے
 انیا کہتے کہ اب چارہ نہیں
 مرغ بے ہنگام ہی تو امی دنی
 پھر کے دینے ہاتھ منہ کر وہ غیب
 وہ کہیں ہم سے مدد ہرگز ہنو
 جب ہوا ہر دو طرف سے نایا

پس دُعا کرتا ہی مرد مُستمند
 اول و آخر مجھے تیری سپاہ
 پیش میں جب ہوقیامت جان گذار
 بیچ ساحل کے بصدِ عجز و خشوع
 چو طرف طوفان تھا آشوب ساز
 تھا طلاطم موج کا حد سے زیاد
 اہل کستی کا جگر ہو نخت لخت
 کافر و ملحد سبھی مخلص بنے
 تاکہ اس طوفان سے پاویں نجات
 مُصطفیٰ ہو ان پہ صلواتِ خدا
 روزِ اول جانتے مین عاقلان
 مہر سے از بسکہ دلمین کھا جوش
 اپنی رحمت سے کر انہر یک نظر
 دستگیری کر خدا یاد در گذار
 لطف سے اپنے دیا پھر عقل و ہوش

ماتھے اپنے کر طرفِ حق کے بلند
 ای خُداوندِ کریم و امی الہ
 یہہ استارتہا تیری وقت نما
 تھے نماز اندر دقوتی با خضوع
 ناگہان دریا میں گذر ایک جہاز
 تھی شبِ تاریک و ابر و تند باد
 خوف تھا مریکا اور گردابِ سخت
 سخت ماتم سے لگے سر پٹینے
 نذرِ ماتی سے کئے زار کیے سات
 سچ کہے پیغمبروں کے پیشوا
 عاقبت میں جو نہ جانیں جاہلان
 سن دقوتی وہ فغان اور وہ خروش
 پس کہے یارب تو اپنا فضل کر
 ای رحیم و امی کریم و بُردبار
 را بگان بخش تو جان و چشم و گوش

نعمتیں بہکھو دیا ہے انتہا
 تو دیا بیشک دُعا کی بہکھو بس
 اشک کے سیلاب اٹکھو لٹے بہا
 یہہ دُعا بخود ان خود ہی جدی
 ہی خدا باقی جب اپنی ہی فنا
 بندگان حق کے رحیم و سازگار
 دھونڈ لے اُس قوم کو اسی مُتلا
 بندگی حق کی نہیں تجھکو اگر
 حق میں تو جیتک نہیں فانی ہوا
 حق کہا میری نظر ہی دل اوپر
 تجھکو ہی دعوئی کہ میں رکھتا ہوں
 لاف تیرا تجھکو کرتا ہی خراب
 اور ایسا ہی تجھے امی مرد راہ
 جز باندا زہ ضرورت لے نہ مال
 اہل دل ہوں کہہ کے تو کرتا غرور

ہم کے ہر چند کفران اور خطا
 پس قبول اُسکو تو امی فریاد رس
 بے خودانہ مانگتے تھے یہہ دُعا
 خود خدا ہی جب نہیں باقی خودی
 مانگتا دیتا سو ہی بیشک خدا
 نوے حق ہوتی ہی اُسے آشکا
 تا امان بخشین تجھے اندر بلا
 تو گد اسی دعوئی شاہی نکر
 کب رہے منظور خود اللہ کا
 پس تجھے دل چاہئے ای بے بھر
 دل فراز عرش ہی مین زیر گل
 چھوڑ دے تولا ف باحسن اللباب
 حسب مال وجاہ کرتا ہی تباہ
 ماہنو تو حرص کا مغلوب حال
 التجا غیروں سے لانا کیا ضرور

دل تو اس مُضغے کو اپنے جانتا
 تو روا رکھتا کہ یہ دل ہی وہ دل
 دل نہ ہو سے غیر وہ دریاے نور
 جب کئے دل سے دُعا وہ مردِ خا
 پائی کشتی لطف سے اُنکے امان
 ساحلِ مقصد کو آیا تک جہاز
 پیٹھہ کے پیچھے دوقی کے نہان
 اس دُعا میں ہم بچم اضطراب
 ہم نہیں لیکن امام بو الفضول
 وہ فضولی کہ بچم نقباض
 غیب ہو کیا بار اُنکی آنکھ سے
 شش بہت میں اُن بزرگوں کا اثر
 ساہا اُنکے لئے روتے رہے
 خاصگانِ حق رکھنے کب روا
 مر حق تو بول امی صاحبِ نظر

اہل دل کو اس لئے تو ماننا
 عشق میں جو ہی خُدا کے مُضجیل
 دل نظر گاہ خُدا پھر اس پہ کور
 اُس بلا سے پائی وہ کشتی خلاص
 سعی اپنی اہل کشتی کو گمان
 اُس جماعت کی اُدھر ہو گئی نماز
 یوں کہے اپنے میں وہ مردِ بیان
 ظاہر و باطن کے میں ہین ارکاب
 یہ دُعا مالگا ہی باجانِ ملول
 کام میں حق کے کیا ہی اعتراض
 وہ جو ان مردانِ دمانسے تل گئے
 پھر دوقی کو ہین آیا نظر
 اشک سے حمر تلے مُنہ دھو رہے
 حکم میں حق کے ترقف غیر کا
 ساتھ حق کے کب کر سے ذکرِ شہر

بیان یہ کہ جو ازل سے سعید ہی طاعت میں جالاک ہوگا

یوں بذات حق سے فرشتے لائے
 میہ جفا بھائیوں کا پھر بتلاؤ گے
 غارتھا گلزار حیون باغِ خلیل
 مومنوں کی جان کو رکھتا ہی مست
 حق کے نام و نہی پر اعتراض
 وہ نہیں کرتا ہی طاعت میں خلل
 بے فتور و بے گمان و بے زوال

غار میں جسوقت یوسف کو گرا سے
 ایک دن تم بادشاہی پاؤ گے
 جب نے یوسف پہ پیغامِ طیب
 حشر لگ ایسا ہی وہ بانگِ است
 نابلا میں ان کو ہرگز انقباض
 جو کہ دیکھا خواب خوش روزِ ازل
 بار طاعت کا اٹھاتا بے ملال

نفس ظالم ہی قتل اسکا سبب نجات
 عقل اور نفس اصل کل برائی کا

جو ہو ا شہوت میں پابند ہو
 روز و شب مسکین پہ سگ حملہ کرے
 ضیہ ہا یہ کو کرتے ہنیں کہین
 کیونکہ وہ رکھتے ہنیں کتوں کا جنم
 اسکو وہ لاتے ہنیں خود میدائین

ظالم و مظلوم وہ کیا جانتا
 دشمنی کتے کو ہی مسکین سے
 شرم ہی شیروں کو کتے کو ہنیں
 کافرو فاسق کرے ظلم و ستم
 ظلم ہی مستور انکی جان میں

خاص وقت شہوت اور غصے کے دو
 گریہِ جہلم حق اُسے کرتا ہمان
 اِقتضائے داوری حق کے مگر
 گرمواظالم تو جنگِ زندہ ہوا
 نفس کو تو مار عالم زندہ کر
 نفس ظالمِ عقل ہی اُسکی ایسے
 تاکہ ہو دے عقل کو حق سے قنوج
 دیکھ لے قرآن میں اسے سبب
 کشف اُسکا عقل سے ہرگز نہ ہو
 بند معقولات میں ہی فلسفی
 عقل تیرے عقل کی ہی مغر جان
 وہ سیاہی وہ سیدھے ہی دور
 قیمت ہیمان ہی زر کے سبب
 جس طرح تن کی قدر ہی جان سے
 نقبس از در ہی تیرا پر مکر و فن

ظلم کو کرتے مہین ظاہر سو ہو
 حد سے جب گذرا تو خود مہو تا عیان
 عمر و بکر و زید سے ہوتی ہی سر
 حق کا ہر کوئی لو بنو بندہ ہوا
 عقل کا اپنے تو اسکو بندہ کر
 مارنا اُس نفس کو ہی ناگزیر
 روزی بے ریج یعنی قوتِ روح
 عزتِ درویش و ذلِ بولہب
 بندگی سے حق کے ہوتا کام جو
 شہ سوارِ عقل ہی عقلِ صفی
 عقل تیری پونٹ ہی اُسکی تو جان
 جان و دل پر نور کا اُسکو ظہور
 زر سوا ہیمان کو عزت ہی کب
 قدر جان ہی پر توے جانان سے
 بیر اُسکو جیون زمر د دیدہ کن

نفس ہی اصل بری ہے اسکو مارا روزی بے ریج وقت خوشگوار

ہیں ہزاران حجت سکوناً صحیح
 جنہر و شمشیر مخفی ذات میں
 میں تھگا سکتا شہ آگاہ کو
 مگر سے اس میں دباے تابہر
 کھر میں اپنے سنگ ہی شہر صف شکن
 جردل آگاہ باقی والسلام

مدعی نہیں ہی از بس فصیح
 نفس کو تہ تیغ و صحف ہاتھ میں
 شہر کو تھگ آسے لیکن شاہ کو
 کرو ضوحیلہ تیغے لا غرض پر
 کیونکہ وہ گھر میں تو گھر سے بے وطن
 مگر نفس و تن کا کیا جانے عوام

بھاگنا حضرت عیسیٰ کا احمقوں سے کیونکہ
 احمقی قبر خد کا اور قبر سے بھاگنا ضرور

کیونکہ ان سے بھاگنے کے لئے نہیں سچ
 احمقی کا مرض بے درمان ہی
 بھاگنا قبر خد سے ناگزیر
 احمقی سے جو پری ان پر وبا
 پر سلیمان سے ہی انکی چشم کوڑ
 کان میں انکی نصیحت بے اثر
 لیکن انکے پاس میں ایک ذرہ مال

احمقوں سے بھاگنا ہی مرد فصیح
 صحبت احمق بلائے جان ہی
 احمقی قبر خد ہی امیر
 یاد آیا قصہ اہل سبا
 دور میں ایسے کہ دیکھیں پامور
 تیز گوش از بس ولیکن سخت کر
 مال میں مغرور قارون کے مثال

مرد دنیا کا ہی مفلس ای عزیز
 وہ برہنہ جیون کہ آیا جا لگا
 مال کو جب چھوڑا جا نا ہی ضرور
 جو مگر سو دیکھا اللہ کا
 گو دین لڑ کو نکے جیسے بہن سفال
 اُسے کچھ چھینو تو رووین زازرا
 حال تیرا ہو ہو ہی ویا ہی
 پھر یہی صورت ہی ان اشخاص کی
 سونہرا ان جانتے فضل و ہنر
 مول ہر یک چیز کا پہچانتا
 جان سب علموں کا اپنے بوجھ ہی
 دین ہی یک مرض بولے دنیا
 خوب بھی اُسکے سب ہوتا ہی
 آشنائی عقل عاقل سے اگر
 آشنائی نفس بد نفسوں کے سات

ماتھے میں اُسکے مہین دمتری کے چیز
 بے سبب چورونکے در سے مر رہا
 خاک سے کتر سہر ای بے شوہر
 ساتھ وہ تو شہ ہی تیری راگا
 وہ کرین اُسکو جتن ماندا مال
 پھر دے تو ہنس ترین مثل بہار
 جب تک اُفت ہی تجھ کو مال کی
 جنکو علم و عقل دُنیا کی رہی
 لیکن اپنے حال سے بہن بے خبر
 احمق ہی آپ کو نا جانتا
 گر بہن بوجھ علمہا سب پوج ہی
 حق شناسی کو وہی مانع پرا
 کب بعد ایما رکو کرتی مدد
 جاٹے ہر دم رہینگے دوست تر
 ہو تو ہر دم ہووین افزون بد صفات

چاہتا ہی تو ملوں گراہل سے
 ہی دو اس مرض کی پیرکھوات
 جان سے ہنواں طیبوں کا غلام
 امی بسا دولت کہ او سے ناگہان
 بہن بسا معشوق عاشق سے قریب
 یہ غلط انداز ہی سو، القضا
 تو قدر کے کام میں مت ہنصول
 دل نیز محکوم ہی قدر کے ساتھ
 وہ چدر پھیرا دھر چاتا قلم
 ماتھے میں موسیٰ سمجھے تھے عصا
 جب بنی جائے نذیک لکریکا بھید
 جب کہین صیاد پھندا دالتا
 بار ما تو دام میں جا کر پھنسا
 پھر کیا توبہ تو کر آزاد حق
 پس جہاں دانہ ہو کر اس سے حد

دوستی کر عاقلون کے عقل سے
 وے ابطا جان کو بخشین حیات
 تا کرین تجھکو دو اسے شاد کام
 پر نہیں پہچانتے بے دولتگان
 پر نہ بوجھین عاشقان بے نصیب
 خود ہمارے بے نصیبی کا جزا
 بہن گدھے کو لائق اسکے کان طول
 جیوں قلم مجبور ہی کاتب کے ماتھے
 کیا تجھے معلوم ہو سر قدم
 تھا حقیقت میں عصایک اژدہا
 کیا تجھے معلوم سر دام کید
 ظاہر ادا ہی باطن میں دغا
 حرص میں دنیا کے دین اپنا دیا
 تجھکو نعمت دے کر ایسا مدحق
 تانہ باندھے دام تیرے بال و پر

شکرِ کرمت نہو فقط نعمت پسند
 شکر سے تو پاؤنگا دیدارِ دوست
 شکر سے کر ضدِ نعمت امی ولی
 احمقانِ حق کے بہین بے حد وعد
 رات کی تاریکی میں خورشید ہی
 اگرچہ ہی تن مایہ نقص و نساد
 جان کو یہ کچھ نہیں خود بوجھ تو
 غار میں تھے جسم نین دیکھے تلف
 کب رہے سیری و پیری با ملال
 ہم رنگیے غسرق لطفِ ایزدی
 پس تیرے ہمراہ فالِ بدر ما
 مایہ طغیان کیا اپنا سبق
 تو کیا نیکی تو وہ کرے بہین بد
 ہی لیمون سے تو نیکی سخت نشت
 ایک کو دے ساتھ سو بدلہ کریم

شکر ہی نعمت سے بس کہ سو مند
 شکر جانِ نعمت و نعمت ہی پوت
 شکر آگاہی ہی نعمتِ غافلہ
 اینیا بولے کہ مایوسی ہی بد
 بعد مایوسی بہت اُمید ہی
 دیا بہین ہم جوان و خند و شاد
 یہہ درازو کو تہی ہی جسم کو
 تین سو نو سالہ اصحابِ کھف
 جب نہو دے روز و شب ماہ سال
 جب عدم کے باغین ہی بے خودی
 تو نصیحت نا جھون کی بہین سنا
 تو لیمی سے نہ جانا انکا حق
 خصلتِ بدین لیمون کو ہی کہ
 نفس تیرا ہی لیم و بد سہرشت
 اگر کریمون سے تو نیکی امی ندیم

اگر لیٹھون پر کیا قبہ سرو جفا
 آدمی ہر کام کر سکتا ولے
 پس عبادت میں نہیں مشغول
 جائے دنیا معبد مرد کریم
 الغرض بد کر لیٹھون پر مدام
 شیرے چوہو نلوکب ہو دہرے اس
 کاسہ لیٹھون سے ڈر لگا دیک لیس
 بے غرض عشاق نہیں اس تن کسات
 عاشقان مارے عدم میں ہین قدم
 ذرہ ذرہ کر بجھے کینلی ہوا
 جب ہو انا بوس تو تدبیر سے
 تو خودی بھولے تو کر نایا د حق
 تو ہوا بندہ تو آتش نا جلانے
 عاشقان خوش خوش انھوں کا حال بھی
 عاشقوں کا چو طرف دیکھ کیے

وہ تیرے بندے بنینگے باوفا
 محض وہ پیدا ہی طاعت کے لئے
 جائے طاعت سر کشتوں کو ہی سقر
 جائے دوزخ معبد مرد لیٹھ
 تار ہینگے دل سے وہ تیرے غلام
 انکو بلی بس ہی کرنے ناس ناس
 کافروں کو ہی خدا یوں گیس
 عاشقوں کو موت ہی آجیات
 جیون عدم بک رنگ سارے یکلم
 یہ کٹشش نا ہو جز فضل خدا
 ننگ بختی پایا کتب پیر سے
 تو ہو بندہ تار کے آزاد حق
 اور بھی دریا نہیں ہر گز دباے
 نام انکا ناسنیں ابدال بھی
 جطرف دیکھو تو حکم انکا چلے

گر تجھے ہولے کریم التمش میں جل

گریرا اس میں کچھ نہیں تجھ کو خلل

مُعجزہ سرورِ عالم کا جو مشک پانی سے قافلہ سیراب ہوا

قافلہ یک شکرِ سالمی میں عرب
ناگہاں فریاد رس کو نین کے
اِقْتِافاً ایک جنبشی کو غی غلام
مشک پانی تھا سوا اُس کے پاس لے
آدمی تا اونت لیکر سب دو اب
مشک تھی رو پوش موجِ فضل رب
تو ہوا غافل سبب سے مگر
جب سبب دیکھا مُتَب کو نہ بھول
وہ سید دیکھا ہو اوپر سے شتاب
دیکھ کر یہاں مُعجزہ خیران ہوا
عاشقانہ اُس مبارک پاؤں پر
مُصطفیٰ دستِ مبارک اپنالے
وہ سر سید زنگی ہوا سُرُجِ خوش آب

پیچ وادیکے تھے خیران شہ لب
مُصطفیٰ اُس جا پر نیدا ہونے
اونت لے گذرا ادھر سے تیز گام
قافلہ سیراب یک سر کر دئے
پنی لٹے تھے مشک و تسی تھی پر آب
بحرِ رحمت سے روان ٹیکے سبب
اِس لئے بانڈھا سبب ہی نظر
ہی سبب کو حکم حق اصلِ رسول
مشک کے پردیسے جاری موجِ آب
جان و دل سے طالبِ ایمان ہوا
گر پر اپایا سعادت کا ثمر
منہ پر اُس جنبشی رحمت سے طے
مشک سے کافر شب سے آفتاب

پاک تھاتن سے کہ تن تعاب و خاک
 بے نوا یون کو خدا بخشے نوا
 ہر طرح پانی تجھے پہنچائے رب
 اسکے خاطر دو دھرتیاں بھیجا

رنگ بد لاگرچہ لیکن جان پاک
 درد ہو تو ہو تو واسحق سے عطا
 بشنگی پیدا کرا می اہل طلب
 طفل جب نازک گلو پیدا ہوا

اسلام کرنا اور ایمان لانا طفل دو ماہ کا اور نبی عم کے

طفل دو ماہ تھی گو می بین لئے
 امتحان کو آئی پیغمبر کے پاس
 السلام علیک بوالای رسول
 و وہ کہا عبد العزیز امی مصطفیٰ
 پر کہیں یے عبد عزیزی بے تمیز
 معقران دو کا ہوا خشبو مگر
 جامد و نامی رہیں اسکے گواہ
 مرغ تا ماہی کرین اسکو جتن
 حق پچانا تجھکو بوجہ آفات سے
 یہ کتاب و قال سے حاصل ہو

اور یک زن کافرون کے قوم سے
 وہ بھی اس وادیک اندر بے ہرس
 طفل جان و دل سے ایمان کر قبول
 پس کہے اسکو کہ تیرا نام کیا
 نام میرا حق کے پاس عبد العزیز
 آئی جنت سے حنوط اسوقت پر
 جسکا ہوتا ہی نگہبان خود الہ
 جسکا حافظ ہی خدا آذو المنن
 جو قضا چھینے ہی تیرے ماتھے سے
 عبرت و دانش خدا سے کر طلب

ہر کسی کو کبھی ہی قدرت ساز دار
عاجزی بیچارگی بہتر تھی
خواہشوں سے نفس کے ہی تھے یہ غم
آرزو مٹی کی ہی گل خوار کو

عجز بہتر تھی کوا ای پر نیر گار
نفس کی آفت سے تا تو بچ رہے
جو تھے شیطان سکھاتا وہ ہم
گل شکر نا ہونگوار انکو کھو

بیان یہ کہ ریاضت میں سر اسود ہی
اور یہ دنیا نہ جائے بہود ہی

آدمی کو حق دیا ہی اختیار
اُسکو کرنا بنی آدم کہا
سود سر مایہ تھے قدرت ہی جان
بندگی میں عرف کر اپنی عمر
جب سیاست نہ تھے کرنے لگے
تن گھتا کر جان اُسکالے عوض
مؤمنوں کو بندگی ہی خوشگوار
گردن تھی امید کچھ بہود کی
اولیا اس راز کے واقف ہیں بان

بس نہ تو جی رہی تو اسی نیکو شعار
کام میں اُسکے اُسے قدرت دیا
وقت قدرت کے نگہ رکھو انجان
حق دیا قدرت تو حق کا شکر کر
تو بچاتا سر کو اپنے مال سے
یک عمل تیرا نہ ہو گا بے عوض
کافر اُسکو بنیں سمجھے زہر مار
ریح و طاقت کیوں قبول انکو ہی
اسلئے کرتے ریاضت اسی فلان

ساکن اپنے بقا کے واسطے
 اگر عوض اپنا نہ دیکھے وہ کرام
 بے عوض دنیا خدا کا کام ہی
 یک سلام بے غرض دیکھا کہین
 تن مواثر اریاضت من اگر
 یون کہے موسیٰ ہی دنیا جا مرگ
 یہہ جہان فانی نہیں جاگے معاش
 جسم یا اموال ضایع ہو اگر
 پس ریاضت کو بجان کرے قبول
 جب دیا حق یہہ ریاضت شکر کر

دائماً تن کو ریاضت میں رکھے
 کیوں کئے راحت کو اپنے پر حرام
 یا ولی جو فیض اُس کا عام ہی
 جو نہیں آخر کو پکرا آستین
 زندہ جاوید ہو جان با خبر
 آخرت کا جلد کرے ساز و برگ
 آخرت باقی ہی کر اُسکی تلاش
 سود اُس میں جان کا ہی شیشہ
 تن کو رکھے خدمت میں تا جو جان
 بوجہ حق کی ہی عبادت سر

جواب حمزہ رض اللہ کا خلائق کو

یون کہے حمزہ کہ میں جب تھا جوان
 کس طرح کوئی موت کی رغبت کرے
 لیکن اب نور محمد کے طفیل
 بسکہ یہہ دنیا ہی فانی ہو خراب

موت سمجھا تھا فنا کے جاودان
 از دما کے منہ میں کیوں جا کر مرے
 عالم فانی کو میں بوجھا ہوں کھیل
 موت میں حاصل ہی مجھ کا فتح باب

جب حواسِ آدمی فانی ہوا
 خیمہ درخیمہ طناب اندر طناب
 موت کو جو کوسے سمجھتا ہلکے
 موت ہی جکی نظر میں فجاب
 موت ہریک کی اُسکے طور ہوا
 ترک سے آئینہ خوش رنگی لیا
 نور دین جب لک تجھے آو نہ مات
 خلق سب یکساں پھیرن بازار میں
 موت سے بھی گرجے مرے ایکساں
 اپنا کوننگ ہی بس بہ جان
 اہل دنیا پاس ہی اُسکو وقار
 ظاہر خوشتر و لیکن تنگ ہی
 تن اگرچہ موت سے کھاتا ہی بیچ
 حاملہ کو درد زہ سے تاب ہی
 ایک دوسریکے علم سے بیشتر

تب نظر آتا ہی شکر شاہ کا
 شکر نورِ خدا ہی بے حساب
 حال اُسکا موت سے ہووے تہ
 ہی اُسے مرے طرف رغبت تاب
 دوست کو ہی دوست دشمن کو عدو
 آئینہ کالا ہی جب زنگی لیا
 نفس کی آتش سے ناپا و نجات
 لیک یک خوش یک غم و آزار میں
 لیک بعضے غم میں بعضے شادمان
 لامکان میں اپنا مین شادمان
 ظاہر اُسکا خوب باطن سخت خوا
 خندہ اُسکا گریہ عزت تنگ ہی
 جان کو ہر دم نکلنے پر بسیج
 طفل کو شادی ہی فتحِ الباب ہی
 بے خبر ہووینے صاحب نظر

تجھ سے بہتر صاحبِ دل جانا
 اسکو شبِ روشن ہو اعلم لدن
 پھر تجھے سایہ نہ شبِ باقی رہے
 تن گیا پر جان ہی روشن صفات
 عِلتین ساری گئیں اُسے گذر
 مقصدِ اعلیٰ طرف ہو بے حجاب
 روح کب اُسکو ہو منظورِ نظر
 عقل کرتی اُسے تدبیرینِ عیان
 حق سکھایا اُنکو ہی سحرِ بہال
 محس اُنکے پاس ہو دینکِ فال
 کیا سمجھتا اُنکو بے امثال کے
 حال اُنکا کالمون سے پوچھ تو
 ہین نظر میں کالمونکے خود عیان
 کوئی نہ جانا غیر اُتار و مثال
 پس مثال اسکی اُسے حلِ ابۃ

حال تیرا تو نہیں پہچا نہ
 تن سے تھی غفلت ہو اجب روح تن
 جب زمین نکلی فلک کے جوف سے
 سب گرانی اور کس ہی تنکے سات
 تن سے جب باہر ہو جانِ بشر
 پھر تو وہ اُرتا ہی مثلِ آفتاب
 جانے ہی عقل با ادراک تر
 عقل میں کرنا ولے تاثیر جان
 ماہیانِ قعر دریا بے جلال
 تاب سے اُنکے ہی ممکن ہر حال
 کیا خبر ہی تجھکو اُنکے حال سے
 کالمون جانینگے اُن اسرار کو
 کیوں کہ ماہیات اسرارِ نہان
 لیک ماہیات اوصافِ کمال
 طفل کب لذتِ وطنی کی جانتا

لرچہ ماہیات ذوقِ اور جماع
 لیک لڑکون کو بتانا یہہ نفسیر
 بھیند حق کا اور حق کی ذات کا
 محرمونے حق کے جب ذات و صفات

غیر ماہیات حلوا ای متاع
 عاقِلون کے پاس ہی بس ناگزیر
 آدمی کے فہم سے نین ہی جدا
 نین ہی محضی دوسری ہوں کون بات

جمع اور توفیق درمیان نفی اور اثبات کے

جب ہو اہندہ فنا باقی ہی حق
 مار میت اذ میت حق کہا
 یعنی جب تو تیر مارا تو نتھی
 تو فنا موجود تھا سو آپ رب

نفی اور اثبات کا ہی یہ سبق
 نفی اور اثبات کو ثابت کیا
 کیوں کہ یہہ قوت تجھے حق سے ملی
 تو نتھا باقی مگر حق کے سبب

مسئلہ فنا اور بقا کے درویش کا

پس کہا قابلِ بہنیں جگ میں فقیر
 ذات سے اپنے فنا باقی بہ حق
 شمع جیسا جو پیش آفتاب
 بہت اس رو سے کہ تاگے کو جلا کے
 روشنی سکی فنا سے ذات ہی

در ہو تو ہی وہی روشن ضمیر
 وصف اسکا محمود صفِ ماسبق
 نیست ہی پر بہت ہی اندر حساب
 نیست اس رو سے کہ پر تو کچھ نہ لاک
 اسکے شعلے کو بقا اثبات ہی

ایک تولہ اُس میں فانی ہو گیا
 ایک تولہ ہی سرس گر تول لیتو
 اسے بہتر کچھ نہیں دوسری نظر
 عقل ہی تو آخرت میں فکر کر
 تا تو ہو زندہ بعیشِ سرمدی
 انکو مرنا ہی حیاتِ جاودان
 وہ سبھی ہر دم میں کرتے ہیں فدا
 سن نبی سے عشرۃ امثالہا
 عشق کلوب جانتے ہیں وہ خبیث
 گر گیا تو آخرش پتیا لگا
 لاف کی باتوں سے انکے دل پھوڑ
 ہر دو تیرے سخت بداندیش ہیں
 خوب ہی جو واقف رہتی ہے
 شہر سے خوشیوں کا پلو کیوں تر

گرچہ سو من شہد میں سرکاملا
 چاکھنے سے کچھ نہیں محسوس ہو
 یہہ قیاس ناقصان ہی ای امیر
 انگھ لڑکون کی رہیں آخور پر
 موت کے دن کے لئے تو مرا بھی
 عاشقان تو دم بدم دیتے ہیں جان
 ان کو دو سو جان بخشا ہی خدا
 ایک کو پھر دس عوض دیتے بہا
 ناجوان مردوں کی تو مت سن حدیث
 ناجوان مردوں کے تو ہمسرہ بنجا
 وقت محنت کے تجھے دیوے نینگھوڑ
 نفس شیطان ہر دو باخوش ہیں
 مال تن بھی برف سے بہانگے
 رنجِ غربت کا نہیں دیکھا اگر

حکایت برسمیل تمیل کے جو مومن بلا سے

بھاگتا جیسا کہ دانہ چینی کا کلانے سے

جبکہ چینی ذیک مین دیتے ہیں جوش
 مارنی کفگیر کہ بانو ا سے
 یہہ گلانا کچھ عداوت سے نہیں
 بلکہ ہو محبوب طبع و قوت جان
 باغ اب مدت تک سہ سہر تھا
 اس لئے سابق ہی رحمت فہر
 ہی تقاضا باحق ہی ہر کا
 جب کیا نقد و جو د اپنا نثار
 قہر کے آگے سہ اپنا کرفدا
 یہہ کتنا وہ نہیں جو تو مرے
 لیک مقصود ازل تسلیم جان
 ہستی حیوان ہی مرگ نبات
 زندگی ہلکے بعد از مہات
 جب تو محنت سے دل اپنا خون کیا

وہ اچھلتی اور کرتی ہی خروش
 تاکہ نا اچھلے وہ آتش میں گلے
 بلکہ مادے ذائقہ کھانکے میں
 ذلت و خواری نہیں یہہ امتحان
 تھا عوض آتش کا جو پانی پیا
 تاکہ نقد زندگی پاوے بشر
 تاکرے ایثار وہ نقد بقا
 پھر بقاے داعی دے کردگار
 مثل اسمعیل حلق اپنا کتا
 بلکہ مرے اور کتنے سے بچے
 ہی خدا کو سوچ دوای ہونان
 سچ کہے ہیں اقلو منی یا نقات
 راست بولے ان فی قتل حیات
 محنتیں کیا رتب طمی کر دیا

خوب فرمایا حکیم غزنوی
 گرنہ سمجھین کیا عجب اہل ضلال
 نور سے خورشید کے امی باشعور
 ظاہرِ اقرآن ندیکھہ امی اہلِ دل
 ظاہرِ اقرآن ہی تن کے مثال
 دیکھنا باطن کا مشکل کام ہی
 مرد کو سو سال اُسکے خالِ عم
 آدمی ہی چون عصائے موسوی
 ظاہر ایک چوہ لیکن ذاتِ مین
 دور سے دیکھے تو یک چترِ سیا
 گرد اُسکے چشم کو دیوے جلا

عاقِلون کو یہہ مثالِ معنوی
 معنی قرآن سے غیر از قبیلِ وقال
 غیر گرمی کیا سمجھے چشمِ کور
 دیو آدم کو نہ جانا غیر گل
 باطن اُسکا مثلِ جانِ نورِ جلال
 باطن اُسکا شیرِ خونِ آشام ہی
 حالِ باطن کا نجافے یک قلم
 جیون دمِ عیسیٰ ہی اصلِ آدمی
 یک جہانِ لقمہ کرے یکباتِ مین
 یک قدمِ پیش اُنکبہ کر فوجِ شہ
 آدمی مارے پہارون کو اُتھا

جواب طعنہ ماریوالے کا اور مثنوی شریف کے

ای شقی طعنہ نہر قرآن پر
 مین لیا قرآن سے اُسکا معراج
 استخوانِ لائق ہی دنیا دار کو

میشل گئے اُسپہ تو بھونکا نکر
 اگے گتوںکے دیا دالِ استخوان
 طالبِ حق دھوندا مسہار کو

مارتا قرآن لغزہ تاشہ
 یہ نہیں وہ شیر جو توجان بچا
 جہل سے کہتے تھے افسانہ مجھے
 خود ٹھہین افسانہ ہو گئے باتین
 مین کلام حق ہوں قائم حق کے سات
 نور ہوں خورشید ذات پاک کا
 مین ہوں وہ چشمہ آب حیات

ای گروہ جاہلان بے بصر
 یا کہ اسکے قعر سے ایمان بچا
 کافر سے مجھ پر تم طعنہ کئے
 چارے دوزخ کے تم درکاتین
 قوت جان جان دیا قوت نکات
 پھر نہیں خورشید سے ہرگز جدا
 عاشقوں کو موت سے نجات

تفسیر آیت واجلت علیہم نجاک ورجاک

جب کہ تو کرتا ہی عظیم دین درست
 یعنی ای نادان نکر یہہ پیروی
 بے نوا ہو ویگا اور یاروں سے دور
 تو سن اس دیو سے لعین کا یہ ندا
 بولتا مہلت ہی مجھ کو پیش پا
 جو طرف جب دیکھتا تمہیں خلق
 پھر تو کرتا دین اپنا استوار

مانک مجھ پر مارتا شیطان ست
 مجھ کو درویشی ملا دیگی ابھی
 خوار ہو گا اور پستیمان بالظہور
 چھوڑ دین کو مگر ہی مین بھاگتا
 دین کے رستے طرف کل جاو لگا
 پھر تجھے ہوتا ہی دیندار مین قلق
 خوف سے مرنے کے ہو کر شقیہ رار

پھر تجھے شیطان کہتا مگر سے
 پھر تو گھبرا کر پکڑتا ہی گریز
 سا لہا اس بانگ کا ہی تو ایسے
 سہیتِ آواز شیطانِ خلق کو
 نور سے مایوس ایسا نکاجان
 سہیتِ اس ملعون کی گریون رہے
 لیکن اُس سہیت سے تو ہی نیخبر
 باز سے درتار ہے کبکِ نجیب
 باز مکھی کو نہیں کرتا شکار
 دیو مگر ہی تو ہی مکھی سے بتر
 بانگِ دیوانِ اشقیاء پر ہی امیر
 دلمین تیرے مہر تی کی ہی اگر
 دو طرف سے مہر الفت چاہئے
 ہی فلک گردون زمین پر آس پاس
 یہ زمین بھی اُسکی کہ بانو بنی

کیوں ہوا بے باک تیغِ فقر سے
 بھولیکے سردین و دانش کی تمیز
 سرسبز شیطان کا فرمان پذیر
 کر دیا عاجز دیا کر خلق کو
 گور میں جیسا ہی جان کا فرمان
 سہیتِ بانگِ خدا ہی کیوں رہے
 تجھ پہ ہی دیوِ دنی کا روف
 مکھیوں کو کب ہی یہ سہیت نصیب
 بلکہ مگر ہی اُسکو لچاتی ہیں مار
 کرو فراس کا ہی تجھ پر منہم
 بانگِ رحمن اولیا کا دستگیر
 مہربان تجھ پر خدا ہی اسی پر
 کس طرح ایک ہاتھ سے تالی بجے
 جس طرح مادہ پہ نر کر تا ہی اس
 تو تو اتنے مردوزن حکمیں جنی

تو ہی باقی عالم کون و فساد
مرگ و بیماری ہی انکی پاکت
مُغ ہر عنصر گیا پرواز کر
حقتہ الجتہ سے یہہ مقصود لے
قُرب حق ہی ترکستی ای دلیر
تو خودی میں مست اُسے کیا جانتا
بے مُراد ہی اُسکی ہی سب کار کشت

حق دیا ہی مردوزن میں اِشاد
مُغ سین چارون عناصر بستہ پا
پاؤن اُنکے جب کھلین از ہم دگر
بے مُراد سے تجھ جنت طے
قُرب حق چلتا مہین بالا وزیر
نیستی میں گنج ہی اللہ کا
تو خود کیو چھوڑتا پاوے بہشت

بِسْمِ كِرْمَانَسِرِ دَرِ عَالَمِ صَلَاحِ كَا اُو رِ اَسِرِ و نَعِ اُو رِ فَرْمَا مَہِ حَدِیثِ
عَجَبٌ مِّنْ قَوْمٍ یَّجْحَدُونَ اِلَى الْجَنَّةِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ
عجب کردم از قومیکہ کشیدہ میشوند بسوئے جنت باطوق و زنجیر

بند میں گھار پکرتے کئی نفر
وے کیا کرتے تھے فریاد و نفیہ
دیکھہ انکو مُسکراے مُصطفیٰ
تھا ہر یک غصے سے طغنه مارتا
زیر لب کرتے تھے طغنے بھانت بھانت

شکرِ اسلام پاپا تھا ظفر
انکو لیجانے لگے جب کرا سیر
سرورِ پیغمبر ان بحرِ صفا
مُسکرا نا دیکھہ انکا سنج کھا
پستا غصے سے ہر یک پتے دانت

پھر نہیں طاقت کہ مارے ایک دم
 سو ہزار انکار سے چلتے تھے راہ
 پس رسول اس راز کو معلوم کر
 تم کو میں ہنگام ذراتِ الست
 جنگ میں اسکے لئے کرنا تھا
 یہہ جہاں مردار ہی اور جیوے سب
 میں صفوں کو اس لئے کرنا ہوں چاک
 جا پہلی سے مثل پروانے کے تم
 بیشتر ہیں مومنانِ ذوقون
 پھر نہیں یہہ بات نقصِ عقل سے
 بدگمانی سے ولے گرا احتیاط
 مومنوں کی مخلصی کے واسطے
 میں بچاتا نکو دونا تم سے
 مانگتے ہو تم جہنم میں شرف
 یہہ تمہارا دیکھ کر حالِ عجیب

کیونکہ تھے زنجیر میں سر تا قدم
 تیز تیز حضرت طرف کرتے نگاہ
 اس تبسم کی دے انکو خیر
 بند میں دیکھا ہوں سرگردان دست
 تا کروں تسخیر یہہ دارِ فنا
 کیوں رکھوں مردار دنیا کی طلب
 تا نہ تو تم کفر میں پر کر بہلاک
 مستعد ہو آگ میں جلیں گے تم
 اہل جنت اس خصومت میں لبون
 یا حکم بد ولی اور کیش کے
 دین کی چاہتیں سراسر احتیاط
 کافر و نکو چھوڑنا واجب ہے
 آتشِ دوزخ سے اور درکاتے
 میں چلا لے کھینچ جنت کی طرف
 میں ہنسا ہی مردمانِ خوش نصیب

راہ مین دین کے جو نیکو فال ہی
 دست بستہ خالقِ مطلق طرف
 راہ چلتے ہیں طفیلِ اذلیا
 دل سے ان حضرا کا تو ہو غلام
 راہ سے تقلید کے پاؤں نعیم
 پاک ہو جو علت و اعراض سے
 اپنے جانب کھینچتا ہی اسکو رب
 مہربانی کم نہ ہو دل دار کی
 میل معشوقان ہی مخفی خلق سے
 خوب ہی گر عشق مین مر جانتو
 مین ہوں بندہ تو مرا پروردگار

ہر مقلد کا بھی احوال ہی
 کھینچ لیجائے مین اسکو تن طرف
 قید ہو ہر ایک بطوق ابتلا
 جہد کر اس راہ مین ای نیکنام
 ہر محبت حق بہ اُمید و بہ بیم
 وہ محبِ حق کہاں حق کے لئے
 بے غرض یا باغرض جب ہو طلب
 جب کہ دو نو کو طلب ہی یار کی
 میل عاشق شہرہ عالم رہے
 تجھکو ای مشتاق بس ہی آرزو
 دوست ہی وہ جو کہے ای کر دگا

داد چاہنا مجھ کا ظلم ہوا کے نزدیک سلیمانِ عم کے

یوں ہوا کے ظلم سے نالیش کیا
 صبح سے ماہی تلک اندر پناہ
 سیر سے گلزار کے پھین بے نصیب

باغ سے مجھ سلیمان پاس جا
 مین تمھارے عدل سے ای بادشاہ
 ہم ہوا کے ماتھ سے سارے غریب

اسکو یوں فرمائے شاہِ باستور
 مدعی تہا اگر دعویٰ کرے
 پس کہے بادِ صبا کو اسی صبا
 باد بھی سنتے ہی آیا تیر تیر
 پس کہا جب باد آوے روبرو
 ہو بہو ایسا ہی تیرا ماجرا
 وصل گرچہ ہی بقا اندر بقا
 روبرو حق کے فنا ہی کائنات
 فہم اس گرداب میں حیران رہا
 کر دیا آدم کو فضلِ حق فضول
 جاہلی سے وہ کیا مشکل شکار
 شیر کی صوت اگر وہ جانتا
 ظالم وہ جو ظلم اپنے پر کیا
 جبل اسکا علم کو استاد ہی
 جان نامحرم نہ دیکھیں دوست کو

خضم بھی تیرا یہاں آتا ضرور
 بے حضورِ خضم فیصل ناکرے
 مدعی کا دے جواب اب جلد آ
 دیکھ اسے مجھ لیا راہِ گریز
 زندگی باقی نہیں میری کبھو
 جب خد آیا تو بندہ لاہوا
 پھر ہی اول یہ بقا اندر فنا
 پھر بقا اندر فنا نہ رہی بات
 جب قلم آیا یہاں سرکت گیا
 اس فضولی میں ظلم آیا جہول
 شیر کو خرگوش پکڑا اٹکیار
 کب شکار اپنا اسے پیچا ننا
 ظلم اسکا عدل پر سبقت لیا
 ظلم اسکا عدل کو ارشاد ہی
 غیر اس جانکے جو چھوڑا پوست کو

ای سرافیل قیامت گاہ عشق
 اولین خلعت جو دلیگا تو مجھے
 حال میرا گر ہی بہترہ جانتا
 دو جہان کو عشق سے نیگانگی
 چھوڑ بہتا دو دولت عشق لے
 عاشقوں کو بادہ تحقیق ہی
 بندہ حق حق کے ہی ساریطے
 جب کسی در پر گیا با اعتقاد

ہی تو عشق عشق ای دلخواہ عشق
 مانگتا ہوں یہ کہ سن نالے مرے
 پر قبول اتنا تو میرا مدعا
 عشق میں ہفتادو دو دیوانگی
 بادشاہان خاک پابین عشق کے
 عشق پہنچان ساتھی صدیق ہی
 طالب حق کو مقدر حق طے
 عاقبت اس در سے پاؤ تو مراد

چوتھا دفتر مثنوی شریف کا

ای سام الدین ترا فیض نظر
 مثنوی کو رشتہ الفت میں بند
 لے ہی جا اس کاروان کو تاج
 حج طوائف خانہ پروردگار
 حج فقط ہی سیر حق کے دار کا
 جب تجھ دولت ملی دیدار کی

مثنوی کو کر دیدار شکِ قمر
 لے چلا ہی تو جدھر تجھ کو پسند
 ای امیر العصر مفتاح الفرج
 حج رب البیت مرد و نکا شعار
 دیکھنا کچھ اور ہی اس پار کا
 پھر کہان پر وادرو دیوار کی

جیکہ ہو تا راحت و عشرت سے دور
عاقبت مطلوب کو پہنچا لگا
اُس کو صادق دوست اپنا جاتا
التجالاتا ہی اپنے ریکے ساغصہ
کیونکہ رکھے دورخی سے دوست کے
ہی تیری تدبیر اُس میں ای ملول

سو گلہ بندے کو ہی حق کے حضور
حق اُسے کہتا کہ بے رنج و بلا
اصل میں تیری دوا ہی ہر عدو
کیونکہ تو لاچار ہو دشمن کے ہاتھ
دوست تیرے سب یقین نینا گدڑ
جو بلا حق سے کرے تجھ پر تزلزل

سوال ایک مرد کا حضرت عیسیٰ عم سے

سخت تر دنیا میں ہی مشکل سو گیا
جس سے دوزخ کا پتہ آیا کہ ہم
وہ کہے ترکِ غضب ای مرد راہ
چشم روشن چاہئے امیر دکار
یہہ تجھے بہتر ہی سو ما باپ سے
یہہ دو چشم حس میں جیکے خوشہ میں

کوئی عیسیٰ سے کہا ای رہنما
وہ کہے خشم خدای مجھ شہ
پس کہا اُس خشم کو گیا ہی پناہ
جر مقامِ راستی مت لے قرار
چشم دوز روشن اگر تجھ کو طے
خاص چشم دل ترا ای راہ بین

بیان ان المومنین اخوة کا

ایک پتا الکا سمجھ لے تو قدیم

مؤمنان میں جان واحد ای حکیم

مومنان معدود لیکن ایمان ایک
 کاؤخر کا فہم و عقل اور جان جدا
 پھر بغیر عقل و جان آدمی
 جان حیوانی نہیں ہی متحد
 ایک اگر لکھایا تو ہوں دوسرا نہ سیر
 ایک مواتو دوسرا شادی کر کے
 جان حیوانوں کا ہر ایک دوسرا
 ظاہر ہر ایک جدا حسب نیکو سات
 بسطیح و بکھین ہیں نور آفتاب
 لیکن وہ سب نور ایک ہی ای جو ان
 جب کہ پہنچے قتا ہو جائینگے
 اس جگہ اشکال ہی اوز قیل قال
 فرق بیحد ہی میان جسم شیر
 لیکن تو وقت مثال ای خوش نظر
 وہ دیکھ آخ مثال شیر تھا

اگرچہ بہتین ابدان جدا ہے پر جان ایک
 فہم و عقل و جان انسان کے جدا
 آدمی کا دل ہی یہ جان دوسری
 وہ جدا ہر ہر کوئی مثل جسم
 ایک اگر نام دہی دوسرا دلیر
 ایک کھاوے زخم دوسرا کام
 متحد ہی جان شیر ان خدا
 لیکن سب واحد ہے از روک ذات
 بیچ ہر گھر کے جدا اندر حساب
 جب کہ دیوار تین ہوں تین در میان
 نفس واحد مومنو نظر آئینگے
 یہ نہیں ہی مثل لیکن ہی مثال
 تا جسم آدمی زادہ دلیر
 فکر اپنی اسکی جان بازی پہ کر
 اگرچہ جتنے ہیں تفاوت ہی برا

یہہ مثال از روی لاچاری دیا
 رات کو ہر گھر میں روشن ہی چراغ
 وہ چراغ یہہ تن ہی اُسکا نور جان
 بے قیتل و قیتل اُسکو نین بقا
 پھر فنا میں سب جو اس لائے
 جان بے حد اور ہمارا نور حس
 لیک مانند نجوم و ماہتاب
 جو جو ان مردان کلا دنیا سے گئے
 ہی صفات حق میں ان سبکی صفات
 شاہدی قرآن سے سن ای زبون
 روح مجوبان رہے اندر عذاب
 اُس چراغ جس حیوان سے یقین
 روح اپنا ہی گرفتار ہوا
 کیونکہ نور انبیا ہی آفتاب
 ایک مرتا ایک رہتا تھا بروز

کیونکہ عالم میں بہین کچھ دوسرا
 ایک کو دوسرے ہی ٹنک فراغ
 بے قیتل و قیتل روشن ہو کمان
 یہہ قیتل و قیتل ہی آفرقا
 کیونکہ روزِ حشر باقی نار ہے
 میں قبا بالکل مثالِ خار و خس
 محو ہیں سارے جب آیا آفتاب
 میں فنا لیکن صفت میں گم رہے
 محو چون تارے ہوئے سورج کے سات
 حق کہا انکو کدینا محض ذون
 و اصلون کی روح خالق کی جناب
 یک پتا ہرگز نہوا ہی مردین
 انبیا کی روح سے لچا طرا
 ہی ہمارا نور حشر و شہاب
 ایک پر مردہ ہی دوسرا لغز

اور ہی ہر طور سے اُسکو مات
 جان ربانی ہی نیشک بے زوال
 گھر بگھر ہی نور کا اُسکے حساب
 جو جہاں سو جہاں تجھے ہر ہر مکان
 نور کا ہر گھر میں ہی اُسکے جھلک
 نور ہر ہر جان کا جاوے لگا دو ب
 رہنا تیرا عدو کا راہ زن
 نو بنو کرتا ہی پردے عقل کو
 دیدہ اور اک اپنا کھو دیا
 عقل و دین کو پیشوا کر ای غوی
 بلکہ ہر ہر جہاز کے برگ و ثمر
 جنتی تو گون سے ہم گنٹار بہین
 بلکہ ہی اعمال و نیت کی بنا
 بو علی ناکر سے اُسکا بیان

جان حیوانی کو چارے سے حیات
 جان حیوانی کا بوجھو یہ مثال
 اور جب شب کو نکلتا ماہتاب
 سب گھر و نکلے نور کو تو ایک جان
 جب رہے خورشید تابان فلک
 پھر کہ جب خورشید جان پاؤ غروب
 یہہ مثال نور نامثل ای حسن
 دوسرے سے نفس کے وہ زشت خو
 پردے شک سے وہ کیا رکھا
 نفس کی ہرگز نکر تو پیروی
 حق کہا جنت کے سب دیوار و در
 اگہی رکھتے بہین اور جان و ارہین
 اینت پتھر و نئے بہین جنت بنا
 جب قدم کا نور ہو کس پر عیان

حکما آدمی کو عالمِ صغیر اور عرفا عالمِ کبیر کہتے ہیں

آدمی کو عالمِ اصغر کہا
 عالمِ اکبر سے دیتے ہیں نشان
 پس بمعنی عالمِ اکبر ہی تو
 باطناً پھلِ اصل ہی اُس شاخ کا
 سب میرے پیچھے رہینگے انبیا
 رفرخِ آخرون السابقون
 لیک باطن میں ہوں جانو بعد کا جد
 چرخ پر میرے سب آدم گئے
 جس طرح نیوے سے ہی پیدا شجر
 خاص وہ جو فکر ہی فکر ازل
 فکر کا جاتا پھر آنا کاروان
 پاس حلقے کچھ نہیں یہہ جو جہد تو
 جب گیا اس راہ میں ہو گا دنیل
 تا طریقت میں ہو تیرا دستگیر
 پوچھ اُسکو جو بنایا اختوان

حکمتِ ظاہر سے جو بہرہ لیا
 لیکن اُسکو عارفان کا ملان
 پس ظاہر عالمِ اصغر ہی تو
 ظاہراً آدالی سے پھل پیدا ہوا
 اِس لئے فرمائے حضرت مُصطفیٰ
 اول و آخر کہے میں سب کے ہوں
 ظاہر امہوں گرچہ آدم کا ولد
 سجدہ آدم کو کئے میرے لئے
 پس حقیقت میں ہوں مجھ سے پر
 فکر اول بعد اُسکے ہی عمل
 الغرض یک آن میں سات آسمان
 ہی درازو کو تھی بھی بسم کو
 گرچہ ہو تو شیر لیکن بے دلیل
 مان نجات ہنسا مگر ہمراہ پیر
 اختران کو پوجتے ہیں مگر مان

کیا بتاؤے لذتِ عشقِ ازل
 گردِ مشِ افلاک سے ہمیں لیا
 باجئے آلات سے گائے بخلق
 کر دئے ہیں خوب ہر آواز و شہت
 راگِ سب جنت میں سُکر آئے ہیں
 پھر بھی کچھ یک یاد آیا ماجرا
 زیرِ و بم کچھ وجد و حالت میں دے
 جس سے پیدا ہو خیالِ اجتماع
 جلوہ معشوق ہو زیرِ نظر
 خوض کے اطراف پھر نکلے سوا
 شنوی سے ہی غرض میری ہی
 تجھ سے ہی جب تو قبول اس کو کیا
 اعمادِ شفقت و اسعاد بھی
 تو کیا آغاز تو انجام دے
 نظر سے مطلب تیرا آواز ہی

نالہ سرناؤ آواز دُہل
 فلسفہ کہتے کہ یہ آواز ما
 بانگِ دُور چرخ ہی یہ سب جو خلق
 موزمان کہتے کہ آثارِ بہشت
 ہم تمام آدم کے اجزا ہیں یقین
 گرچہ اس عالم میں ہمو شک پرا
 لیک جب ہم تن کی غفلت میں رہے
 پس غذائے عاشقان ہی وہ سماع
 ہو خیالاتِ دل اُسے تیز تر
 جو ہوا تہ نہ سوا اس کا کام کیا
 اسی جامِ الدین امیرِ معنوی
 شنوی کیا ابتدا کیا انتہا
 التجا تجھ سے ہی استمداد بھی
 تو نہ مال اس کا لگایا لطف سے
 مقصد ان لطفوں سے تیرا راز ہی

عاشق و معشوق حاشا ہوں خدا
 لیکن اپنی بات پر ہرگز نہیں
 جو کہ اندیشے میں ہی ذیروز بر
 دلین سو و سو اس اور انکار
 پس مجھے لاخول کہنا ہی ضرور
 میں ہوا خاموش آگے بول تو

ہی تیری آواز آوازِ خدا
 بولتا ہوں گرچہ اب لاخول میں
 بلکہ اُس سُکر کے ہی و سو اس
 ہی گمان اُس کو میرے اشعار
 تجھ کو میرے ضد میں ہی گرزور شور
 جب میرا کہنا ہے تجھے دابا گلو

جکایت بر سبیل تمثیل

فی جانے کے ہنرمین سرفراز
 باد مقعد سے کیا اُس کے گذر
 گر تو مجھ سے خوش بجانا لے بجا
 بلکہ اُس بدگو کو بدخوی پہچان
 وہ مہین خشمِ خصومت باہوا
 جسطرح شکوہ کئے مہینِ مرسلیں
 لیک بے جلی ہی امر کر دگار
 لشکر حق مہینِ بگم امتحان

تھا بر استاد کوئی یک فی نوا
 ناگہانی فی بجائے وقت پر
 کون پر شہنای رکھ اُس نے کہا
 اُس شکایت گر کو بدخون جان
 شیخ کا شکوہ سمجھ حکمِ خدا
 یہہ شکایت ہی فقط اصلاح دین
 انبیا ہوتے مہین بد کے بردبار
 جملہ ذراتِ زمین و آسمان

نقل یوں کرتا ہی ایک درویش مد
 خواب میں مجھ کو گروہِ حضریان
 اُسے میں پوچھا کہ تو رزقِ حلال
 وہ مجھے بتلائے کوہستان کی راہ
 تھی غذا میری اسی جنگل کے پھل
 دو سے نعمت کی ہر گز آرزو
 پاس تھے مدت سے میرے دو درم
 سر پہ لے ایک بوجھ لکر بکا فقیر
 نہیں کہا دلین کہ ہی روزی مجھے
 تاکہ یک دور روز کھاو یہہ غریب
 راز میرے دل کا تھا وہ جانتا
 روبرو اُس کے خیالاتِ منیر
 کچھ نہ تھا پوئیدہ اُس کے روبرو
 وہ بگا آہستہ کرنے کو عتاب
 گرچہ میں فہم اُس سخن کو نہیں کیا

طالبِ مولانا سیرِ سوز و درد
 سبزہ پوش آئے نظر میں ناگہان
 ہی کہاں تا وہ نہ ہو مجھ پر وبال
 اُس طرف جانے لگا ہر صبح گاہ
 تیرگی جاتی رہی دل سے نکل
 پھر میرے خاطر پہ نہیں گذری کبھو
 جب میں رکھے رہتین ہر دو بہم
 روبرو جنگل سے آیا بس حقیر
 وہ درم اس خارکش کو دیکھے
 بعدہ پھر اُس کے ہوں جیتے نصیب
 کیونکہ دل اُس کا مثالِ شمع تھا
 تھا عیان شیشے سے جیوں شمعِ منیر
 راز سب کا جانتا تھا مومو
 کچھ زبان سے فکر کا میٹر جواب
 لیکن اُس کا دل پہ میرے داب تھا

سرسے اپنے بوجھ اُتارا خاک پر
 میرے ہفت اندام میں لرزہ پرا
 لکریان ہو جائیں سونا انکب ر
 مثل آتش کے چمکتے خاک پر
 اہل دل میں چاہتے ہیں برگ و ساز
 شہر کے جانب گیا مانند تیر
 تانچے ہو جائے حل مشکلات
 عامیان خاصوں سے کم ہوں بہرہ مند
 گر تو پایا صحبت صدیق کو
 آج ہی حاصل کُنْ داندکُنْ د
 ہی فتوح اب فتح غنی پاؤ تم
 تا طلب کی یار کے توفیق پائے
 تا تو ہو ملک بقا کا شہر یار

شیر سائبیت سے آترو کیسے تر
 جب زمین پر لکریان اُسے رکھا
 پس کہا درویش ای پروردگار
 میں تڑت دیکھا تو زرتھے سر
 پر کہا ای کردگار بے نیاز
 پھر ہو الکری اٹھا لیکر فقیر
 عزم تھا محکوم کہ میں بھی جاؤں سات
 پر ہوئے دہشت سے میرے پانوں بند
 تو غنیمت جان اس توفیق کو
 الصلوٰۃ ای زمرہ اہل رشاد
 طالبو دولت کے ایدھر آؤ تم
 جو نہیں طالب سوار وہ بھی آئے
 مثل اوم نیت و پادولت کو ما

راگ حلال وہ ہی کہ جس سے خیال اجتماع و ذوق معشوق ہو

یا یہی بانگِ نئے ناسلم ہی

اصل دولت ترک حرص و آز ہی

عاقبت کرتے ہیں کیوں اپنی خراب
 احمقی ہووے جو بڑے وہ خدا
 پوجنے سے تو ستاروں کے بچے
 آفتابِ نیم شب کو پا لگا
 رات دن ہی نور اس کا تاب ناک
 ایک ذرہ سے بھی کچھ کم تر دکھے
 اس قدر روز سے جگ روشن کیا
 کر دیا ظلمت کو نور شہِ فلک
 اس قدر بخشا خواص اندر زحل
 سب اسی انداز پر بنیں کامران
 چشمِ ربانی سے ہو تو کامیاب
 نور سے ہی نارنجیا سرنگون
 جب نظر کھولے خُداوندانِ دل
 ملکِ عقبیٰ مطلبِ ابرار ہی
 نام اپنا تو کیا شاہ و غنی

پوجتے ہیں آفتاب اور ماہتاب
 حق تیرا طبّاخ سورج کو کیا
 راہ میں حق کے اگر سیدھا چلے
 جب ستارے پوجنے سے تو بچا
 مشرق اس نور شہید کا بھی جان بک
 آفتاب لگے تجھے اُس نور کے
 یک جھلک اُس کیمیائے نور کا
 ہی عجب اشیر جب کا یک جھلک
 طرفہ مینا کر کہ اُس کا ایک عمل
 کیا ستارے کیا جو اہر کا جان
 چشمِ ربّی ہی زبونِ آفتاب
 آفتاب اُس آنکھ سے ہووے زبون
 آفتاب اُس آنکھ سے ہووے نجل
 مال دُنیا دام دُنیا دار ہی
 اسی سیر دام دُنیا ئے دینی

بادشاہی ریش پر شیری تجھے
 چاہتا ہی تو ہنود آرہی سفید
 پس تجھے دارہی سے شرمناظر
 ہی وہی ایک بادشاہ بے زوال
 نیک جسکو ذوق سجدے کا ملا
 بلکہ روتا ہی کہ اسی پروردگار
 اس جہان کی خسر و انست دین
 ورنہ ابراہیم اوہم کے مثال
 مہر حق ہی انکے چشم و گوشن
 کر دیا مرغوب انکو تخت و تاج
 گنج قارون سا کیا کر جمع زر
 دل پہ مال و زر سے تو مت داغ لے
 یہ جہان یک غار ہی تار یک تنگ
 جب تو اس غار سے باہر آگیا

ہی نہیں کیونکر تجھے شاہی سبھے
 وہ پکی جاتی ہی برعکس امید
 مت رکھ آگے بادشاہی کا غور
 جسکو چاہے دے اسیکو ملک و مال
 وہ نہیں کچھ ملک و دولت مانگتا
 ملک سجدہ کر مرے پر پر قرار
 بندگی لے ذوق سے واقف نہیں
 خاک مین پامال کرتے ملک و مال
 تار سے آباد مہ دُنیا مگر
 جون شکر شیرین کیا اُنپر خراج
 آفر اُسکو چھوڑ کر ناہی سفر
 مال دیکر سر مہ ما زراع لے
 چھوڑ مٹیل بسف اُسکو تیزنگ
 بانگ یا بُشری خدا سے پانگا

جکایت اس درویشکی جو دعائے لکیر بیان تو ناکیا

بلکہ ہر ہر جزو اس تن کا تیرے
 جان تیرا ہی ترا دشمن قوی
 اگرچہ اب رکھتے ہیں تیرے وفاق
 چشم کو کھدے اگر پروردگار
 دانت کو بولے اگر بزدان پاک
 جب خدا ہر جزو کل کا جان جان
 لشکر دیو پری خود چھوڑ دے
 تو تیرے جھکے تین سرگردان ہی
 مرغ تو ہی صید تو ہی دام تو
 ہوو جو ہر وہ جو قائم ہو بذات
 خانہ شہوت یہہ ہی عالم تمام
 لیکن ہین مؤمن تو شہوت پیر
 قلب ہین کافر و مؤمن صاف زد
 قلب کالا ہو گیا کھو تا ہوا
 مثل تجانے کے ہی دنیا دون

حکم حق سے دشمنی تیری کرے
 ہی تیرا دربان تیرا مدعی
 وقت پر ظاہر کریں اپنا نفاق
 درد سے برلا ننگے تیرا دامار
 درد سے دندان کرے تجھ کو ہلاک
 جان جان سے دشمنی آسان کہان
 دشمن جان سوز ہین اعضا تیرے
 غیر کی تجھ کو کہان پہچان ہی
 صدر تو ہی فرس تو ہی بام تو
 ہی نمائش عرض کو جو ہر کے ساتھ
 مؤمن و کافر کا ہی اس میں مقام
 ہین سراسر کافر ان اسکے اسیر
 جب گئے تو تے میں یے دو نونفر
 زر خالص آگ میں خشان رہا
 مرد دنیا دار اس میں سرنگون

لیکن اس جانے میں اُنکے فرق ہی
 یہہ کیا سجدہ بتوں کو رایگان
 احمقی سے احمقان سجدہ کئے
 عقل کا ان میں نہیں ذرہ اثر
 رنگ و بو سے جانکو ہی کے تنگ
 نور جان کو اُسکے میں ہرگز فتور
 خلقت حق کو نہیں کچھ تار و پود
 پھر نہیں مرتا جو حق کو جان دیا
 تو ترا محکوم ہو جن و پری
 دیوتا لجاے ناباکر و فن
 چون سلیمان وہ کریگا کرو فر
 ہی یقین وہ رہن راہ خدا
 دوزخی دو نو نہیں بیشک بوجھ تو
 چکے ہو ہمراہ آصف سا وزیر
 ہر دو جیون فرعون و امام دوزخی

احمد و بوجہل بتخانے میں گئے
 وہ گئے سجدہ کئے اُنکو بتان
 روبرو تصویر سنگ و چوبکے
 ساجد و سجد ہر دو بے خبر
 حق کے خاطر جو کیا اپنے سے جنگ
 نور اُسکا تیرگی کرتا ہی دور
 نور حق کو نہ چا نازاد و بود
 جو ہو اعیسیٰ سے زندہ پھر موما
 جو سلیمان و سوس سے ہو بری
 بل ترا خاتم ہی اُسکو کر جتن
 لے گیا انگ شتری شیطان اگر
 عقل گر ہی تاج سر ص و ہوا
 پس وزیر ایسا ہو جس سلطانکو
 وہ کرے شاہی میں اپنے دارو گہ
 جسکو ہو دستور امامان شقی

ہی لیٹھون کو شقاوت میں غلو
 عقل جزوی کو وزیر اپنے انکر
 کچھ طلسم مکر و جادو یا دغل
 جبر میں کب تک ریشیگا پاک بند
 مثل اس المیس کے ای زشت خو
 سیکھ ادب تو بالیے ای خوشی
 خاص کو یہ عشق جیون کشتی ہی جان
 زیر کی کو بیچ لے حیرت کو مول
 نفس زیرک دیکھ کیوں کنگا کو
 زیر کی دیتی ہی مغزوری تجھے
 اہلی وہ مین جو ہی بے مغز و پوت
 اس طرف سے عقل تیری جا جب
 عقل کامل خوش ہی تجھ کو راہ بر
 جو کہ بے سر کے پہلے گادم ہی جان
 بد گہر علم و ادب سیکھا اگر

ان سے کر پر ہینر تا مقدور تو
 عقل کل کو کرو زیر ای خوش نظر
 مین اثر کر تا ہی با اہل دول
 بھول اپنا اختیار ای خود پسند
 حق سے تجھ کو جنگ ہی اوزر گفتگو
 رہنا بولے ظلمنا بیشتر
 اس میں کم آفت خلاص اکثر پچھان
 زیر کی کو چھوڑ حیرانی قبول
 نوح کے طوفان میں دالا دبو
 اہلی لے تاکہ دل ثابت رہے
 اہلی ایسی کہ نہو شنید ا دوست
 عقل عرفانی تجھے دیتا ہی رب
 تو تن اسکا عقل ہی مانند سر
 جنبش اسکی جنبش دم ہی پچھان
 راہ زن کے ماتھے ہی گویا تہر

جب کے احمق دولت و منصب پائیں
 جب ہو احمق رئیس و مالدار
 یا بجلی سے ندے کی کو عطا
 مستحقوں پر نگرہ گز کر م
 شاہ کو لاوے پیادوں کے مقام
 راست باز اور مرد صالح ہوں دلیل
 پس تجھے امی بادشاہِ داؤد
 فرض ہی تلو غزائے مومنان

عاقلان گوشے میں اپنا چھپا میں
 سرسبز آسمانوں کا کاروبار
 یا کرے نادان بے توقع سخا
 غیر استحقاق کو دینا درم
 قلبتانون کو کرے شادانِ عالم
 ہوں مصاحب اسکے مکار و مجمل
 چھیننا واجب ہی رہن بسے تیر
 تاکہ لیون چھین مجھوں سے سنان

تفسیر سورہ یا ایہا المرسل کی

حکمِ مرسل میں یوں بولا خدا
 باہر اکل سے امی سروروان
 تو نہ ہو پہنان بہ سنگ مدعی
 بان قم اللیل تو امی شمع میر
 گر نہ ہو ظاہر تیرا نورِ جمال
 گر نہ ہو تیرا پناہ ارجمند

مصطفیٰ اکمل سے اپنے باہر آ
 یہ جہان ہی جسم تو جان جہان
 ماتھ میں رکھتا ہی تو شمع وحی
 شمع کو جب جاگتا ہی ناگزیر
 روز بھی ہو جاگا شمع کے مثال
 شہر ہو خر گوشے کے چاند مینی بند

تو ہی نوح ثاویسے ای مصطفیٰ
 رہ شناس یک چاہئے ای بحر نور
 دیکھ اٹھ یہہ کاروان خیران ہی
 خضر تو اسوقت کا ہی داورس
 مثل روح اللہ کے تنہائی نکر
 رو برو اس جمع کے ای شمع دین
 وقت خلوت یہہ ہنہن مجلس میں
 بدرجہ صدر فلک پر ہوروان
 یہہ سگان شوم ای نیلو خصال
 تنگ سے کتوںکے تو پنہان نہو
 لے گبا اندھ کو جو چالیس گام
 لے چل اس دنیا سے تو ای شہ سول
 کام ہادی کا ہی ای رہنما
 ماتم اس ایام کا ہو تجھ سے دور
 لے چلا گے ای امام المرسلین

پس تو اس دریا میں اب کشتی چلا
 خاصہ اس دریا میں رہہ ہی ضرور
 ہر طرف یک غول کشتیان ہی
 ہر کسی مظلوم کا فریاد رس
 جب کہ تو اسوقت کا ہی دادگر
 ترک خلوت کرتا راہ یقین
 ہی تو اس اوج ہدایت کا ہما
 کب گونکے بھونکے سے ہو پنہان
 بھونکتے ہی دیکھ کر بدر جمال
 یہہ سگان گرہین حکم الصنوا
 حق کیا ہی اسپہ دوزخ تو حرام
 بوق اندھون کی قطار اندر قطار
 ماتم آخر زمان تجھ سے متا
 ذلت سے تیرے ہی عالم کو سورور
 اس خیال نڈیشگانکو تا یقین

ہی تیرے جانب سے جس دلیلیں گہ
جب تو اسرافیل ہی اسوقت کا
جو قیامت کا کرے تجھ سے سوال
جو نہیں ہی اہل ان اذکار کا
جب جواب احمقان ہی خامشی

اسکامین کا تو نگاہ تو شادو
حشر کے آگے قیامت کر بتا
تو قیامت کر اسے بتا مثال
پس جواب احمق کا خاموشی ہوا
کیا ضرورتی تجھے محنت کشی

تفسیر حدیث شریفی ان اللہ تعالیٰ خلق الملائکۃ البشری
آدم یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ ملائک اور جانور اور بنی آدم کو

ہی حدیث اندر کہ عالم میں خدا
یک ملائک نہیں سہرا عقل وجود
ان کو ناشہوت ہی ناچر صر ہوا
دوسرا فرقہ ہی دانش سے تہی
غیر دانے گھاس کے یہہ جانور
تیسرا ہی آدمی زادہ ولے
وصف حیوانی ہی مایل خاکپر
وہ دو قوم اولکے ہین آرام میں

تین فرقے خلق کو پیدا کیا
وہ نہیں کچھ جانتے غیر اسجود
نور مطلق جو عشق کبریا
گھاس کھانید اکتے ہین فرہی
ہین شقاوت اور شرف سے بے خبر
یہہ بشر آدھے ملک آدھے گدھے
وصف دوسرے اے افلاکپر
یہہ بشر خیر ان اپنے کام میں

یہہ بشر پھر کہہو بہن تین طور
 یک جماعت محو مطلق نہور ہے
 صورت آدم کی ولے مثل ملک
 اسقدر زہد و ریاضت میں بہن بناد
 قسم دوسری مثل حیوانات کے
 محض خشم و شہوت مطلق بہن وہ
 حیلہ و مکر و دغا جو ان سے ہو
 سیکھتے یہ قوم علم ہندسہ
 علم حق کی راہ کا اور دین کا
 جبکہ استعداد حیوان کو بہن
 لیکن یہ ان حیوانی صفت
 جب کہ بہن انسانیت سے بے خبر
 جس غذا سے عقل تیری تیز تر
 انکو جانب شر کے لیجاتی ضرور
 تیرا جو جسم ہی انسان کا

صورت آدم ولے سیرتیں اور
 مثل عیسیٰ اجا ملائک سے ملے
 شہوت و حرص ہو اسے بہن الگ
 تو کہے گویا بہن آدم نر اذ
 شہوت و حرص و ہوا میں گم رہے
 خود گدھوں کے ساتھ جا ملحق بہن وہ
 اور حیوانوں سے نا ہو وے کبھو
 ہیئت و طب و نجوم و فلسفہ
 پاس ان کے معتبر کتر ہوا
 عذر حیوانی کا اسکو بھی یقین
 پر کے شہوت میں گموا معرفت
 جو غذا یہ کھائیں سو بھی مغز خر
 وہ غذا سے عقل کو انکے ضرر
 ہو زیادہ انہیں حیوانات و شرور
 کش مکش میں رات و دن حیران رہا

لیکھنے کے مایل مثلِ خر

یک صفت چاہے کہ جاوے عرش پر

چالِ عقل کی ساتھ نفس کے مانند کش مکش
 مجنون کے ہی ساتھ ناتیقے اور میلِ جنون کا
 لیلیٰ کے اور میلِ ناتقے کا طرفِ گرہ کے

جانبِ لیلیٰ ہونا تو سوار
 وہ طرفِ پتے کے ہوتا منحرف
 کش مکش دو نہایت تھی بائیکدگر
 جان ہی گمراہ جو ہی محکوم تن
 تن کو ہی لذاتِ نفسانی میں ذوق
 عشق میں مولا کے ہونا بقدم
 بعدِ سیری دیکھ بہن وہ خوار و زار
 دیکھ تھوڑے دن میں ہو پوچھ گدھے
 اول و آخر ہی پوچ و پائمال
 واسطے قوت کے یا کسب و ہنر
 زنبے بہتر مرد ہی انجامِ بین

ایک دن مجنون نیت ہوئے قرار
 بانگِ ناتقے کو لیلیٰ کے طرف
 وہ ادھر کو زور کرتی مہرِ ادھر
 ایک تھا دوسرے کو گویا راہزن
 جان کو ہی عرش پر جانیکا شوق
 عشقِ مولا کا نہیں لیلیٰ سے کم
 گر ہوا سیہیں تنوں کا تو شکا
 نازینان جو تیرا دل لے گئے
 ہی ہی عالم کے ہر ہر جُز کا حال
 فضلِ مردوں کو نہیں عورات پر
 بلکہ ہی از رو دانش ای امین

ہینن جہان میں غیب کی آواز دو
 یک صد سے اقیانین فیض یاب
 کافرون کو کفر میں ہو گا غلو
 اہل دنیا اور دنیا سے نہ مل
 وہ جہان اور اُس جہان کے ساکنان
 اول و آخر سمجھ کر کام کر
 مصطفیٰ بولے کہ احمق ہی عدو
 مرد عاقل دوست میرا ہی کہے
 عقل ایمانی ہی مثل بادشاہ
 گر سپہ سالار لشکر کو نہیں
 تن بغیر از سر کے زندہ کب رہے

کونسی آواز کا طالب ہی تو
 دوسرے سے استقیما ہوتے خراب
 مومنین ایمان سے ہینن کام جو
 بیوفائی میں ہینن دو نو ایک دل
 باوفا ہینن اور وفا میں کاملان
 مثل شیطان کے نہ تو کو رو کر
 بلکہ رہن اُسے ہرگز بل نہ تو
 دوستی کر اُس سے جو عاقل رہے
 شہر کو دل کے رکھے ہر دم نگاہ
 ہی تن بے سر سمجھ کر کہین
 عقل ایمانی کو امی جان سیکھ لے

حکایت بایزید کی جو بخودی میں اپنے کو
 حق کہے اور دوسرا احوال جو بعد گذرا

یون کہے اُنکو کہ میں ہی ہوں خدا
 لا اِلهَ اِلَّا اَنَا مَا فَاعْبُدُون

بایزید اپنے فریدون پاس جا
 بخودی میں یون کہے وہ ذوقتون

یعنی مین حق ہوں کرو سجدہ مجھے
 جب گیا وہ حال اڈر آیا فجر
 بس کہ زہنہار یہہ جائز نہیں
 حق منترہ تن سے ہی مجھ کو بدن
 پھر کہوں تو کا تیو میرا گلا
 نیجو دی سے پھر ہوئے جب مست وو
 عقل کو خیرت نے کی نیر و زبر
 میرے جیتے مین نہیں غیر از خدا
 وہ مُریدان جملہ دیوانے بنے
 جن نے مار تیغ اُنکے سر او پر
 جو چلایا اُنکے تھا گردن پہ دار
 جو کیا خنجر سے تھا سینے پہ چوت
 تھا نہیں اُنکے بدن پر یک نشان
 جس کو تھی احوال سے اُنکے خبر
 شب گذر کر جب ہوا روز آشکار

وہ مُریدان سننے خیر ان ہنور ہے
 سب دینے اس حال کی اُنکو خبر
 کب روار کھے مین اسکو شرع دین
 مار یو پھر گر کروں ایسا سخن
 قتل میرا تمکو واجب ہو گیا
 پھر کئے آغاز اگلی گفت و گو
 بول اُتھے آگے سے ٹرہ کر سخت تر
 تو کہاں ارض و سما میں دھونڈھتا
 تیغ و خنجر سے لگے مارنے
 مر گیا وہ پھوت اُسکا فرق سر
 گردن اُسکی کت مٹا ہونوار و زار
 وہ مرا کیا ر سینہ اُسکا پھوت
 یہہ مُریدان ہنور ہے لوہو نہان
 وہ نہیں جرات کیا اس کا پیر
 گھر بگھر رونے لگے زار و ترار

ہر گھڑی گھٹا ہی یہہ تیرا بدن
 ہی تو نسل بادشاہ نامدار
 کیا نہیں کچھ شرم تجھ کو امی دینی
 بہین یہہ کافر جنس شیطانانِ شوم
 سو ہزار ان سیکھے وہ بد خصلتان
 کیونکہ ہر بد بخت موزی بد دماغ
 سیکھے امی مجہول علم معرفت
 سیکھے ان کتوں سے یہہ کینہِ حسد
 مرض کی تیرے حسد کی تو دوا
 وہ شرابِ حقِ عجب تریاک ہی
 عقل کو ہی وہ شرابِ معرفت
 بادہٴ دنیا سے مت نہوت تو
 جو پیا یک جرعه دنیا کی شراب
 بعد یک ساعت کے وہ ہی زہر مار
 خزاں کشتی کو تو رسے اس لئے

جو رتا پھر پھر کے پھٹتا پستہ بن
 پارہ و دوزی سے نہیں کیوں تجھ کو عام
 چھوڑ دے یہہ پیشہ پارہ زنی
 وہ کئے شیطان سے حاصلِ علم
 عقل سے مہجور دل سے بد گمان
 چاہتا نین غیر کاروشن چراغ
 فصل سے اوروں کے نیچا رشک مت
 خلق کو نہیں چاہتے ملکِ ابد
 مانگ امی حاسد کہ تادی کو خدا
 مست اسکا دو جہلئے پاک ہی
 دولت جاوید ہی اسکی صفت
 مست حق عیبی ہی خرابی مست جو
 ایک دم شادان ہی وہ خانہ خراب
 جان کو اس کے کرنگی خوار و زار
 تاکہ کشتی ظالموں سے بچ رہے

لے فقیری کسری سے منہہ کو موڑ
 عاجز و بے چارہ ہووے بے خطر
 سرنگون اُخر کرے گا وہ دنی
 اُس قدر ہی عاقبت پامال تو
 ورنہ ہونگا قہر حق سے خوار مان
 خوف سے کرنا ہر نیت اختیار
 دشمنوں کی فوج پر حملہ کرے
 وہ پکرتا دُور کے ماکی مکہ
 دُور کر لیتا اسی سے اُسرا
 خوب ہو انجام اُس کا یا کہ بد
 غیر سے ہرگز نہ مانگ اُس کے سوا
 ہمتِ شامان کہاں لاکے لیم
 تو رہوں اللہ کا مقبول مین
 عاشقوں پر قہر ہی وہ والسلام

پس ریاضت سے تو اپنے تن کو توڑ
 واسطے گردن کٹھونکے ہی تہر
 جس کو ہی مغروری ماؤ مہنی
 جس قدر ہونگا تکبش مین غلو
 پس غریبوں کو ندے آزار مان
 آدمی نامرد وقت کارزار
 غازی و اشجع بھی در سے جانکے
 قہر جب کرتی ہی مانے تھے اُپر
 ما اگر مارے تو پھر رونا ہوا
 غیر سے ہرگز بچا ہے وہ مد
 پس خدا سے رکھ تو اپنی ایجا
 ہی کرم فرما خدا و ند کریم
 غیر کو حق کے گیا ہوں بھول مین
 جس کو عین لطف سمجھے مین عوام

روح حیوانی عقل خردی خیال

جس کے بہن اطوار گرگ و خوک کے
 جب تجھے بنوے کبھی دُورانِ سر
 جب کہیں کشتی پہ تو ہوتا سوار
 جب کبھی تو تنگدل غم سے رہے
 جب رہا تو خوش بکام دوستان
 دیکھ مجھ میں مجھ سے یکدم انغیز
 بھول جاوے تا تو اپنا ننگ و نام
 اس بدن سے جب کہ تو پایا نجات
 سچ کہے بہن وہ رسولِ انس و جان
 چشم روشن جسم کو اول تھے
 چشم روشن بہن نہیں چریکے سات
 کب علاقہ نور کو چربی سے تھا
 نسبت ان صنو کی ان کے اصل کو
 خاک سے پیدا ہوا ہی آدمی
 گر ہی نسبت ہی وہ بیچوں بے مثال

بدگمانی وہ بزرگوں سے کرے
 پس تجھے پھر ناظر آتا ہی گھر
 دُور تا دیکھے ہی دریا کا کنار
 تنگ تیری آنکھ میں عالم سے
 دیکھتا آباد ہی سارا جہان
 غیب کی تاجھ کو حاصل ہو تیر
 عشق اندر عشق دیکھے والسلام
 سب ترانہ چشم ہو با نور ذات
 موبہو بہن چشم کیسے عارفان
 پیت میں پچھی مثل گوشت کے
 خواہ میں بے چشم دیکھیں کائنات
 نسبت اُس کو خالقِ مطلق دیا
 بے کم و بے کیف ہی خود جو جنت
 کب سے اب باپ سے نسبت رہی
 عقل سے معلوم اسے کرنا محال

اگر نہوتے چشمِ دل اس نام کے
سنگِ زرے گر نہوتے دیدہ

پس وہ کیوں رو تابی کے ہجر سے
کیوں گواہی ماہین دینے حجر

بیان ریاضت اور نفس نوری اور حمد چھوڑنی کا

شاہ کو لازم ہی سیکھے جو حق
نہ غضب غالب کہ شیطان کے مثال
پر محنت سا نہو با لکل حلیم
ہو مرقب گر تجھے دل چاہئے
گر زیادہ اس ہمت ہی تجھے
گرچہ تو اصل میں بے نور تھا
عقل کی ضیق دیا حق اس لئے
کب تک تو بھاگتا ہی بے شعور
بھاگنے سے کرو آگے احتراز
تاکہ مہین تو بے کے دروازے کھلے
مزدکب بے کام کرنے کے بلا
جو کیا کو شمش سوا جرت پایگا

قہر پر تا ہووے رحمت کو سبق
تا ہنوں ناحق غریبان پائمال
تا ہنوزن قبگی میں مستقیم
تا تجھے ہر کام میں نیکی ملے
کام تیرا اس پھر آگے برے
ضیق اس بے نور کو بخشا جلا
عقل سے ناد لکو تو روشن کرے
نور سے جیون بھاگتا ہی ہوش کو
فضل سے حق کے در تو بہ ہی باز
کام اپنے عاقبت کا سوچنے
لینس للان الاماسی
جو نہیں کو شمش کیا پچتا یگا

جمع ہو تو بولے کہ اسی شاہِ زمن
 خنجر و شمشیر سے ہوتا کتا
 کیوں نہ ہو باخود خود سے اپنے خوار
 مارتا ہی آپ کو تو سیدِ درخ
 امینی میں تا بد ساکن ہوا
 نقش تیرا تو خود اُس میں دیکھتا
 مارتا تو آپ اپنے نقش پر
 تو تیرے پر تھوکتا ہی بے گمان
 جب تو دیکھا اُس نے ظلتِ پاکہ نور
 بچھکو تو ہی دیکھا اُس میں عیان
 جب یہاں آیا قلم سرکت گیا
 لب ہوئے خاموش اور تو ما قلم
 جو کہے حق میں کہا کا فر بنا

رو برو اُنکے ہزاران مرد و زن
 گر تمہارا تن تن انسان تھا
 تی خودی سے جب ہو ابا خود دو چار
 بیخودوں پر مارتا ہی جب تو تیغ
 جب کہ بیخود ہی فنا امین ہوا
 پس وہ آئینہ ہی نقش اُسکا فنا
 پس تو آئینے کو ماریگا اگر
 جب تو آئینے پہ تھوکا اسی فلان
 نینک یا بد ہر دو تیرا ہی ظہور
 وہ نہ بہ ناوہ وہ سادہ پنججان
 جب یہاں پہنچا قلم گونگا ہوا
 جب یہاں تک باتکا پہنچا قدم
 گرچہ قرآن لب سے پیغمبر کے تھا

بیان یہ کہ عقل کا بل رہبر ہی و ہم
 ابترا اور شہوت ضد ہی عقل کی

وہ نہیں پیران جو ہوں داری سفید
 لیک جب بے عقل ہی لاشی ہوا
 اُس پہ ہی ستر حقیقت آشکار
 ظاہر احوال پر فتویٰ دے
 قتل سونو من کا پہنانی کئے
 نامثال عقل کل ہو عیب بین
 قافلے کا اُس کو بولا جاے پیر
 کیونکہ وہ عاقل کو ہستہ جانتا
 عاقلوں سے وہ رہے دائم نفور
 وہ کرے دانائے مغرور کی بات
 اسی گدھے تو راہ کیوں اُلتی چلا
 سونگنی نین وہ نیری مقعد نبی
 ہان ہنوگر داب غفلت میں اسیر
 بند شہوت میں رہنے کے جاہلان
 عقل ہی موسیٰ جان افروز کو

پیر عاقل چاہئے بے مکرو کیند
 کون تھا ایلیس سے پورھا برا
 جو ہوا تقلید کے پردی سے پار
 قاضیان جو چشم ظاہر پر گئے
 کئی منافق بین کہ ظاہر میں ہوئے
 سعی کرتا ہو تو پیر عقل و دین
 عقل وہ تیری جو ہوروش ضمیر
 سکو ادھی عقل ہو وہ بھی بھلا
 وہ گدھا جو عقل سے بالکل ہی دور
 ہی تواضع اُسکو نادانوں کے سات
 یہہ تکبر احمقوں سے تھا بھلا
 ناک سے تو سونگ خوشبو بھونکی
 غزم کر دریا کا چھوڑ یہہ آب گیر
 ضد شہوت عقل ہی اسی پہلوان
 وہم ہی فرعون عالم سوز کو

ظاہر روح و حقی عقل کامل مخفی ہی

اور خیال وہ ہم تیرے اسی گدھے
 عقل کل روح و حقی اسمین بہان
 عقل کل اور روح باقی مخفی
 روحین جان اسمین ہی فانی و لا
 دود سے بتلائے روح کو کمال
 تب تک ظاہر نہیں اُسکا اثر
 دیکھتا اُسکو نہیں جو ہی بقا
 تب تجھے لوگوں ہی میں بتلا لگا
 تجھکو تو پہچانتا آسان نہیں
 بعدہ تو دیکھ لے تیرا اثر

عقل جزوی روح حیوانی تیرے
 یہ تیرے آثار کا بہین بیان
 جس طرح ہی دود میں روغنِ مخفی
 سا لہا چون دود تن بیداد فاش
 جب تلے کوئی رہبر صاحب کمال
 جب تک پیدا نہ ہو کوئی راہبر
 جو تجھے موجود سوچھے ہی فنا
 جب تجھے کوئی راہبر مل جا لگا
 سب سچ کو جانتا آسان نہیں
 انبیا اور اولیا کا ہونے فر

حکایت شاہزاد کی جو بعد ترک مجاز کے حقیقت کو پایا

باطن و ظاہر نہیں استوار
 حُسن اُسکا رشک حُسن حور عین
 مر گیا فرزند اُسکا رالگان

تھا کہیں یک بادشاہ کام گار
 اُسکو یک فرزند تھا زوشن جین
 خواب میں وہ شاہ دیکھا ناگبان

دی تڑکویا اُسے شاخ اُمید
 تھا وہی غم جو دکھایا مجھ کو رب
 اُسکو ماتم ہی کہا تعبیر گو
 چاہئے شادی کرین لڑکے کی ہو
 اُسکی لڑکی نامزد اُسکو کیا
 عورتیں اُس شہ کی پائین آہی
 شاہ سے بڑی کہ اسی والا گھر
 جاگد اگے گھر میں تو خوشی کیب
 تو بخیلی سے کیا ایسا مگر
 جو کہ ہی صالح وہی ہی بادشاہ
 ہین وہ فقرا سیر بے برگ ساز
 ہی حقیقت میں وہی بدتر فقیر
 جس طرح کافور زنگی کو کہے
 جو رہا پابند حسب جاہ و مال
 مشتری کو لالٹایا ماہ سے

جب ہو ایسا در پابا یک نوید
 ولین یون سو چاکہ شاد لکاسب
 خواب میں خندہ اگر تم دیکھو
 پس کہا شہ جیکہ وہ گذرا الم
 زاہد ایک صالح جوان پاک تھا
 جب کیا زاہد نے اُسکی دوستی
 مادر شہ زادہ سُکر یہ خبر
 شہ طاقیت نہیں لایا بجا
 وہ گدا ہم بادشاہ نامور
 شہ کہا مت بول تو اُسکو گدا
 جو کہ اعرابین اسیر حرص و آرز
 بندہ شہوت نہتو شاہ و امیر
 لیک برعکس اُسکو سلطان بولتے
 بادشاہ کہنا نہیں اُسکو حلال
 پس کیا شادی بڑی ترتیب سے

جو بھی اُسکی کرے تھی چاکری
 پھر ملاحت سے نک ما نگے پناہ
 پھر شرافت میں بھی اپنے طاق تھی
 عشق میں اُسکے ہو پر کر ذلیل
 شاہزادے کی کرمی جو ہر زنی
 زن نہیں یک تجہ آفاق تھی
 شاہزادہ ہو ر ماتھا جان لب
 پاؤں پر اُسکے ملے تھا اپنا سر
 نیک شاہزادہ نپت مسرور تھا
 باپ پر نہتا تھا تیا بے ملال
 روز شب دیتا تھا قربان و زکوٰۃ
 حق مناجات اُس دکھیا کی سنا
 شاہزاد کا کہین سن شہتا
 شاہ زاوے سے کیا وہ سحر و
 تجہ برہیا کو دے بیٹھا طلاق

حُسن میں تھی یک قیامت وہ پری
 چہرہ اُسکا آفتاب صُبح گاہ
 حُسن اُسکا پاک و نیک اخلاق تھی
 شاہزادہ دیکھ یک بورھی چوریل
 وہ نہیں زن بلکہ تھی یک بھوتنی
 بھوتنی جادو گری میں طاق تھی
 بھوتنی تجہ کی عجبت کے سبب
 یک برس تک شاہزادہ پنجبر
 شاہ پر عالم شب دینچور تھا
 شاہ روتا دیکھ کر نیتے کا حال
 شاہ بیچارہ ہوا سنا دلکے کات
 رات دن فریاد اور زاری کیا
 ایک جادو گر برا ستا و کار
 چل کے آیا دور سے شہب کھنور
 جب ہوا اُس رنج بیمار سے چاق

مر کے دوزخ کو گئی لیکن عذاب
 دل لگایا اس پر تمنا سے
 معذرت چا ازین بوسی کیا
 وہ تیری معشوقہ دیرینہ کہان
 مین ہوا سبب اُس مردار سے
 ہنویا ہوں اُس بکابد سے دو
 اُس بدبھی قحبہ سے پایا ہون نجات
 نور پایا ترک ظلمت کو کیا
 بھوتنی دنیا نہ بل اُسے کبھو
 مرد کو جادو سے کرتی پامال
 مکر سے کرتی ہی مرد و نکو اسیر
 عقل اُس کے مکر سے لاچار ہیں
 انبیا کو حق نکر تا راہ بر
 رازدانِ فِعْلُ اَمْدَائَتْ
 وہ عوس دین تجھے ملنا محال

بھوتنی غصے سے کھا کر پینچ و تاب
 جا ملا اپنے عروس خاص سے
 بعدہ پھر باپ کی خدمت میں جا
 شاہ بعد یک سال کی پوچھا کہ مان
 شاہ زادہ تب کہا انکار سے
 اب مجھے بخشا خدا دار اُس رور
 اب مجھے بخشا خدا آب حیات
 جب ہوا مومن طریقت آشنا
 اسی پر بیشک وہ شہزادہ ہی تو
 بھوتنی دنیا ہی جادو گر چھال
 رنگ و بو تبا کے وہ قبائے پیر
 اپنے جادو میں بہت ہوشیار ہی
 عقل اُس مشکل کو حل کرتی اگر
 دھونڈے کو سنی راہ بر عقہ کشتا
 جب تلک تو ہی اسیر بریزال

پس وصالِ دین ہی دنیا کا فراق
 جب تجھے دُنیا کی دوری سِخت ہی
 تو نہیں دُنیا سے ہونے کا تصور
 ایک دم دیکھے اگر نورِ خدا
 یہ جہان دیکھ گیا تو گہ سے بتر
 چہرہ کرسی کو اپنے بھول جا
 جب تو اس رخسار کا دیکھ لگ
 کر طلبِ ہر دم فروغِ حسن یار
 عینِ دریا میں تو بیتھا خشک لب
 گر نہیں تو دور سے دیکھا سُر اب
 رشتہ لب پانی میں ہی تو ناہید
 بادشاہی ہی غلامی دوست کی
 دیو ہی تو گرانا خیر کہے
 اگر خودی کا ہی تجھے سو دے خام
 پس نہ تو مغرور اپنے بود پر

جان ہی بیمار جب تک تن ہی چاق
 دین سے خود دور ہی بخت ہی
 حیف ہی گر ہوندا سے اپنے دو
 جان و تن کو آگ و نیونگی جلا
 جب تو دیکھا قُرب حق کا کرو فر
 تب تجھے ہاتھ آویگا حق کا لقا
 پھر تجھے سجدہ کریں جن و ملک
 مان ہو قانع بہ حسنِ مُستعار
 دھوپ سے کرتا ہی پانی کو طلب
 اُس کو پانی بوجھ کرتا اضطراب
 آبِ اقراب منہ من جبلِ الوریہ
 بندگی حق کی ہی شاہی سے بھلی
 خود نمائی شانِ شیطان بوجھ لے
 تو خدا سے دور تر ہی والسلام
 دھونڈ لے جلدی سے کوئی یک باز

نوزہ دوزی سے اگر ہی تجھ کو عار
بندگی سپرد کی کمتر بوجھ مت
تو بکتر مین غلو اتنا نکر
جو ہوا اجسام مین مسعود وار
خاک پا پا کوئی تو سر مہ بنا
رہ بزرگی تجھ کو بخش گیا خدا
حق دیا ہی خاک کے پتلے کو تاب
رکھ خدا سے التجا ہر بات مین

ان مباد تو نہنو آگے چمار
کر طلب عشق حق ای شیطان صفت
یہہ تکبر بل مین ہنو زیر و زبر
عشق سے اسکو نہنو یکدم قرار
تا کہ چشم دل کو تیرے ہنو چلا
تا کہ سے اہل جہان شیوا تیرا
ہی جہان گیری مین وہ جیون آفتاب
تا نہنو مترل قیصری درکات مین

مناجات سے تینہ نفس کے

بول اپنے ماتھ اٹھا ہی کردگار
تجھ سو اہم انجند اہس پاس جان
اس خود مین ہی تجھے مستی حلال
بندگی مین حق کے باندھ اپنی کمر
نفس ہی فرعون اسے کر سیر مت
رچہ رووے یا پکارے زار زار

صحبت سے مجھ کو مت رکھ نہر سا
تو نہیں چا تا تو ہم کس کے کہان
جس مین مین عکس صفات ذوالجلال
تا کہ ہنو سر بہ دلی با کر و فر
تا نہنو مغرور وہ کافر صفت
وہ نہنو آخر مسلمان ہو اختیار

ناکہ نا ہو جاوے خون تیرا حال
 اس میں تو غافل نہو اسی بے خبر
 جو رہے پر اس کو جانا بھول کر
 بوجھتا شہرِ قدیمی ہی میرا
 خواب میں ایسا رہے پر کا خیال
 کیا عجب اس خواب میں گر ہو ملول

تن کو تو فر بہ نکر بکرے مثال
 خوابِ عقلت ہی یہ دنیا سرسیر
 گر رہا ایک شہر میں ساری عمر
 خواب میں جب شہر دوسرا دیکھتا
 شہر کا اپنے نہیں کرتا خیال
 روح ایسا ہی مقام اپنے کو بھول

بیان آدمی کے پیدائش تر لولن کا ابتداء

پھر بناتی میں کئے اُسکی نہاد
 بھول بیٹھا سب جمادی پن کی بات
 وہ بناتی پن بھلایا اُس کو زب
 باغ و بستان کے تماشے سیر کی
 پھر نہ بوجھا سیر رغبت کچھ ف
 وہ مثال سایہ ہی یہ شاخ گل
 پس کے معلوم وہ سیر سیج
 خلعت انسان اُسے خالق دیا

آدمی تھا اصل میں اول جماد
 سا باوہ جھارتھا یا گھاس پات
 پھر بناتی سے ہوا حیوان جب
 لیک تھوڑی رغبت اُس کو رہگئی
 جسطح ماٹل ہی کو ذک ما طرف
 خرد عقل اُس کو دیا وہ عقل کل
 سایہ جب فانی ہو شاخ گل کے بیچ
 پھر وہ حیوانی سے انسانی لیا

اب ہو اسی عاقل و دانہ گل
 پھر بدل جاتا ہی عقل و حال سے
 اُسکو اِس نسیان سے پھر ہو گی نجات
 سو ہزار ان عقل دیکھے ہو العجب
 پھر اُسے بے تنکے کام یاد آئینگے
 اپنے قالب پر کر نگار ایش خند
 اِس تن فانی سے ہم آغوش تھا
 وہ سراسر خواب تھا اور تھا خیال
 خوابکو دائم تو ہرگز مت پہچان
 جائینگے یہ سب خیالاتِ دغل
 جب نظر اپنے تھکانے پر کرے
 جب کہ تو جاگے تجھے آوین نظر
 حشر میں تجھکو بتاویگا خدا
 جاگنے سے آوین وہ سب روبرو
 اِس جہان سے تو گیا ہی بدلگے

اسطرح ہر ہر مراتب سے گذر
 کچھ خبر اُسکو نہ ان احوال سے
 جسطرح سویا تو بھولا اگلی بات
 جاے جب یہ عقل بر جرس طلب
 خواب سے پھر اُسکو جب جگوائینگے
 مر گئے کے بعد جانِ مستمند
 کیا سب میں خواب میں مدہوش تھا
 کیا سب اُسکو نہیں جانا خیال
 زندگی تیری خیال و خواب جان
 ناگہان جب آیکی صبح اجل
 یاد کر اپنے غمو نکو ہنس پرے
 خواب کے افعال تیرے بسر
 زندگی کے خواب میں جو کچھ کیا
 خواب دُنیا میں کیا جو کام تو
 پس تراخذہ ہی رونے سے بہتر

جانے پر بوجھ ہی وہ سب خوشی
 بھیرے یا ہو خواب سے جا لگاوان
 قہر سے پھاڑینگے تیرے ہر عضو
 مت سمجھ گردن پہ تیرے نارے
 ومان اگر ہونو بلا سئے جان ہی
 زندگی ہی آخرت کی پایدار
 انتقام اس آخرت کا صعب ہی
 دینکاسب کام حکمت ہی مگر

اس جہان کی گریہ و زاری تیری
 گرچہ مارا ہی تو یوسف کو یہاں
 یک بیک افعال تیرے گرگ ہوں
 قتل ناحق بعد مرینگے تیرے
 یہاں قصاص اس قتل کا آسان ہی
 کیونکہ اس عالم کا جینا ہی اوجھا
 حق کہا دنیا مثالِ لعب ہی
 غیب رکھ اپنے پمت رکھ دین پر

بیان یہ کہ یہ سچ مقام جمع تقریباًقی نہیں

تب تلک ہی جان پر تیرے بلا
 عشق میں حق کے نکر تو کا ہلی
 جو طرف گھیرے کھڑے رہتے سپاہ
 دیکھ کر بچتا ہی شیر و کاجک
 کب ومان ہوو مہابت یا قصا
 ومان نہیں غیر از صدائے نثر

جب تلک تو دور خالق سے رہا
 جب ہوا نزدیک تو دولت ملی
 تخت پر جب بیٹھتا ہی بادشاہ
 نیرہ و شمشیر اور تیر و تہر
 پھر کہ جب ہوتی ہی انکو بزم خاص
 بلکہ حلم اور لطف رحمت ہی خوش

بچ کب ذرہ سے پاوے آفتاب
تفرقہ اٹھ جائے اور شرکِ دونی
موسنی و مارون رہیں زیر زمین

شمع پر
عالمِ وحدہ
انکس ہو

پانچواں دفترِ مثنوی شریف کا

شریعت مثالِ شمع کے راہ دکھانے والی ہی اگر شمع
جب راہ پر آیا تو چلا وہ چلنا تیرا طریقت ہی اور جب مقصد
ہی جب ظاہر ہوئی حقیقتیں فانی ہوئی شریعتیں جیسا کہ کہے
پہنچنے منزل کے بہی اور ترک کرنا رہنا کو قبل پہنچنے منزل کے
کہ شریعت مثالِ علمِ کیمیا سیکھنے کے ہی اور طریقت مثال
اوپر تانبے کے اور حقیقت گو یا وہ تانبہ زہر ہوتا ہی کیمیا جا
علمِ کیمیا کا جانتے بیتن اور عمل کرینولے کیمیا کا مسرور ہین کہ ہم
جانتے ولے شادان ہین ہم سونا ہوئے اور عمل سے کیمیا کے
فرماتا ہی کل حزب بھالدا یم فوجوں یعنی ہر کر وہ سات اُس
ہی خوش ہی شریعتِ علم ہی اور طریقتِ عمل ہی اور حقیقت
تعالیٰ کے فن کاں یوجو اقیاء رجبہ فلین عمل اصالحا پر

بچ کے
شمع
انکس
گہرا
میلو
انکس

عقل کو کر عقل سے عاقل کے پار
 ایک دم دنیا ہی جا اس سے گذر
 قبلہ جان کو کئے بین جب نہان
 بسکو ہی دنیا میں عزت کی تلاش
 بسکو ہی شہوت طرف روئے نیاز
 جانا ہر یک حقیقت بھول کر
 حشر میں ظاہر ہو جب نورِ خدا
 تجھ کو یک روئی پہ اتنی آس ہی
 عاشقو نہر وقف ہیں وہ نعمت ان
 گر تجھے کوئی شمع روکا ہی خیال
 جبکہ یک ذرئیے کھاتا ہی فریب
 جب تو ہی قطرے پہ اتنا نا صبور
 گر تجھے ہی جاہ و منصب کی ہوس
 گر تجھے ہی آرزو غمِ دراز
 تو نکرہ دینے پہ اتنا جد و کد

مشورت سے کر تو اپنا کاروبار
 مگر سے شیطان کے پرہیز کر
 ہر کسے اور ایک ہی قبلہ یہاں
 بسکو دامن گیر ہی فکرِ معاش
 کوئی طلب کرتا رہے عمرِ دراز
 مثل پر وائیکے یک یک شمع کر
 خوب ہو معلوم وہ کیا شمع تھا
 نعمتِ الوان خدا کے پاس ہی
 جسکے کا تیس ہیں شاہنشاہان
 ہی حقیقت میں وہ یک ذرہ مثال
 پس تجھے خورد شد سے کیوں ہو سبک
 دیکھ کیا کچھ نہو دریاے نور
 سلطنتِ دنیا کی ہی خاشاک و سوس
 یہ جہاں یک آن ہی بے برگ و ساز
 بندگی میں حق کی ہی غمِ ابد

جرس بٹکا حال ہی یہ جان لے

سیکھ قتل اُسکا خلیل اللہ سے

حقیقت طاؤس طبیعت یعنی مور کی جو

طالب ہی جاہ و مرتبے کا قتل اُسکا واجب ہی

اب سنو احوال اُس طاؤس کا
 آرزو کرتا کہ خلق آدین بد ام
 بے خبر چوں دام کرتا ہی شکار
 عمر سب اسبات مین کھو یا تیری
 عمر گذری بیشتر غافل ہنوز
 جب اجل آئی تو خالی ماتھ لے
 تو عجب صیاد ہی اسی کج اُمید
 عشق کو کر صید اگر چاہے بقا
 تو مگر ہو جاوے اُس کے دام مین
 عشق یوں کہتا ہی آہستہ مجھے
 خانمان کو چھوڑ میرے پاس آ
 تا تو پاؤیگا حیات جاودان

جو ہی طالب تنگ اور ناموس کا
 تاکرین سب بل کے اُسکا احترام
 دام کو معلوم کیا مقصود کار
 تلے تجھ کو جہان پر سروری
 صید مین تو کو ننگے ہی ماہل ہنوز
 جایگا افسوس اپنے ساتھ لے
 آ پکو تو آپہی کرتا ہی صید
 پروہ کب پھندے مین تیرے ایگا
 جان فدائو عاشقی کے کام مین
 دل کو اپنے صید کرتا خوش رہے
 عاشق جان باز ہو پروانہ سا
 بندگی مین خسروی دیکھ نہان

کام التّائیس جهان کا دیکھتے
 حرص کا گردن مین اُنکے دام سخت
 مثل گور کا فران او پر سنگار
 گرچہ ہی ظاہر مین اُن کو کرو فر

مفسو نو بادشاہ سب بوتے
 پھر کہا وین مالکان تاج و تخت
 قہر سے حق کے بھری اندر فرار
 جیون درخت نوم لیکن بے ثمر

بیان یہ کہ لطف حق تعالیٰ کا مابند قہر کے
 اور قہر اُسکا مابند لطف کے نظر آتا ہی

تھ کسی کیجائے دو درویش مل
 یک نے پوچھا دوسرے کو ای فقیر
 وہ کہا بے مثل بے مابند ہی
 اُسکے بائین ہاتھ پر سلگے ہی آگ
 نہر ہی کوثر کی سیدھ ہاتھ پر
 تیک لب باز گونہ سخت ہی
 جو گر اُس آگ مین جا بے جگر
 جو کیا اِس نہر کوثر مین مقام
 جو گر آتش مین نکلا نہر سے

ایک یک سے پوچھتے احوال دل
 حضرت حق کی تو کچھ بتلا لیلر
 مختصر یک طور دوسرا جھنڈ ہی
 خلق اُسکو دیکھ کر جاتے بہن بھاگ
 بیشتر ہی خلق کی اُس مین گذر
 جو پیا کوثر سو وہ بد بخت ہی
 سو تو اِس کوثر مین بتلاتا ہی سر
 سو تو آتش مین نکل آیا تمام
 نہر مین اُتر اُسو نار قہر سے

اس لئے آتش سے ڈرتے تھے جہاں
 چھوڑ پائی وہ لیا نارِ حریق
 ہو رہے یاری سے حق کے نیچر
 آگ سے کر خوف آتش میں گرے
 جاے عبرت ہی سمجھے ای سپر
 تین نہ آتش بلکہ ہوں آب قبول
 مجھ سے تین آنجھ سے مہین ہرگز ضرر
 مثل پروانہ کے درمت آگ کو
 رونق دین دولتِ ایمان ہی
 تاکہ دیکھیں کون ہی آلِ خلیل
 آگ میں ہی چشمہ آبِ حیات
 گھر میں سب آوین نظر چھو بھرے
 مگر جادو آفرین ہی کس قدر
 حق کہا اللہ خیر الما کرین
 آتشِ غرودِ مطلوبِ خلیل

بھیدا سا کالم کسی پر تعایان
 جس کو تھی توفیق دولت کی رفیق
 خلقِ غیشِ نقد کو معبود کر
 سو ہزار ان خلقِ عشرت کے لئے
 اس لئے دوزخ کئے اپنا مقدر
 آگ دیتی ہی پیامِ امی بو الفضول
 ہی نظر بندی یہاں ای بے بصر
 جونِ خلیلِ حق اگر دانا ہی تو
 خاصہ یہ آتش کہ جانِ جان ہی
 یہاں رکھا بازیِ عجب رتِ جلیل
 آگ یہاں ہم شکل ہی پانی کے سات
 جب کہ جادو گر نظر بندی کرے
 مگر جادو گر کا جب ہوا سقدر
 مگر حق کروں سے بالا ہی یقین
 مقصدِ فرعون تھی دریا لئے نیل

نار تھا گلزارِ ابراہیمؑ کا
 مگر سے تھی نیل آبِ آتشین
 عقل بہتر ہی نماز و صوم سے
 عقل کی تکمیل کو وہ فرض ہی
 دے عبادت سے چلا تو عقل کو
 تا جمالِ دل ہوا اس میں جلوہ گر
 نفع کیا دیوے تجھے صیقل گری

نیل سے فرعون دوزخ کو گیا
 وہ نہیں تھی نار تھا ماہِ معین
 مصطفیٰؐ فرمائے ہکو اس لئے
 عقل جوہر ہی عبادتِ عرض ہی
 تا عبادت سے چلا ہو عقل کو
 عقل کا آئینہ اپنا صاف کر
 لیک ہی گر عقل سے بالکل بری

بیانِ تفاوتِ عقول کا جو اصل بندائش میں انکی ہی

فرق اس میں ہی زمین تا آسمان
 یک شہا یا شمع یا مثل شہاب
 یہہ مثالِ بود اصلِ عقل بھول
 عرشِ کرسی تو نہ جان اس جُدا
 وہ تجھے دیگا خدا سے آگہی
 عقل کا بل کو کرے رسوا مگر
 وہ تکبر کر کے سب کھو و شرف

عقل کو بھی ہمیں مراتبِ ایچوان
 عقل یک ہووے مثالِ آفتاب
 پر توے عقلِ خدا ہی سب عقول
 عقل کل اور نفس کل مردِ خدا
 مطہر حق ذاتِ پاک اس مرد کی
 عقل جزوی پیروی دنیا کی کر
 بندگی سے عقل کا بل لے شرف

تو خداوندی نکر امی بوالفضول
 غیر کو جز حق کے جو ہی محض جود
 جو نچا ہے ہی بغیر از کیسیا
 مگر اپنا مکر حق میں محو کر
 پس تجھے ماتھے ایگا دایم بقا
 اس تکبر سے خدا تو سے پناہ
 جاہ و منصب تھی طلب شیطان کی
 وہ لعین بدست بیتھا کبر سے
 جاہ و منصب کی طلب ہی بد بلا
 اس لئے لعنت میں وہ مادام ہی
 اہل دولت دونہ یکجا مل رہیں
 شان طاؤسی ہی اسے شوم تر
 دور کر دیگا تجھے اللہ سے
 ہی خدا سب حال میں عاجز نواز
 تو تجھے رحمت سے حق کے ہو عطا

بندگی کر بندگی میں ہی حصول
 میں غلام اس کا جو نین نیچا وجود
 میں ہوں بندہ اس میں پرتاب کا
 مگر حق کا دیکھ بھول اپنا مکر
 مگر جب تیرا فنا اس میں کیا
 حرص سے رونے کے بد ہی حرص جاہ
 تھی خطا آدم کو باہ اور نان کی
 اس لئے آدم وہیں توبہ کئے
 ہی طلب شہوت کی تھوڑی ہی خطا
 شیفت گردن کشی کا نام ہی
 سو خورد سے یک جگہ کھائیں پین
 ہی بطک کی شوم طبع مختصر
 یہ تکبر شیوہ شیطان کے
 بندگی چاہے تو کر عجز و نیاز
 راہ میں حق کے کرا اپنے کو فنا

باد تھا یا آب و آتش خاک تھا
 پس تجھے کس طور بتا یہ مقام
 پس تو پھر یہ مرتبہ کیوں دیکھتا
 اِسے بہتر اور یک ہستی ملی
 دوسرا بہتر تھا اول سے لباس
 اسقدر کم ہی خدا سے اتحاد
 پس فنا سے کیوں تو روگردان ہوا
 پس فنا سے تن سے تو ہرگز ندر
 تا تو ہستی کی طرف لایا ہی رو
 پھر بناتی سے بدل انسان ہوا
 اور بین لگے منازل العجزیز
 جب گیا دریا میں آگے نین نشان
 اُس منازل کو نشان باقی نہ نام
 تو پُرانے تن کو کیوں کرتا ر فو
 لیک تو عاشق پُرانے کار ما

جب سے تو یہ صورت ہستی لیا
 اگر اسی حالت میں رہتا تو دم
 گرنجھے ایک حال پر رکھتا خدا
 جب کہ بدلی ہستی اول تیری
 سو ہزار ایسے تیرے بدلے لباس
 واسطہ ہو جسقدر تجھ میں زیاد
 یہ بقا پایا فنا سے ابتدا
 دوسرا پہلے سے جب ہی خوب تر
 سو ہزار ان حشر کو دیکھا ہی تو
 تھا جما اول سے پھر لیکر نما
 پھر لیا تو دانش و عقل و تمیز
 تالیب دریا قدم کے بین نشان
 وہاں نہیں ظاہر نشان پہنان تمام
 جہاں بھی لیتا ہی خلعت نو بنو
 جو نیا دیکھا پُرانا چھوڑتا

اِس لئے رکھتے ہیں کہنے تن سے کام
 جیوں سے روئی مین زنگی خوش رہے
 اصل مین اپنے ہی خود زنگی ہناد
 وہ سیاہ روئی سے مانگے گا پنا
 مرغ جان تیرا ہی اِس تن میں خراب
 روح کو تن سے چکر پر داغ ہی
 جیوں رہے صدیق اندر سبز زار
 مرد حق اِس مین ہنوں کیوں مستند
 ضایع و نا چیز کیوں نا ہو یگا
 یہہ جہان مین ہین مسلماناں غریب
 بے خبر اسبات سے و اللہ تو
 کام کیا آویگا تجھکو مال و زر
 اہل دل کو اِس لئے مین ماننا
 گر کرے حاصل تو خالی ہو مہنان
 کیوں رہے صدیق کو اِس مین قرار

اہل دنیا کو رباطن کے تمام
 تو بقا چاہے اِسی تن کی تیرے
 اِس لئے ہی وہ سیاہ روئی مین شاد
 گریہ کوئی خوبصورت رو سیاہ
 اِس بدن سے ہی تجھے بیشک عذاب
 روح تیری باز ہی تن زاع ہی
 وہ رما زاعون مین ہو کر خوار و زار
 یہہ جہان ہی سبز زار پر گزند
 سبز زار اندر کہو مرد خدا
 اِس لئے فرما ہین حقے حبیب
 صاحب دل جانتا اسبات کو
 صاحب دل ہو کہ دل ہی راہبر
 تو بھی اپنے دل کو دل کر جانتا
 دل مین سوائے زمین و آسمان
 دل ہی جیوں صدیق تن جیوں سبز زار

نا تجھے بتلا کے راہِ صواب

عقل وہ بہتر جو توجیوں آفتاب

صفت اُن نیچو دو مکی جو فانی ہیں سچ بھائی تعالیٰ کے

وہ محمد وارے سایہ رہے
وہ مثالِ شمع خود بے سایہ ہی
شمع سا جان اُسکا رونق پایگا
صورت اُسکی پایگی اُسکی نفی
جس طرح بے ابر کے شبنم گرے

فقر کو جسکے فنا مایہ رہے
فقر فخری کو فنا پیرایہ ہی
موم سا جسکا بدن گل جایگا
انیا اور اولیا کے جسم سی
بے تن اُسکا جان کر دو فر کرے

بیان یہ کہ سو آحق تعالیٰ کے کل عالم آکل
و ما کول یعنی غذا ایک دوسرے کا ہی

تک رہا تھا تا شکار اُسکو کرے
جلد جا شکرے کو بلی داب لی
پس غذا کو وہ کیا خود بھول کر
اُسکو شخہ دیکھ بانڈھادت پا
ایک دوسرے کی کمین داری کرے
صید میں ہر ایک کے یک مشغول ہی

ایک بشکار او میں تیر کو لے
نالہاں بلی کو تک فرصت ملی
خود غذا تھا غیر کا وہ بے خبر
چور چور کے طرف مشغول تھا
آکل و ما کول کب ایمن رہے
یہ جہاں سب آکل و ما کول ہی

حق کے جانب تاجھے ہو آسرا
 آسرا لے اولیا، اللہ سے
 ماتھے کا اُسکے خدا ہی دستگیر
 تارکے وہ خصلت بد سے حذر
 چھوڑ جس اپنے کو گرہی آگہی

بھاک اس دنیا سے تو امی نینوا
 حق کے جانب گر نہیں جانے سکے
 ماتھے مت دے ماتھے کسکے غیر سہ
 عقل کل کو عقل سے نزدیک کر
 ہر کہیں دانہ رہا ہی دام بھی

صفت زناغ طبیعت یعنی کوتلی جو عمر دراز چاہتا ہی

آرزو جینے کی دایم ماہ و سال
 تاقیامت زندگی اللہ سے
 موت ہی حق سے اگر پیران ہی
 غیر حق کے آگ ہی آبِ حیات
 تو سمجھتا نفع لیکن ہی ضرر
 زناغ چاہے عمر گہہ کھانے بدل
 کیوں نہ گہہ خوار ہے وہ چاہے فراغ
 چاہے جینا دور ہو اللہ سے
 ہر دم یک تازہ نظر آوے جہان

ہی سمجھے دن رات کو کیے مثال
 مانگتا ماہند اس ایلیس کے
 زندگی تن کی وبال جان ہی
 ہی بھلا جینا و مرنا حق کے سات
 غیر حق کے حق سے تو مانگے اگر
 قرب حق کا ہی حیات بے بدل
 گر نہیں گہہ خوار ہی مردار زناغ
 لعنتی ہی وہ جو اس درگاہ سے
 دیدہ دل کھول نکدے یکھ انجوان

شان و شوکت چھوڑ کر ان ہی
 حد اعیان و عرض جانا تو کیا
 منطق و حکمت میں کھو یا عمر سب
 بس قدر سیکھا تو کیا علم و ہنر
 فلسفہ کرتا و سالیہ میں غلو
 بند مضوعات میں صانع کو بھول
 الغرض شہوت میں عفت ہی گرو
 نہیں کس پر ہوا اگر شہوت نہیں
 حق کہا قرآن میں اول کھلوا
 حاصل ان آیات کا اسی مرد دین
 سات مردی کے رکھے پاکی اگر
 عاشقوں کو شادی و غم ہی خدا
 عشق کا شعلہ سلگتا ہی جہان
 لا الہ سے سب جہان نابود ہی
 خود وہی ہی اول و آخر وہی

یہہ تکبر عادتِ شیطان ہی
 حد کو اپنے جان اسی مردِ خدا
 معرفت اپنے خدا کی کر طلب
 چاہئے خالق سے رہنا باخبر
 درج کر اس میں دلائل موبہ
 ہی قیاس اپنے کے تابع بوالفضول
 گر نہیں شہوت تو پھر پاکی نہ ہو
 سات مرد کی بغا دیکھا کہین
 بعدہ پھر کر کہا لا شر فوا
 ترک کرنا مردی پاکی نہیں
 وہ تجھے عفت کا بخشتیگا ثمر
 غیر حق کے سب ہی انکے پاس لا
 غیر حق کو سب جلا دیتا ہی مان
 پھر کے الا اللہ سے موجود ہی
 کیا دخل اس میں جو ہر شرک و دونی

غیر عکس یا رحس بے کار ہی
 یہ وہی جانا جو بوجھا آپ کو
 جو نہ دیکھا ہو عمر عبد العزیز
 اس لئے دنیا مقدم حق رکھا
 جب جہانے آفرت کو جا لگا
 پس کہے مین خاک چھٹھا تھا وہاں
 اسی دریغا کا شکے مر تاشتاب
 ہین تیری سب خواہشیں تجھ مین نہاں
 جب کہین مرداری پاتے مین بو
 جب کہین دیکھے موائے کا گدھا
 جرس کے گتے تیرے سب جاگ کر
 یہ سگان جو طالبِ مردار ہین
 یہ ترا عجب و تکبر اسی دنی
 ہی بلا تجھ پر ترا عجب کمال
 آفتِ جان ہی فضیلتِ خام کو

تن بغیر از جان کے مُردار ہی
 یا سپاہی جان جان کے ماتھے جو
 کیا اسے حجاجِ ظالم کی تمیز
 تا پچھانے کامِ ازل کے ملک کا
 کارو بار اپنا تجھے یاد آ لگا
 چھوڑ کر یہہ پاک منزلِ رایگان
 تاکہ مین دنیا مین کم پاتا عذاب
 خواہین سچ اس بدنے جیون سگان
 جاگ کر کرتے ہین اسکی جُست و جُو
 دُور گتے جمع ہوتے ایک جا
 دُور تے یکبارگی مُردار پر
 عجب کے گویا تیرے ہتھیار ہین
 سانپ ہو کا تیگا وقتِ جان کنی
 تو تینا بہتر ہی اسیے پروبال
 جو چننے دانہ ندیکھے دہام کو

سبز زارِ جائے صدیقِ امین
 کب رہیں صدیق اندر سبز زار
 دل کا آئینہ اُسے مرغوب ہی
 دل کو تجھ سے حق تعالیٰ مانگتا
 دل کا تحفہ لا مجھے تو دے نذر
 دل کے خدمت سے توجنت پا لگا
 دل ہی تیرا مغز باقی جملہ پوست
 جان جانِ جانِ جانِ دل ہی مگر
 دل طلب کر دل طلب کر دل طلب
 ایک دل ایسا بنا دے زینہار
 سبز زارِ طبع کو میراث ہی
 مشک سے کب ہو تیرا تازہ دماغ

یہ تو دل بس نہیں عجیب ای اہل دین
 ان دلوں کو دل بجان ای ہوشیار
 مال و زرخ پا بس نامجوب ہی
 دل اگر راضی تو حق راضی رہا
 حق کہا میری نظر ہی دل آپر
 دل تجھے چاہا تو چاہیگا خدا
 دل تجھے ما باپ سے بہتر ہی دوست
 قلبِ عالم ہی دل روشن بھر
 اس دل پر نور کو پالا ہی رب
 تو اگر دھونڈھے تمامی سبز زار
 ایسے دل کی دشمنی میثاق سے
 تو نجاست پر ہی عاشقِ مثلِ زاغ

صفتِ مرغِ طبیعت یعنی شہوت کی
 جو بد ہی قتل اُس کا واجب ہی

اُتس شہوت پہ تو ہوتا سستی

کب تلک ماہند مرغِ اعی شہوتی

تانہوشہوت طرف اُنکو دلیل
 اس شراب زہر قاتل سے بین بست
 آدم اپنے کو کئے ہوئے خصی
 عرض یوں حق سے کیا وہ لعنتی
 کچھ مدد مانگوں ہوں تجھ درگاہ سے
 جامہ ابریشم و پشمین و شال
 لعل و الماس و جواہر نیک
 بس نہیں یہ مجھکو اسباب شکا
 کر سکون نامردم دون سے جدا
 و حوٰلک و طنور و چنگ و زباب
 پھر کہا کچھ اور ہوا اس سے زیاد
 قینہ گر چشمان آشوب زمان
 دُلبِ یاقوت و خالی دلربا
 جس میں عاشق بیدل و ناکام بہن
 جسکے مہین مارے پرتے برغا و سپر

مرغِ شہوت اس لئے مارے خلیل
 مرغِ شہوت میں بہت شہوت پرت
 گر نہوتی نسل کے خاطر منی
 جب کیا آدم سے شیطان دشمنی
 آدمی کی رہزنی کے واسطے
 حق دیا اسکو زور و مال و منال
 چرب و شیرین و شراب لعل رنگ
 یہ لیا بولا کہ امی پروردگار
 اور کچھ دے مالکا دام ہوا
 پھر دیا حق بنگ و بوزا اور شراب
 مسکرایا کچھ ہوا کچھ نیم شاد
 پس دکھایا حق اُسے حُسن زنان
 یہ صفاے عارض و ناز و ادا
 وہ خم گیسو جو دل کے دام بہن
 وہ کمانِ ابرو و فرغانگی تیر

دیکھ شہر ماو جسے کلبِ دری
پس کہا مقصود حاصل ہی مجھے
دامِ شیطان میں نہ ہو پس مبتلا
نفس کے خاطر نہ ہو شہوت میں بند
بند شہوت کا نہایت خوار ہی
پیر وی اسکی کرینگے جاہلان
تا تجھے ہو خوض کوثر پر مقام
ضید دولت آوے سیر دام میں
دام سے شیطان کے ٹگ دور ہو
مہر تابان ہی وہاں مثلِ سہا

وہ قد و قامت خرامِ دلبری
ہنس تر المعون لگاتب کو دے
آدمی سجدہ ملائک سے لیا
دامِ شہوت ہی بلا ہو شہمند
دامِ شیطان شہوت بدکار ہی
زہر قابلِ بوجھ شہوت امی جوان
چھوڑ تھوڑا یہہ تر آب و طعام
تو کیا کر سعی حق کے کام میں
حسن صورت پر تو مت مغرور ہو
آفتاب ایسے عدم میں با لگا

مثال عالم ہستی نیست نا اور عالم نیستی ہست نامگی

میان نہیں مقدور کچھ اور اک کی
ہست کو معدوم سا مخفی کیا
باد کو بوجھا بنجاوے جز دلیل
کف بجز دریا کے پیدا ہو کہاں

طرفہ بازی ہی خدائے پاک کی
نیست کو موجود سا بتلا دیا
خاک و شتی ہی ہو اپرا می خلیل
دیکھ کف کو دے دریا نہان

کف کو اپنی آنکھ سے تو دیکھتا
 تو قلعی کو جانتا اثبات ہی
 ننگ سمجھ کر دیکھ اسی شوزیدہ حال
 آفرین ای اوستا و سحر باف
 ساحران ہتھاب کا بتلا نمود
 پانچ سو گزناپ اسکی چاندنی
 ماہ کے پرتو سے ہتھابی ردا
 یہ جہان جادو ہی ہم وہ ماجران
 نقد تیرے عمر کا لیتے تھکا
 لے نکالے جب عمر کا نقد اسی عزیز
 اس لئے فرمائے پیغمبر شفیق
 گر عمل ہی ننگ تو پاؤ نجات
 پس عمل بے پیر کیونکر ماتھ آسے
 فیض صحبت سے فقیر ی پا لگا
 عقل نور جان ہی انسان کی

لنگ ہی دریا کو مٹتی کر دیا
 مہہ تیرے دیدوں پہ گویا کھات ہی
 ہی حقیقت باطن اور ظاہر خیال
 دُرد کو بتلا دیا مانند صاف
 تاجرون کے بیچ لیمائے بہن سود
 بیچتے بہن ساحران پر فنی
 بیچ کر لیتے بہن مایہ غم کا
 جوئے ہتھاب کو بیہودگان
 اس سے بیہودہ توجہ سودا کیا
 ماتھ میں چادر نہ زرنایک پشینر
 جز عمل تیرے بہن تیرا رفیق
 بد عمل ہی سانپ ہوں تھیت تھیت
 پیر سے شاید کہ تو توفیق پاسے
 تاز بان نا ماتھ کچھ کام آ لگا
 پہ کتاب و قال سے یہ آو کبھی

اتنا کہ حاصل ہونے تجھے نور کمال
 سیکھنے میں علم و دین کے امی فضول
 شرع شیطان کو کرے عاجز یقین
 مسح ہو شیطان سے بین ایک جنس
 حاسدی سے وہ بھی شیطان ہو گیا
 تو مدد ان فاسقوں سے مانگتا
 اب مدد اس کام میں کچھ کچھے
 دیوان دونوں سے ہوتا شادمان
 پیستے دونوں حد سے دانت تب
 وہ محمدِ خوبی اُسکا ہو نفر
 وہ یقین ہی نایب و یو لعین
 وہ ترے دشمن ہنیں اُسے لے امان
 باپ سے بنزار وہ پہلے ہوئے
 چھوڑ غیر حق کو اسی مرد غوی

تن کو اپنے پسنا آئے مثال
 پس تکبر چھوڑ خوری کر قبول
 دفع شرکے واسطے ہی شرع و دین
 مصطفیٰ بولے کہ شیطان ان انس
 آدمی جو سرکشی حق سے کیا
 دیو جب گمراہ کرنے سے تھکا
 یعنی تم ہو مہربان سچے میرے
 راہ گم فاسق کرے لکھی پہان
 جب کسے استاد سلھاتا ادب
 پس جسے دیکھے نبی کے شرع پر
 جب کسے دیکھے خلاف شرع و دین
 گرچہ ہوں ما باپ تیرے اسی فلان
 سیکھ یہ نسخہ خلیل اللہ سے
 لاؤ اِلَّا اللہ کی کر پیر و دی

حکایت عاشق و معشوق کی

خدمت میں اپنی بتایا بے قیاس
 ہو گیا زخمی تفنگ و تیر سے
 رنج و محنت کے پرا تھا دام میں
 سب کیا تو نے مگر کچھ نہیں کیا
 مر مر آگے اگر جان باز ہی
 بالب خندان و جانِ شادمان
 عارفوں کو اس لئے ہی جدو کہ
 یہ مراتب ان سے پوشیدہ رہے
 خود پر ہا ہی تو کلو الا شر فو
 کچھ نہیں جزدلق اُنہیں عقل و نہوس
 بھونکھتے مانند عیبی کے جہاں
 لنگ معنی سے نہیں ہرگز خیر
 نبر و مغل کو بتلاتے سنوار
 کسطح دیونگے اپنا امتحان
 ایسے مال و زر سے کیا پھل پاوگے

ایک عاشق اپنی جامعشوق پاس
 میں فلا نے جنگ میں تیرے لئے
 میں تیری خاطر فلا نے کام میں
 سُن کے یہہ معشوق نے اُسکو کہا
 سچ تو میرا عاشق و ساز ہی
 پس وہیں لیتا کیا پرواز جان
 وہ ہنسنا اس پر ہو اواقف ابد
 جب کہ اتمق نیل دنیا کی کئے
 نان کم کھاتا جلا ہو عقل کو
 ہین با مکار جاہل صوفیو پیش
 ماتھ میں لنگر عصا موسیٰ بشال
 سر پہلا پھرتے ہین باتین سیکھ کر
 سیکھ درویشوں کی باتین یک دو چا
 خف ہی گرائے پو چھین صاوقان
 سوانگ یہہ آخر لئے زر کے لئے

عمر و بکرو زید سے رکھو نہ اس
 سود کیا دے نشہ بھنگ و خمر
 کیا مدد دینے کے خال و عم و اب
 تجھ کو جانا ہی سمجھو نے منہ کو تو
 تا تجھے حق وارثِ دولت کرے
 کبر و کینہ اُس کا ظاہر ہو گیا
 بلکہ کرسٹر خدا ہو شاہِ دمان
 تاکرے آگے طلب اپنے خدا
 حق طرف مائل رہا پیش از اجل
 گنج زر ہی تو نہیں پہچانتا
 تاکہ تو لاچار ہو کر اُنکے ماتھے
 حق طرف بسر کو جھکاؤ باخضوع
 فقر و فاقہ ہی مرا تو رایگان
 خلق سے کرتا ہی پھر باری طلب
 تار ہے تیرا سبب و سستگیر

برزق اپنا مانگ لے اللہ پاس
 مانگ لے مستی خدا سے ای بشر
 دولت و باری خدا سے کر طلب
 کام رکھہ اللہ سے باقی کو چھوڑ
 آج کر فریادِ خالق سے ترے
 یار تیرا تجھ سے جب دشمن ہوا
 تو نکر اس کبر و کینہ سے فغان
 کیونکہ اُسکے دام سے تو بچ رہا
 سب تجھے روشن ہوا اُسکا دغل
 خلق کا تیرے پر یہہ جور و جفا
 خلق کو کرتے ہیں بد خو تیرے ساتھ
 خلق سے خالق طرف لاو کر رجوع
 نیک پھر شیطان درانا ہی کہ مان
 پس تو پھر ہو تا گرفتار سبب
 دامِ عینِ شیطان کے مت ہو اسیر

جو کیا چا ما سبب سو کیا
 نین سبب یہ چشم کو تیر حجاب
 خیر و شر کا ہی سبب سے ظہور
 جب خدا چاہے کسی کو مارنے
 جب قضا آئی تو احمق ہو طیب
 یہ سبب سبب ہیں حجابِ احقان
 راز یہ اہل معارف جانتے
 انکو یہ تن چھوڑنا آسان ہی
 تلخ کب انکو رہے زندان سے
 جان ہو کر پاک تن کے قید سے
 جان کہتی دیکھ وہ باغ و بہار
 جہد کرتا یہ طلب ہو دے زیاد
 اس جہانِ پال میں جان کر سکون
 یعنی راحت سے یہاں کے تم ہنوز
 اگر نہ جیتا جان اس تن کے سوا

پس نگر تکیہ تو کچھ اسباب کا
 ہی سبب سے ولیکن فتح یاب
 اسکو اسباب و وسائل کیا ضرور
 سولحاف اُور سے تو پھر جا رالگے
 وہ دو اتا تیر سے ہو بے نصیب
 جو کہ ہی محبوب اُسے دانش کہان
 وہ سبب اور سبب پہ جانتے
 کیونکہ تن اگلے لئے زندان ہی
 باغ و بستان کی طرف یثجا نینگے
 بال و پر سے عرش پر دکلا اڑے
 تن میں پھر لچامت اسی پروردگار
 تا نہو دل کو بدن سے اتحاد
 بولتا یا لیت تو ہی یغلمون
 بے خبر ہو اسی گروہ تن فروز
 پس کہو قصرِ فلک ہی کسی جا

فی السماء رزقاً لم یسأل
 مانگے اللہ سے اسی ہوشیار
 اُس نے خدا سے پاکی کی کراٹھیاں
 بیعت و دولتِ خدا سے پاکی
 باغِ جنت کی طرف لیتا ہے
 مقصدِ صدق اور دیدارِ خدا

بے بدن کے جان کو گریں جیات
 وہ طعام اور وہ شراب خوشگوار
 صبر کر روزی پر تو اسی روزہ دار
 جو رانا بھولھا سو آہن لھا لگا
 اِس مقامِ درجِ جنت سے اُسے
 چھوڑیہ آتش کہہ تو پا لگا

بیانِ حدیثِ شریف کا بیچ احوالِ قیامت کے

شرین جی پھر اٹھیں گے یہ بدن
 حکمِ حق سے جان تن میں آ لگا
 صبح کو جِطرح پر اُٹھا ہی تن
 حشرِ الہی قیامت کی فجر
 مرگِ اصغر مرگِ الہی سے پچھے
 سب ترے آگے رہیں گے خیر و شر
 ورجِ اُس میں حرفِ حرف اُسکے صفات
 غیہ ایدائے دلِ صاحبِ دِلان

ہی حدیثِ مصطفیٰ میں یہ سخن
 سورِ حشرِ حکمِ ہی اللہ کا
 جان پھر زندہ اُٹھے ہر بدن
 ہر فجر ہی حشرِ اصغر اسی پر
 حشرِ اصغر حشرِ الہی کو بتاے
 جب اُٹھیں گے حشر میں تو جاگ کر
 نامہ اعمال ہر بندے کے ہاتھ
 لے رہو کچھ خیر کا اُس میں نشان

جرم ظاہرِ عذرِ بالکل بر طرف
 شہہ پھر اگر حق کے جانب دیکھتا
 تو کیا ہی سرسرفیق و مجور
 پس تو کیوں چاہی نیکی کا جزا
 جو کہا تو اس سے زیادہ ہی گناہ
 تارہوں محض کرم سے کامیاب
 حق اُسے رحمت سے دیتا ہی شرف
 طمطراقِ اتنا جان میں کیوں کیا
 اور اٹھ لے اپنی پرانی پوستیں
 ای ایاز وہ پوست اپنا اور اٹھ لے

پس اُسے کھینچنے کی سو لیگی طرف
 مستطہ تھر لگا وہ ہر ہر جگا
 حق کے اُس کو کہ ای نیکی سے دور
 سب عمل تھا سرسرتیرا دغا
 پس کہے بندہ کہ ای بار الہ
 دیکھتا ہوں اس لئے تیرا جناب
 جب ہو اپنی خطا پر معترف
 تو ہی یک گیر آنجاست سے بھرا
 تو منی تجھ کو منی لایق نہیں
 تو منی تھا پس منی کو چھوڑ دے

قصہ ایاز کا

پوست اور چارق رکھا تھا اپنے پاس
 پوست اور چارق رکھا اُس میں قدیم
 دیکھتا جا اپنا وہ پیرایہ خاص
 وائیم اسپر تھی نظر اُس مرد کو

تھا ایاز از بس کہ زیرک حق شناس
 ایک حجرہ کر بنا بس مستقیم
 شاہ کی خدمت سے جب پاتا خلاص
 نفس تا مغرور دولت سے نہو

اپنے جُڑے میں رکھا ہی سیم دزد
 اُس پر رکھتارات دن قفلِ گران
 ہی لٹیہی سے اُسے زر کی طلب
 مجھ سے اتنا مال وزر پنہان کرے
 جس قدر ہو مال وزر سب دُلتا
 اُسکی اُس بد بندگی کو فاش کر
 وہ رکھے مجھ سے چھپا دام و درم
 پاس اُسکے کفر ہی جُڑ بندگی
 کئی جوانان اور اپنے ساتھ لے
 زر کی یک ہیما فی لیک لوت لاین
 لوتنا با قوت اور لعل و گہر
 لعل و گوہر سے ہی سب جُڑ بھرا
 وہ غلام ازبک ہی نیکو خصال
 ہی ایازیک بحر ناپسند انار
 تم نہیں پہچانتے ہوا سکی گت

لوگوں نے محمود کو یون دی خبر
 جلنے میں دیتا کہ ہرگز و مان
 پس کہا محمود ہی ہی یہ عجیب
 باوجود اس فضل اور چہلکے
 یک برے سردار کو بولا کہ جا
 لوت لے تو تو را اُس جُڑ لیکار
 میں کروں رحمت سے اُس سپر بہکم
 جو کہ پایا عاشقی سے زندگی
 وقت ادھی رات کے سردار نے
 یون کیا تجویز ہم جُڑے پہ جائیں
 ایک بولا چیر کیا ہمایان زر
 ہی غلام خاص وہ سلطان کا
 یک نے بولا ہی تم باطل خیال
 وہ کیا ہی مال وزر دل پر نثار
 ہی وہ یک دریا عقل و معرفت

رات دن حجرے میں جاتا ہی وہیں
 لیونکہ دنیا جانے غفلت ہی بری
 عزت اس دنیا کی ہی کفر و حرام
 گبر چاہے ہی ہمیشہ جاہ و مال
 پیشوا اس راہ کا الیس تھا
 عاجز یوں کہے آدم پکار
 جب ایاز اپنا نہیں بھولا نیاز
 شاہ بہتر جانتا تھا اسکی خو
 گرچہ اسکو لوٹتے بھیجا مثال
 دل کو دیتا پھر تلی بار بار
 اگرچہ سو ماروں میں تیغ امتحان
 وہ کہے کہ مارتا ہو تجھکو میں

تاکہ دیکھے اپنی چارق پوستین
 ہستی و پندار میں نت ہی پری
 دین گر چاہے تو کز ذلت مقام
 کرم گو زبر کو نہی گو بر سے کمال
 اُسنے اول جاہ کی خواہش کیا
 خاک ہون میں خاک اسی پروردگار
 عاقبت محمود ہی بیشک ایاز
 واسطے اذر دنی کی تھی یہ جنت و جہنم
 لیک تھا محمود کے دل پر طلال
 اسکو ہی از بس کہ تکلیف و وقار
 پر ایاز اصلاً نہوتا مہربان
 وصل میں ہم ہر دو با ہم لگ سین

حکایت مجنون کی

ہجر سے جلنے لگا اس کا جگر
 پس طیب آیا دوا تجویز کی

جب ہوا نیلی سے مجنون دور تر
 ہو گیا بیمار بس یکبار لگی

فصد کے غیر از نہیں تیرا علاج
فصد سے ہرگز نہیں کچھ مجھ کو بہیم
ہو صدف میں جس طرح موتی بہم
جلوہ گر شیشے میں ہونیسے پری
ناگہان لیٹی کے تن پر جا لگے

دیکھ کر ناری کہا مجھ کو آج
وہ کہا اس کو کہ ای مرد حکیم
لیک ہوں لیٹی سے پُرسر تا قدم
ہی رگ و پچی میں مر لیٹی بھری
خوف ہی مجھ کو اگر نشتر کر لگے

حکایت تمثیل

آزمائیکے لئے خلوت میں بات
ای فلا نے بات اب سچ بول تو
جلوہ گر ہی تو مجھے سرتا سپا
حس میں میرے سر اسر تو بے
ہی سر اپا اس میں نور آفتاب

یوں کہا معشوق یک عاشقے ساتھ
مجھ کو رکھا دوست تو یا آپ کو
وہ کہا میں تجھ میں ایسا ہوں فنا
نام کے غیر از نہیں ہستی مجھے
سنگریزہ جب ہو العل خوشاب

باقی قصہ ایاز کا

قفل تھا اس پر لگا مضبوط تر
بلکہ اس اسرار کی تھی احتیاط
اؤنا بل لعل و مرجان کو جتن

پس گیا سردار اس مجرے پر
بخل سے زر کے نہیں کی احتیاط
صاحب بہت کرے جان کو جتن

احمقوں کو مال بہتر ہی نہ جان
 سخت جنت سے کہے حجرِ یکو باز
 جا بجا حجرِ مین جادو حوندھے و ہین
 ہونٹھہ حسرت سے لگے تبت کا تنے
 خون ہم سب کا تجھے اب ہی حلال
 خون اگر بخشا تو تازہ جان ہین
 شہ کہا مختار مالک ہی ایاز
 گرچہ ہم ہین نفس واحد جان سے
 پس ایاز آتش کی خدمت مین کہا
 پوست اور چارق بھی نار کھٹا اگر
 رہ مین جھکے ایک تینکا ہی حجاب
 بہہ نعلیٰ بھی حجاب ہی راہ کا
 پرورش تن کی تجھے ہی سدا راہ
 ایک دم مین پھین عارف تابشاہ
 قدر ہر روز عسمر مرد کار

جان پر قربان کرین ذر کو مہان
 نالیجا دین لوٹ کر مال ایاز
 توئی یک پاپوش تھی اور پوسین
 ہو پشیمان شاہ سے کہنے لگے
 گر کیا بخشش تو ہی فضل و نوال
 ورنہین تو شاہ پر قربان ہین
 خواہ مارے خواہ کر دے سرفراز
 پر جدے ہین نفع اور نقصان سے
 باوجود شاہ بندہ ہی فنا
 کا ہے کو کرتے ملامت اسقدر
 چھوڑ غیر حق کو لے راہ صواب
 جب ہو اکوئی طالب اس دگاہ کا
 رکھ وہی مقصود پر اپنے نگاہ
 ایک دن کی راہ زلہ ایل ماہ
 سلمہ اس عالم کے ہین نچاہ ہزار

عشق میں ہی خوفِ عارف کو نکل
 شر سے جاوے گذر وہ ناتمام
 آسمان بس میں ہی دردِ عشق کو
 جھوٹ سے حاصل سمجھے کب ہو فروغ
 ڈرنے والے ہو دینِ ابدم تیسرا
 فعل کا تیرے تباو نیلے پتا
 شاہی حق پاس او اتیری کر
 توبہ کرنا تجھ کو بخشے گا خدا
 دمِ عنیت بوجھِ ابدم توبہ کر
 تجھ کو بخشے خداے مستطاب

عشق ہی وسفِ خدا کے لم نزل
 عشق کی گر شرح بولوں میں مدام
 ڈرنے تو پہنچیں نہ گردِ عشق کو
 عشق میں دعوائے اسب ہی دروغ
 حشر میں ظاہر ہو سب کا کاروبار
 دمان گواہ تیرے بینکے دست و پا
 بلکہ ہر ہر عضو اس تن کا تیرے
 نرسب گر محبت میں کھو دیا
 دمِ عنیت ہی اگر گذری عسر
 حمر کے گذری گناہان ہوں صواب

حکایتِ نضوحِ دلاک کی جو توبہ نضوح کیا

اس کب میں تھا زانا اس کو فتوح
 مرد می کو وہ کیا کرتا نہان
 عورتوں کا روز و شب خدمت گزار
 فسق میں مشغول تھا ناپاک وہ

ایک تمامی تھا نام اس کا نضوح
 صورت اسکی تھی نبی مثلِ زنان
 تھا اسے تمام میں بنتِ کاروبار
 تھا دغا بازی میں بس چالاک وہ

کیجئے کچھ واسطے میرے دُعا
 بھینب کا جان کر ستار ہی
 مہر کرنا منہہ کو اُس کے کردِ گار
 کڑکے توبہ چھوڑ دے فسق و فساد
 تاکہ تُو بار و گرنادے دُعا
 اُننے پھر توبہ کیا پایا اجر
 دوست کو شکوہ روانین اظہان
 تجھ کو لعنت مین کرے گا مُبتلا

ایک دن جا ایک عارف سے کہا
 بادہ حق سے جو کوی سرشار ہی
 خلق کا کرنا ہی چسکو راز دار
 ہنس کے وہ عارف کہا ای بیچار
 دے تجھے توفیق توبہ کی خدا
 وہ دُعا عارف کی ہو گئی کارگر
 حق سوا سب ہین تیرے اعدا جان
 نقض میناق و شکست توبہ نا

فائدہ صبر اور توکل کا اور نقصان تعجیل اور حرص کا

رحمتِ رحمان ہی صبر و قہر
 قسمت ہر یک کی ہی اُس کے پاس ہے
 رزق بھی تجھ پر ہی عاشقِ سرسیر
 رزق دروازے پہ تیرے آیکا
 رزق تیرا جو ازل سے ہو نصب
 رنگ و بو سے پہلے ہوتی ہی شاد

مگر ہی شیطان کا تعجیل کار
 سب کو حق دیتا ہی روزی فضل سے
 چس طرح سے ہی تُو عاشقِ رزق پر
 تُو اگر دورا جہان مین جا یگا
 تُو اگر بیتھا تو پہنچا دے جیب
 ہی زنون مین وصف حیوانی زیاد

جو کہ پایا نور حق قرآن ہوا
عرض سے حاصل ہی کہ کو فتح باب

جو کہ کیا کائناتس تو قرآن ہوا
کوی قیامت سے نہیں ہرگز خراب

بیان یہ کہ تقلید اور پیروی نفس کی بدھی

راہ زن اُسکا ہی شیطانِ دغل
پر کہان بازوئے شیر کردگار
ہی ترا شاہد وہی آلت ترا
پس تو ہو موچھو نئے تیرے تو بخل
جا کسی کامل سے مل تو کامیاب
گردائے پاؤں کی کر لے عبیر
گو کہ لے گئی تو نہو بارے گدھا
آدمی ہو بند میں اگنی نہ پتر
تو ہی عیسیٰ یہ نہیں تیرا مقام
میں جگہ تیری گدھو نکا ہی یہ تھان
گر چیک چند روز آخر میں پتر
جو گئے آخر میں کیوں ہو دین گدھے

ہی مقلد کو براہ میں خلل
تو لیا ورثہ علی سے ذوالفقار
ای محنت کر سپا ہی تو بنا
جیک نامردی سے ہی نامرد دل
نفس کے منتر سے تو مت ہو خراب
منتر اس کامل کا ہی چون شہد شہیر
لے گئی رو بہ گدھے تو گر تھکا
گو کہ ہے لیجانیں سرہنگان پتر
ہی گدھوں کی جائے یہ دنیا تمام
نور سے تیرے ہی روشن آسمان
تو فلک اور اختر و نسے ہی برا
میرا آخر میں جد سے فرہین جد سے

بیان یہ کہ وہم اور طمع خیال بد ہی اور صحبت یار بد کی بد ہی

یار بد سے سانپ کی صحبت بھلی
 لیکن سچ دل ہی تم جانو یقین
 ساتھ نیلونکے تو مت رکھ نطن بد
 گرچہ ہو ظاہر میں کچھ اُن سے بدی
 و دُورست بھی آوین نظر دشمن تجھے
 راہ میں سالک کو ہی سب عظیم
 کہہ دے مہتاب کو رب الجلیل
 بھول بیٹھے رب کا اپنے امتیاز
 اہل دین ہفتا دود و ملت بنے
 احمقوں پر موت کو آسان کرے
 کیونکہ نین جاوید اُنکا جان ہی
 موت پر کرتا دلیری احمقی
 اور تیرا توشہ ہو روز موت کو
 جس سے تو بیزار رہتا ہی سدا

ہی قسم پروردگار پاک کی
 سچ اس امت کی مسخ تن نہیں
 تو خیال بد میں اتنا کر نہ کہ
 مت رکھ انوائِ عفا سے بظنی
 جب خیال اور وہم بد آوے تجھے
 عالم وہم و خیال و طمع و بیم
 وہم سے یکبارگی حضرت خلیل
 وہم سے دینے رسول سرفراز
 اس خیال وہم سے کی قافلہ
 طمع کو رو احمق و نادان کرے
 وہ گدھوں پر موت سچ آسان ہی
 جان جب نین جاوہان ہی وہ شقی
 جہد کرتا جان بتر جاوید ہو
 بھوکھ خاصانِ خدائی ہی غذا

جان نہو تو تن بغیر از گل نہیں
بھر جو دیکھا سو ہی بے اختیار
بس پہ دعوا ہی کہ ہوں شیر خدا

گر نہوے نور دل وہ دل نہیں
جو کہ کف دیکھا سو ہی اندر سُما
نفس کے لئے سے تو عاجز رہا

بیان مسئلہ حیر اور قدر کا

تاکہ بالکل بھول گذرا اختیار
بے گمان مختار مطلق ہی خدا
تاکہ تو حیر ہی کہا وے ہر کہین
کیا سب غصہ ہی تجھ میں آشکار
نہیں بجز مختار کے ہرگز صواب
اس لئے کہلائے وہ اہل قدر
اس لئے مجبور کہلائے یہاں
جب کہ بنکر حیریاں جسکے ہوئے
بلکہ فعلِ حق سے ہین وہ بے خبر
فعلِ حق جس بشر کیوں پاگی
حشر تک قائم رہے یہہ ماجرا

تھکوا ہی حیر ہی نہیں ہی ساز دار
عالم امکان میں ہر ہر چیز کا
لیک تو مجبور مطلق ہی ہین
اختیارِ حق سے تیرا اختیار
امر و نہی و مہر و انعام و عتاب
قدریوں کو ہی نظر اس گرد پر
جہاں ہین اس نظر کے منکران
حیر ہی بیشک زبون تر قدر سے
منکر جس ہین نہیں اہل قدر
انکو ہین ہی فعلِ حق سے آگہی
ہی غرض تکرار اس دو قوم کا

ایک سے دوسرا اگر معقول ہو

مذہبین ہوتے کہاں بنقاوودو

بیان فائدہ عشقِ حق اور بقا کے روح کا اور فنا تن کا

عشقِ مُردِ نیکا نکر تو اختیار
روح بے قالب کر یگا کرو فر
ہی یہ عالم مُردہ زندہ وہ جہان
انکو اس عالم سے کچھ آرام تین
گلشن و فردوس ہو جو وطن
جائے روح پاک عین ہی
خاصگانِ حق کو ہی جامِ طہور
ہی شہستانِ خدا جیون آفتاب
جب گیا عریان جہان سے جھکے پس
خلعتِ اوصافِ حق وہ دہن کر
خاک میں تھا وہ اگرچہ دردناک
تن ہی یک مہمان خانے کے مثال
سات سال ایوب با صبر و رضا

عشق کو بس ہی خدا کے کردگار
قالب بے روح جیسا ہی حجر
ذرہ ذرہ نکتہ دان و زندگان
عالمِ مُردہ سے انکو کام تین
گلخنِ دُنیا میں کیوں پاوے امن
جائے کرمان تو دہ سگرین ہی
یہ جہان شور آئینہ مُرغانِ کور
کب شبِ تاریک ہو اسکو جواب
حق اسے دیتا ہی رحمت کا لباس
غارِ دُنیا سے اترے افلاک پر
خاک سے گدڑے پہ ہو جاتا ہی پاک
پس تو مہانوں پہ کر اسکو حلال
تن کئے تھے وقف کر مافیِ بلا

پایگا گنجِ شکر تب حق سے تو
 جنگو ہو دنیا میں جینے کا خیال
 ہی شہیدوں کو جاتِ جاودان
 ہر دو شانِ رستم و خیر ہے بس
 ہی تجھے روشن دلیلِ رستخیز
 کب شرابِ آخرِ رہنگی تاکِ مین

ریج سے ہرگز نہ تو ترش رو
 شیوہ نازکِ دلانِ مین ہی قال
 تنِ فدِ کرتا ہی رسمِ عاقلان
 یہ جہادِ اصغر ہی اذرا کہ ہی نفس
 یہ بہارِ باغِ بعد از برگِ ریز
 خاک ہی آدمِ رہے کب خالین

فائدہ مستور ہونا زون کا نامحرموں سے

مردوزن ہین مثلِ پنیہ اور شر
 تیرا ہوتا ہی پیدا یک یقین
 قلبانِ بیشک ہی اپنی زنگا و
 رنگ و بو کو بوجھ مت مانند زن
 حق و باطل کیا ہی کر اگہ مجھے
 چشمِ حق ہی ہی یقین اسکو زیاد
 جو فنا دیکھا سو پھر باقی ہوا
 اس لئے دنیا ہی دار الغرور

غور توں کو غیر سے محرم نکر
 جب بلینِ دونوں بالفت یا بلین
 جو کہ نامحرم سے ہووے فسق جو
 دین کی رہ کا تو گر مینِ راہ زن
 یک نے پوچھا ایک دشمن سے
 گوشِ ہی باطل کہا ہے بتا د
 مان نکر تعجیلِ اول ہو فنا
 ہی جہان مین نور نار و نار نور

فخر رازے رازدارِ دین رہے
یہہ انا بعد از فنا معروف ہو
جیون ستارے مین فنا آفتاب

عقل گر اس راہ مین رہ مین رہے
یہہ انا کب عقل کو مکشوف ہو
یہہ انا فانی بذاتِ مستطاب

مُناجات بیچ درگاہِ حق تعالیٰ شانہ کی

سخت تیر ہی اَلغیا تِ اَلغیا تِ
بہر تیر اسخت نامجوب ہی
لطف تیر اہنگا بندون پر قدیم
تا طلب تیرے امرزش کردن
میں پنا سارونکا ہی بچھ مین فنا
کیا مجھے طاقت جو مارون ایکدم
تو کیا نا بود جو تھا اُسکو بود
تو کرم سے بخش گستاخوں کے تین
پس دُعا کو کر ہماری مستجاب
مارتی ہی شرع کب مستونکو حد
لیک مین ہوسیار ہو تا مہوں کبھی

ملنی بھری خدائے مُتغات
وصل خاطر تیرے مرنا خوب ہی
عفو کر میرے گنا مان ای کریم
اصل میر کیا ہی مین کیا چیز ہوں
کون ہو مین کیا ہی میر مین پنا
کیا کہوں تیرے سے ای صاحب کرم
تو عدم سے نلق کو بخش وجود
تو لیا گستاخ تو گستاخ مین
تو دیا ہمو دُعا کی آب و تاب
تو کیا ہی مست بھکو امی صمد
مین ہوا ہوسیار تو حد مار تو

آب حیوان ہلکونامار سے کبھی
بلکہ تھا بریاق فاروق ایکدم
نالو ہو فاروقِ دوران و اسلام

بندگی تیری ہی آبِ زندگی
نین دیا فاروق کو آزار سم
دھونڈوہ بریاق فاروق انعام

چھٹا دفتر مثنوی شریف کا

یہ چھٹا دفتر ہی خوش آلیا مجھے
یہ تیری خاطر نگارین مثنوی
تجھ سے تامشہور یہ نام رہے
غیر جذبِ یار سے آرام نین
بوئے گلِ قوتِ دماغ یار ہی
خوک و سگ حلوا سمجھے اور شکر
عزت یک کی دوسرے حق نین ہی تنگ
ہی خلافِ چارِ عنقہ آشکار
اسلئے ہم بہن جھگڑنے آپ سے
دوسرے سے بس جھگڑنے کیوں آرا
کیونکہ ترکیب اسکی بے اضداد ہی

ای حیاتِ دلِ حاتمِ الدین مجھے
پیش کش کرنا ہوں مین یہ معنوی
شش جہت کو مثنوی سے نور دے
عشق کو شش پنج سے کچھ کام نین
نقل خارستانِ غذائے نار ہی
ہی ہمارے پاس گمہ ناپاک تر
یہ جہان ہی سبب اسباب جنگ
یہ جہان اس جنگ سے ہی برقرار
خلق کی ایجاد ہی اضداد سے
تجھ مین ہی تو دیکھ یہ جھگڑا برا
وہ جہان سب باقی و آباد بھی

ہر ستار کا مقرر ہی مکان
 نور نامحدود کیونکر حد میں آسے
 اس زمین پر سبز ہوتا جو نبات
 جان جب جانان طرف کرتا گذر
 مرغ پروا لا آسے تا آستیان
 جو ہو عاشق اسیر خیر و شر
 سانپ گرچہ ہنوسفید و بے نظیر
 چغذ کو گر نیل ہی بازوئے شاہ
 آدمی یک مشت متی ہی بتر
 حق بنی آدم کو کرتا مناکہا
 جان کو حاصل ہی فضل و آگہی
 جان اول مظہر درگاہ ہوا
 وہ ملائک جملہ عقل و جان تھے
 بھید ہی دوسراوے کس سے کہوں
 اہل ظاہر کب سمجھے تین وہ بات

پر سما تا بین فلک میں نور جان
 اس مکان میں جان ہی کیوں سما
 خضر سا پتا ہی وہ آب حیات
 عمر بے پایان سے ہوتا بہرہ ور
 ریشل پر بہت ہی بہر مرغ جان
 خیر و شر کو چھوڑ بہت کر نظر
 صید جب چو با کیا بس ہی حقہ
 باز ہی وہ گرچہ نین رکھتا کلاہ
 لیک بہت سے گیا افلاک پر
 کب فلک کو مرتبہ ایسا ملا
 جو ہوا آگاہ تر ہی وہ قوی
 جان جان خود مظہر اللہ ہوا
 جان آدم کے وہ سب حسین بنے
 نا کرے معلوم اسرار درون
 بھید ہی وہ نہیں فَعُولُنْ فَلَمَّا خَلَّات

مین درین حق کو کہ عوں سے ہی شکر
 گر شکر ہوتی کہ سے کو آرزو
 معنی نتم علی افوا ہم
 ہو مسلمان تاکہ یہ ختم گر ان
 ختم جو جو چھوڑ کرے انبیا
 قتل جو جو ناکھلے باقی رہے
 مصطفیٰ مبین شاخ ہر دو جان
 کام انکار ہنٹائی ہی یقین
 اس مبارک دم گل مین ہر دو با
 مین اشارت محمدؐ المراد
 سو ہزاروں ان پہ صلوٰۃ و سلام
 یعنی سبط مصطفیٰ حسن و حسین
 گرچہ ہوں بغداد مین یار دم دزی
 شاخ گل ہو ہر کہین ہی شاخ گل
 گر ہو اغور شید مغرب سے بلند

کہ پسند آیا ولے خلعت مین خر
 حق درین اُسے نہیں رکھا کبھو
 ہی ہی پہچان لے ای مختصم
 کھول دین دین خاتم پیغمبر ان
 مصطفیٰ کا دین اُسے اٹھو ادا یا
 ہاتھ سے اتا قحطان کے کھلے
 دین یہاں دیوین و مان دارِ جان
 پیشوائے انبیا و مرسلین
 دو جہانین دعوت انکی مستجاب
 گل کُشا داند کُشا داند کُشا
 اور فرزندوں پہ بھی اُنکے تمام
 جو جگر گوشہ مین اُنکے نور عین
 غیر آب و خاک انکی نسل ہی
 ختم مل ہو ہر کہین ہی ختم مل
 ہی وہی خورشید ای دلش پسند

عین چینون کو خدایا دور کر

اپنی ستاری سے انکو کور کر

بیانِ بیح فائدہ تجرید کے اور کفرسِ اکرہ کے

راہِ مینِ حق کے نہیں جب لگ فنا
 ہی سمجھے معراجِ تمکینِ نیستی
 عاشقی مینِ جب ہوا کاہلِ ایاز
 بود سے جب اپنے وہ نابود تھا
 جب کیا وہ نقش کو اپنے تباہ
 ملک و مال و دولت و دنیا یقین
 ظاہر اجت ہی دنیا سر بسر
 نعمتینِ بین سر بسر جتنی یہاں
 دور سے دکھلائے جیون دریا آب
 رنگ و بو پر اسکے مت مغرور ہو
 ظاہر ہی نام میرا اور شہی
 بندگی کی رہ مین چل بند و نکلے وار
 خالق کو حمال تو اپنا نکر

لوئے نہ پہنچا ما بدر گاہِ خدا
 عاشقون کو مذہب و دینِ نیستی
 اپنی ہستی سے اٹھا یا دلِ ایاز
 انتہائے کار خود محسود تھا
 پوت اور چارق بنایا قبلہ گاہ
 سداہ سالکان ہی ای امین
 باطن اسکا ہی جہنم سے تہر
 زہرِ قاتلِ بیہنِ مجسمِ امتحان
 جب ہوئے نزدیک تو ہی وہ سراب
 اس بلا بد سے ای جانِ دور ہو
 باطن اسکا دردِ مرگِ جانِ دہی
 مت کیسے ہو تو کا ندھے پر سوار
 مثلِ مردے کے بجاتا بوت پر

بادشاہی سے فقیری خوش کہے
 جو غورِ مال سے ہو کا ہلی
 اپنے بد اطوار سے تنگِ پدر
 پر نہیں مینا تو اپنے عیب کا
 اس سے زاید کچھ نہیں تجھ میں ہنر
 پوچھتا اور نوسے تو تیش و کمی
 کام آوے زہد و تقویٰ اور صلاح
 مرد کو کبر و غرورِ اموال کا
 یہہ تلبہ تجھ کو دوزخ میں جلا سے

بار اپنا غیر کے سر پرندے
 اس امیری سے فقیری ہی بھلی
 بیٹن باسہ دار زاد سے بے ہنر
 علم و حکمت گزچہ بہتر جانتا
 ہی نظر دستار پر یار لیش پر
 بلکہ اسکی بھی بحکمِ الہی
 بوجہ میں تیری تجھے ہوگا صلاح
 جانور ہوتا ہی موتا گھانس کھا
 لیکن یہہ موتا بنا کیا کام آے

فائدہ اختیار کرنے طریق سنت و جماعت کا

مانگ مت پھر کس سے یہہ دنیا رشت
 جنت و دیدار حق کا پاسے گا
 دام میں دلنے بدل مت جا کبھو
 ورنہ خلاف اس کے کیا دیکھا فساد
 یہہ تردد نہیں بغیر از اختیار

مصطفیٰ بولے اگر چہلچہ بہشت
 گز نہیں مانگا تو ضامن ہوں ترا
 یہہ جہان ہی دام دانہ آرزو
 گر کیا اب تو پایا سوکت د
 ہی تردد سے تیرا سب کار و بار

نعل پر تیرے تو رکھ اپنے نعل
 عاقبت پکریگا وہ دامن رزا
 انتقام اور عدل حق سے صلح کر
 مت رکھ ایسے چور سے تو ایمنی
 ناکرے مان مانا تجھے زیر و زبر
 رہزن ایمان کا خون ریز ہی
 رہزن ایمان کو اپنے جلد مار
 جیون خیال ہر دم ہی اسکی شکل اور
 تاکہ مرکب بھی نہ لپچا وے چچرا
 لے خد اکا آسرا مت کھا دغا
 دامن یعقوب کو مت چھوڑ مان
 گر کیا تو خون تیرا ہی بدر
 بے رہ و بے یار آفت ہی طریق
 تجھکو فرصت دیکھ چاہا لوٹ لے
 راہ سے پھیرے تجھے ناحق شناس

پس قضا کا تو بہانہ کچھ نہ کر
 نعل تیرا تجھ سے جو پیدا ہوا
 حرم کا اپنے مقبر ہوں سر بسر
 دزد ایمان ہی تیرا دیو دنی
 رہزن ایمان برا ہی رفتہ گر
 خنجر تُو بہ عجب کچھ تیز ہی
 مرکبِ تُو بہ پہ ہوں جلدی سوار
 یک بلا وہ چور ہی کر لے مہ غور
 پاس رکھ ہر آن تو اس چور کا
 مکر اسکا کوئی نہ جانا جز خدا
 تو ہی یوسف دیو ہی گرگِ نچوان
 ترکِ سنت اور جماعت کو نہ کر
 راہِ سنت ہی جماعت ہی رفیق
 راہِ مین بے عقل و بے دین چور ہی
 یا کہ نامردی سے بتلا کر ہر اس

دور تر بہتر تو اس بد خواہ سے
 نفع کیا دے پھر تَعُوذِ اُوپر دعا
 عاشقین نے چھوڑیں ناموس و دین
 چاہئے گھر عاشقوں کا اس قبل
 ایک سب کو چے مین نیخو بونے آ
 چشم جانے دیکھ جانِ باخبر
 تن کے کو زمین بھراز ہر مات
 پرورش سے تن کے تو ہونگا خجل
 پس ہدایت پر کہاں تجھ کو قرار
 بعض کو مادی میں بعض کو مُضِل
 اہتدائے کھوکے اضلال ہی

تجھ کو در تہلا جو پھیرے راہ سے
 عمر تیری دیو جب تھگ کر لیا
 عشق و ناموس انجان امکان نہیں
 خانہ تن کو جلا ہی شیر دل
 ترک خواب ہی عاشق اپنی کر ذرا
 دیدہ تن کو رہے تن پر نظر
 جانے کو زمین ہی آپ حیات
 زہر کو دیکھا تو ہی آگاہ دل
 جب تجھے شیطان ہووے یار غار
 مصطفیٰ بولے کہ قرآن اور دل
 مشو لیسے بھی ہی احوال ہی

تفسیر حدیث موتو اقبل ان موتو الکی

تاملے پیش از اجل با آہی
 تب تلک تو واصل حق میں ہوا
 تب تلک خورشید عالم ہی تہاں

رمز موتو اقبل موتو اہی یہی
 جب تلک تو زندگی میں نین مِوا
 تا نایان میں فلک پر اختر ان

تا تجھے ہو اصل کی تیرے تیز
 آپ کو تو غیر سمجھا ہو بہو
 عکس کو دیکھا عدوی غار میں
 نیت ہوتاہست پر پہنچے نگاہ
 تا تجھے اوسے نظر وہ اصل نور
 تو فنا ہو جب وہ دیکھے آفتاب
 بلکہ جیونِ ظلمت گئے پر نور اُٹے
 جیونکہ آیا روز شب رحلت کرے
 آئی شادی گئی غمی غمناک کی
 دیکھے لے مردہ بشکل زندگان
 جان ہو اسکا فلک پر بے زوال
 ہی فلک پر جان اُنکا برقرار
 چھوڑ گزرا ہی تن آلودہ خاک
 نقل نین پھر عالمِ افلاک کو
 نقل دیکھتے تزل سے تا دوسرے مقام

تو منی کو تو راہی امی عزیز
 عکس تیرا تجھے میں خود دیکھا ہی تو
 بطرح وہ شیر تھا پندار میں
 نیت ضد ہست ہی امیر در راہ
 پس تجھے اول فنا ہونا ضرور
 تب تجھے وہ نور ہووے بے حجاب
 یہ نہیں وہ مرگ جو تربت میں جاے
 مرد بالغ جب ہوا طفلی مرے
 خاک زر ہو شکل مت گئی خاک کی
 مصطفیٰ بولے کہ امی اسراروں
 مردہ جو چلتا پھرے زندہ مثال
 سو ہی صدیق اکبر یار غار
 کیونکہ پیش از موت اُنکا جان پاک
 پس مرے پر انکی روح پاک کو
 نقل ہی لیکن نہیں جیسا کہ عام

بے مَرے مین جانتے کی اسکا عقل
 صدق سے ہی وہ امیر المؤمنین
 تاقیامت کی کر سے تصدق تو
 کیونکہ پیش از موت کے غانی ہوئے
 پس قیامت آپ تھے وہ ظاہر
 تو محمد انکو فرماتے عجب
 کیا سب کرتے بہن یہ غافل رجال
 رزموتوا قبل موتوا با کرام
 تم مرو تا کشف ہو یہ ماجرا
 دیکھنے پر چیز کو یہ شرط جان
 خواہ وہ یا نور یا ظلمت رہے

موت کے آگے ہو ہی اسکا نقل
 مردہ زندہ ہی صدیق امین
 اس جہانین دیکھ لے صدیق کو
 پس محمد جو قیامت نقد تھے
 زادہ ثانی ہیں جگ مین مصطفیٰ
 پوچھے اُن سے قیامت لوگ جب
 اب قیامت سے قیامت کا سوال
 اس لئے بولے رسولِ خوش پیام
 جِطْح اَکے اجل کے مین مَوَا
 پس قیامت ہو قیامت کو پچھان
 تو نہ جتک وہ نہ وہ سوچھے سمجھے

حکایت بریل میں کے جو غافل عمر اپنی ضایع کرتے بہن

جمع ہو الظ کہ مین تابشب
 کر بلا کے واقعے کے واسطے
 شرح کرتے تھے بصد درد و الم

روز عاشور کے سب اہل حلب
 نالہ و توحہ بگا کرنے لگے
 اس یزید اور شمر ملو نکاستم

ایک شاعر کوئی غریب آیا دمان
 مر گیا ہی کون کس کا ہی عزا
 تا کہوں میں مرثیہ اُس کے لئے
 ایک بولا تو ہی دیوانہ مگر
 مومنوں پر غم حسین پاک کا
 جب سنا شاعر کہا بیشک ولے
 کب ہو ایسہ واقعہ تھا ای عجیب
 اب تک شاید کہ تم سوتے رہے
 پس غرا خود پر کروای خفقان
 خود وہ صاحب دین کے سلطان تھے
 اوج دولت پر گئے ہو شادمان
 ملک باقی کے لئے سنا ہنسی
 اگر نہیں آگہ تو رو اپنے اُپر
 تو کہان ذرہ کہان ہی آفتاب
 شرط روزِ بعثت اول مرگ ہی

دور سے پوچھا کہ یہ کیا ہی فغان
 نامِ لغت اُسکا مجھے دیجے بتا
 اُس کے نام و لغت اور اوصاف سے
 تو نہیں شیعہ عدو ہی سرسہر
 فوج کے طوفان سے ظاہر تر ہوا
 کس زمانے میں یزید اور شمر تھے
 تھکو پیچا بعد اس مدت کے اب
 جو غرامین چاک اب جانے گئے
 کیونکہ ہی بدمرگ یہہ خوابِ گران
 شادمانی کی جو چھوٹے قید سے
 کندہ وزیرِ حجب توڑے شہان
 تھکو بیوتی کا شش اُسے آگہی
 جو نہیں جز خاک پر تیری نظر
 کیا سلیمان پاس چونتی کا حساب
 زندگی کو موت ساز و برگ ہی

موتے درتے ولے ہی وہ پناہ
 بود کونا بود بوجھ وہ نظر
 ذات ہستی کو سمجھ کر پا لگا
 دیکھے تب محشر یہ عالم آنکھ سے
 کیونکہ ہم اسکا ہی خامون پر حرام

جملہ عالم یہاں مگر بھولے بہین راہ
 چشم خالی کو نظر ہی خاک پر
 چشم باطن میں اگر نختے خدا
 کر دل و دیدہ تیرا روشن بنے
 سو جھٹے تجھکو حقائق اب تمام

بیان اسکا کہ عاشقوں کو حیات دائمی ہے

لیک تو مردہ اسے کرتا قیاس
 نفع کیا دے خلق کا رد و قبول
 حق سے بہتر مشتری تیرا کہاں
 پھر عوض دیتا ہی سونقہ قبول
 خوش عوض دیتا تجھے ملک بقا
 بخشتا کوثر عوض رب المجید
 بخشتا سوسو طرح کا عروجاہ
 گر پرے بہین عشق کے گردا بہین
 روز و شب گردان و نالان زارزار

یہ جہاں زندہ ہی کسے حلقے پاس
 بندگی کر بہر حق امی بو الفضول
 کر تو چاہے ہی خریدار امی فلان
 ایک نجس تن تجھ سے حق لیتا ہی ہل
 مول لیتا ایک نجس جسم فنا
 اشک یک تھوڑا تیرا کرتا خرید
 مول لیکر ایک تیرا سوز آہ
 دو بے بہین عشاق سب خوبا بہین
 آسیا کے طور دائم بے قرار

ابتدا گنج سلامت پاسے گا
 رکھ مدام انجام پر اپنے نگاہ
 کام کزمت اُسپر رکھ موقوف کام
 عشق میں ہی تجھ کو جان بازی بھلی
 نازک دستور ہی جان باز کا
 امر و نہی عشق سے مت ہو ملول
 مثنوی دوکان بیگا فقر کا
 غیر وحد تکے بہن باقی سب بتان
 بولنا لائق نہیں ہر کس کے سات
 رہ سلیمان پاس دیوون کو پچھتہ
 بل سلیمانے زدیوون کو متا
 مردگان کو شرع سے کب ہنوظ
 مردگان سے بھی زیادہ بہن قس
 خون بہا ہر قتل کا ہی بے شمار
 لیکہ بخش خون بہا اپنا رما

ابتدا اگر عشق ہی رنج و بلا
 تن کو پانی کر بہا آنکھوں کی راہ
 اصل خود جذبہ ہی لیکن الغلام
 ترک کرنا کام کا ہی کا ہسلی
 عشق میں ہی ترک بہتر ناز کا
 بھول جا یکبارگی رد و قبول
 ہی ہر یک دوکان کا سودا جدا
 مثنوی میری ہی وحد تکا دوکان
 اُسکے آگے ہی بری دشوار بات
 آشتی چاہے ہی کب یوسف سے بھیتر
 ضلع یوسف سے پچا ہے بھیتر یا
 شرع کے احکام بہن زندے اُپر
 جو فقیری سے ہوئے بہن آشتا
 مردہ یک نوبت مواہبہ لاکھ بار
 اگرچہ مارا حق نے اُن کو بار ما

قوم بہ مانند میں جرجیس کے
 ہی قسم ایک بار جو مارا پرا
 گور میں مردہ بہت دیکھا ہی تو
 عاشقوں کے ساتھ مت رکھ دلتین کہیں
 مردگانِ عشق سے جھگڑا نہ کر
 حال انکا شرح میں آنا محال
 ہمکو و لیکو اکثر احق کہا
 شمع سارونے سے کر روشن ضمیر
 ذوق بنسنے کا ہمیشہ تو چکھا
 خندہ جاوید رونے سے ملے
 ذوق رونے کا نہیں جانے ہو تم
 ہی تیرے بنسنے میں روناستر
 اس محل میں آفتاب نور وار
 عشق میں ہی شیر صید آہوان
 علم و حکمت عشق میں بے سود ہی

بار بار سے پرے پھر جی اٹھے
 قتل پھر ہونے پہ عاشق تر ہوا
 دیکھ نگ مرد میں اس دم گور کو
 نقش گز ماہ سے لڑنے میں کہیں
 صورتِ تصویر میں وہ سر سبر
 آپکو تو غار دنیا سے نکال
 تو سر بریان غمٹ ہنستا رہا
 ناکہ دل ہووے تیرا روشن ضمیر
 ذائقہ رونے میں ہی اس سے برا
 پھر نہیں وہ ذائقہ تم چاکھے
 آب حیوان ہی مگر ظلمت میں گم
 لنگ غم میں خندہ حیوان فی میں شکر
 دندم ہوتا ہی ذرے پر نثار
 باز ہی فرمان بر تہو جیکان
 یہاں فنا ہونے میں کل بہو دہی

محنت ہجوری حق سے ہی کم
 لیک دُوری حقی اس سے تلخ تر
 قہر حق دیکھنا اگر اس میں زبون
 قہر سے کیا لنگے عا دو نمود
 قبلہ عقل مفلح ہی خیال
 سیم وزر ہی قبلہ مردِ لیم
 قبلہ صورت پرستان روزن
 محرم عنقا رہے کیونکر گس
 عقل کو اُسکے جنوں سے اتحاد

اس جہان کی محنت و شغ و الم
 ترک دینا گرچہ ہی تلخ ای بشر
 جاے قہر حق ہی یہ دُنیاے دون
 قہر کا انجام تک دیکھ ای و دود
 قبلہ عارف ہی نورِ ذو الجلال
 قبلہ زاہد خُداوندِ کریم
 قبلہ خلوت نشینان ذو المنن
 یہ سخن ظاہر دے مخفی ہی بس
 کوئی نہیں عاشق سے دیوانہ زیاد

بیان اُسکا کہ صبر کرنا اور جو رو جفا سہنا
 جاہلوں کا عزت و زینت ہی عاقلوں کو

ہو ونگا آخر پشیمان اور خجل
 زہر قابل ہی کرنگی تجھ کو خوار
 عقل و عاقل کی اُسے تمیز کیا
 مال دُنیا دے تھکا نیتے بہن مول

جاہلوں سے گرہو اتو ایک ل
 جاہلوں کی دوستی ای ہوشیا
 گوہر و خر مہرہ یک جانے گدھا
 عقل ایمان جاہلوں سے دیو غول

سگ ہو ابو دھا تو جھرتے بہین بال
 تجھکو اسی عاقل ضروری ہی مگر
 اہل کے دل کو سرسہر ہی جلا
 روشنی دلی بزھائی موہو
 نوح کو تھا صیقل مرآت جان
 شمع باقی وہ جلے نیک لعین
 شمع روشن وہ جلے ساتونہم
 بولہب پر جیون کیا تبت نزول
 بھونکتا پر چاند کو کیا ہی ضرر
 بھاگتا لاٹول سے دیود غل
 اُنکے وہ آداب وہ یاران کہان
 تو کہان اور تجھکو یہہ ذولت کہان
 تا نہو خورشید کا جگ میں ظہور

اسی سگ دنیا نہو مغرور مال
 صبر کرنا جاہلون کے ظلم پر
 حلم سے نااہل کا سہنا جفا
 آتش غرور ابراہیم کو
 وہ نفاق و جور و کفر نوحیان
 نیک جو چاہا نبجھا نے شمع دین
 جو کر لگا شمع پر مولا کے دم
 شرک لعنت کی برسے اسپہ دھول
 روشنی کو چاند کے سگ دیکھ کر
 نور کو ظلمات سے کیا ہو خلل
 وہ طریق خاتم پیغمبران
 وہ نماز و روزہ و رحمت کہان
 مانگتا دائم دعا یہہ موشش کور

حکمت بیچ پیدا ہونے خلیفہ حق تعالیٰ کے
 جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں

تا تجلی ذات کی ہو آشکار
 ذات بے ضد کے نہوظ ہر کجیو
 تاکہ ہو آئینہ اوصاف ذات
 ظلمت اُسکا ضد بنا یا دوسرا
 ایک آدم دوسرا ابلیس جان
 جنگ اور پیکار تھا تا یک جنم
 ضد نور اُسکا وہی قایل تھا
 ہو کھر اغرود دشمن بالفور
 بعد آتش سے پہ فتنہ بنا
 تاکے فرعون کو موسیٰ غریق
 آب رو د نیل تھا اَلکاسم
 دشمن اَلکا تھا ابو جہل لعین
 جاہل ایسے رفز کو بوجھے نہیں
 مثل سو فطانی مت ہو بدگمان
 حیثیت کو اپنے خود بھو! گدھا

جب ارادہ یون کیا پروردگار
 ضد نہ تھا اس ذات بے مانند کو
 پس بنا یا یک خلیفہ خوش صفات
 نور سجد مرحمت اُسکو کیا
 نور و ظلمت سے بنا یا دو نشان
 ساہا یہ دو مخالف مین بہم
 دوسرے باری مین جب مابیل تھا
 نور ابراہیم جب پایا ظہور
 فتنہ اُن دو نو مین یک مدت رہا
 تھے غرض ہر دو مین یہ دو فریق
 ساہا بڑا رہے یہ دو علم
 پھر ہوا جب دو رختہ المسلمین
 ہی نظر تجھکو دلیکن غور مین
 تو خیال وہم مین پر ای سلمان
 وہ خود اپنی عقل سے معزول تھا

ہی حقیقت حق کی حاکم خلاق پر
 لیک ہی محسوس اندر سر تغیب
 وہ نظر جو حق رہے اس پر عیان
 جس حیوانی گرا سکو دیکھتا
 آتشِ ظاہر سے جلتا ہی نہال
 بلکہ دیتی ہی جلا عالم کو وہ
 ماسوی اللہ لا الہ سے متا
 تن رہے تک ہی ترا محبوب جان
 رات کو کرتا ہو نین جب عزم خواب
 خود نہ بین باقی نہ میرا کرو فر
 رات بھر تاصبح وہ شاہِ علی
 کیونکہ پھر موجود دو سر این وان
 جب کیا خورشید منزل شب کو طلی
 صبح کو یونس نمط خلق آشکار
 پت سے ماہی شب کے باہر آ

گر نہین پانی اسے جس نظر
 ساتھ تیرے ہر زمان بیشک و ریب
 وہ نہین چشم بدن ہی چشم جان
 بایزید وقت تھا بیل اور گدھا
 آتش جان سے جل تیرا خیال
 کل شیئی مالک اِلَّا وَجْہُہ
 پھر کہ اِلَّا اللہ سے وحدت جگا
 تن قفا کر دیکھ جان جاودان
 سر بسر ہوتی ہی کشتی غرق آب
 تن پر امد سے کہ جیسا بے خبر
 خود وہی کہتا اَلنَّسْتُ وَخود بلی
 وہ نہنگِ شب نکل گئی سب جہان
 وہ مگر سار کو پھر کرتی ہی قی
 ماہی شب سے نکل آتے کنار
 صبح کو ہر یک بخود یون بولتا

نار دیکھیے جسکو موسیٰ نور تھی
 مانگ آگے دیدہ بینا و بس
 چشم بند خلق جز اسباب نین
 حق ترے شہرگ سے ہی نزدیک تر
 جسقدر تو فکر کو کرتا ہی دور
 فلسفی فلرت میں پر کر ہی ہلاک
 جسقدر کرتا ہی وہ فکر دراز
 ہی بسا ذہن و زکاوت ما و فن
 اہل جنت اہلہاں میں بیستہ
 اپنے علم و فضل پر مت ہو فضول
 زیر کی ہی مانعِ عجز و نیاز
 زیر کی ہی دامِ غفلت ایغزیز
 زیرک عاشق ہینگے مصنوعات کے
 تیزی فضل و بہر سے درگذر
 چارہ دفع بلا ہی بندگی

شب کو ہم زنگی کہے پر سور تھی
 بھر کو تانا چھاپوے خاک و خس
 تابع اسکے عارف و اقطاب نین
 دور کیوں کرتا تو فکر ت ای بشہ
 اسقدر مسجور ہوتا با لضرور
 ماتھ میں اسکے ہنہن جُرباد و خاک
 اسقدر مقصد سستی ہی برگ و سناز
 راہ رو کو مثل شیطان راہ زن
 فلسفوں میں نہایت ہی خطر
 حق سے تجھ پر تاکرے رحمت نزول
 زیر کی کو چھوڑ لے سوز و گداز
 کر چکے ہیں پاک باز اسکی تمیز
 اہلہاں مقنون نور ذات کے
 خلق نیک اور بندگی ہی کارگر
 فصل حق چاہے تو لے اقلندگی

اشارہ یہ ہے کہ ہر چیز میں حق ظاہر ہی

کیا غضب کیا علم و پند و لطف و کین
شاید وہ آخر سے اسلام پر
شہ مطلق ہی نہیں کچھ امی عزیز
رحم سکین پر ہی بے موقع عذاب
قتل سے گویا کہ رکھنا ہی بجا

جو خود اپنی کیا باطل نہیں
مت کسی کافر کی تو تحقیر کر
خیر مطلق ہی نہیں کوئی ایک چیز
ہیں بہت زجر اپنے موقع پر جواب
وقت پر سکین کو لازم مارنا

بیچ بیان فائدہ مشورت کے

حکم شاد رہم ہی پیغمبر اُپر
ترک شوری ہی بری تدبیر سست
یک سے دس ہو دیکھ روشن رہتے
وہاں خطا اور سہو کو کتر ہی دخل
نور اُسکا نور شمع آسمان
علوی و سفلی ملا والا بہم
ترک رہبانی و خلوت غار کا
راہ کا تیز وہی رہبر رہے

مشورت ہر کام میں نیکوئی کر
مشورت سے کام ہوتا ہی درست
عقل ہی روشن مثال بک شمع
جمع ہو یک جا اگر دس میں عقل
بلکہ ہو یک شمع ایسا درمیان
غیرت حق کا عجب کچھ ہی کرم
اس لئے فرمائے حضرت مصطفیٰ
صالحون میں ایک صالح تر رہے

شکر مت کر صالحون کو ای ظلم
 نجم ہی دریا و برین رہنما
 صحبت نیکان غنیمت ایچوان
 خود قضا کا کام رنگا رنگ ہی
 ہی ہسان بحر قضا کا بزرگ مد
 پس نہویاروں سے تو ہرگز جدا
 نیک یاروں سے رما کر شاہِ دل
 مثل گل خندان ہونگے روبرو
 خوش بنا جیوں آئینہ اپنا جمال
 خوش کلامی ہی نشانِ دوستی
 فکر تین مہین بر مثالِ اختران
 جمع ہوں جس جائے پر یارانِ ہم
 نین عجب گر غار میں اندھا گرے
 عشق کی سگے ہی جس دلیں شہرا
 ایک م ہجران اسے ہی ایک سال

مصطفیٰ فرمائے اصحابی نجوم
 نجم کو تو بوجھ اپنا مقتدا
 دو جہان کارا زان سے ہونعیاں
 فہم میں اسکے جزد بھی دنگ ہی
 عقل کیونکر پائے اسکو بے مد
 تارہین یاران تیرے عقدہ کُشا
 تاکہ تجھ سے وہ رہنیاں آبادِ دل
 تاکرین مانند بلبل گفت و گو
 تاکرین طوطی نمطِ تجھ سے مقال
 بستگی نطق ہی ہے الفقی
 اختران بیتک ہین تیرے مادیان
 ہی تجھے شامل و مان فضل و کرم
 ہی عیب گر آنکھ والا جاگرے
 نین بجز معشوق سے اسکو قرار
 سال ہجر و وصل ہی ہونہوں خیال

جنس اور نا جنس ہی از روی ذات
 جنسیت تیری ہی صورت سے الگ
 جتنی جب جنس جنت کا ہوا
 جنسیت ہی ایک تا تیر نظر
 جو نظر حق زید میں پہنان کیا
 مرد کو جب کہ خدا خوںے زنان
 جب دیازن کو خدا خوںے رجال
 جب رکھا تجھ میں صفات جبرئیل
 جب رکھا تجھ میں صفات گاوخر
 گور میں سوتے بہت سے خاک ہو
 گور میں سوتے ہیں وہ خوش بے گزند
 چشم ہی مشکوات الکا دل چراغ
 اس لئے فرمائے ختم المرسلین
 حق کہا میں میں ہوں اس فلاک میں
 میں سما یا ہوں دل مو میں کے ایچ

تو نگر صورت طرف اس کی برات
 بین بشر عیسیٰ ولے جنس ملک
 جنسیت اس کی ہی اسکو رہنما
 اس نظر سے ہم میں بین جنس یکدگر
 تجھ میں ہی تو تو بھی اسکا جنس تھا
 وہ محنت وار مرد و انا فلان
 تب وہ چپٹی باز ہو نکلے چھنال
 تو آریگا عرش پر بے قال و قیل
 تو پرے آخو میں ہی رکھ بال و پر
 ایک سوزند و نئے نافع تر میں و و
 زندگان ان سے ہزاروں جہرہ مند
 عرش الکار و مثنیٰ باغ باغ
 صورت حال دل صاحب یقین
 بل تمام عقل و نفوس پاک میں
 بے کم و بے کثیف کر اس میں بسج

منالجات

جنس اپنی کھینچتا جیون کہر با
 کھینچ تو اپنی طرف ای مہربان
 لطف سے ہو تو ہمارا دستگیر
 مستعان کو اسکے آفت سے بچا
 نفس کے جذبے سے داسکو نکالت

حق ہر یک دستے میں یہ جذبہ رکھا
 ان کشتیوں سے خدا یا د امان
 جاذبون پر جذب تیرا ہی امیر
 نفس غالب ہی نہایت ای خدا
 مستعان کو تو ندے دشمن کے مات

بیان یہ کہ جنسیت از روی

صفات باطن ہی نہ بصورت ظاہر

شاید ان سے ہو تجھے جاہل فلاح
 تاکہ وہ تاراج سے اٹھیں رہے
 اس سے ظاہر کیوں نہ ہو سحرِ ممال
 ہمنشین ہو نیکو ان کا ای پسر
 میں فدائے مردم رُوشن نیمہ
 عقل کو کر اپنے اسکا متحن
 جنس اور نا جنس کو بیشک تمیز

تنگ بدناموں سے رکھنا نین صلاح
 زر کو دینے ہیں سید تاب اس لئے
 ہی پتھر ایس مرد کی نورِ جلال
 صحبتِ نا جنس سے پرہیز کر
 نیک ہیں وہ چشم جو ہو وینِ خبیر
 چشم جو ہیں مست ای خضر دین
 ہی زبے عقل و فرد کو ایغیریز

غورتوں کا نید ہی یارب عظیم
اول و آخر گرائی ہلکو زن

مگر سے اُنکے بچا دے ای کریم
جب کہ تھے ہم روح یا خود ہین بدن

قصہ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا

شب کو مید معمول تھا محمود کا
ناگہان یک رات دیکھا کئی نفر
شب روان اُسکو کہے ای باوفا
وہ کہا میں چور ہوں ای دوستان
بعد ازاں ہر یک کا ایک پوچھے ہنر
فہم کرتا ہوں میں آوازِ سلگان
یک نے بولا چشم ہین میرے بصر
جسکو تاریکی میں دیکھوں انگبار
یک نے بولا ہی مرے بازو میں زور
یک کہا ہی ناک میں میرے اثر
مثل مجنون بوکرون میں خاک کو
بوکرون جانوں پہ بوسے پیرہن

شہر میں تھا نکلتا جا بجا
واسطے چور کیے پھرتے ہر کہہ
کون ہی تو نام و لغت اپنا بتا
ہوں تمھارے ساتھ چلتے ہو جہاں
یک کہا ہین کان میرے باخبر
جو کہیں وہ اُسکا بتلاؤن نشان
ہر کے پہچانتے میں بے نظیر
دیکھو بتلاؤن میں اُسکا بس شمار
عقب سے بتلاؤن مال و زر کا تصور
سُونگِ مٹی مال کی بولوں خبر
خاک سے بوجھوں میرا فلاک کو
ہی اگر یوسف و گر ہی اہر من

خوش کند انداز ہی میرا خطاب
 جو گئے لفظے میں تا چرخ بلند
 بول بارے ہی رہے میں کیا کمال
 مجر مونکو بخش دینیکی سکت
 رد کروں سو قتل اور تشویشکو
 روز محنت کے رکھے ہلو پچا
 اس نہ مسعود کے کو تھے اوپر
 وہ کہا سلطان ہی باہم یہاں
 قصد چرھنے کا عمارت پر کئے
 چرہ گئے کو تھے پر سارے گزند
 لوٹ لے گئے مال ہر یکے تعب
 لیگیا کر جمع ہر یک اپنے پاس
 اُسے ہو پوزشیدہ آیاتیر کام
 کہہ دیا سبکو پکر لائے سپاہ
 خوف سے اپنے تھامر یک مثل بند

مکنے بولا ہی مرے پنجے میں تاب
 خوش محمد وارہین پھیلوں کند
 بس کہے محمود کو اسی خوش خصال
 وہ کہا دارحی میں ہی میرے صفت
 جب کہ رحمت سے پہلاؤں ریشکو
 سب کہے اُسکو کہ ہی تو پیشوا
 بعد سب بل کئے و مانسے گذر
 راہ میں گت پکارا ناگبان
 اُس کہے کو اُسکے میں باور کئے
 پس کند اندازنے دالا کند
 لقب زن محرمونکو پہنچا یا لقب
 وہ زرو لعل و جواہر بے قیاس
 شاہ اُن سب کا سمجھ نام و مقام
 ماجرا شب کا امیر و نکو پگاہ
 زندگی سے اپنے کر قطع امید

پس آئینے سے پیدا ہوا
 اصل میں آخر اپنا پیشہ کر
 اس میں بنیں تابان صفاتِ ذوالجلال
 عکس مہر و ماہِ اختر برقرار
 عکس حق امنین خیالِ آئینہ
 تو حقیقت بھول کر شہید اپنا
 خار صورت کو اٹھاوے راہ سے
 کب رہے پانی میں دائم یہ خیال
 سب سب دیکھتے ہیں آیاتِ حق
 حریف دیکھا تو ہی جملہ وہی
 کیا تجھے دیوے جزا شاہِ غبور
 کیا ہی معدومات سے نسبت ہے
 مغر ہی لیکن نہیں ہی استخوان
 آب و خاک آدم کو ہرگز تو نہ دیکھ
 جو کہ ہی مسجود سا جد کہ نہ بوجھ

جب تو آئینے میں دیکھا اپنا حال
 عکس پر کب تک رہے تیری نظر
 خلق کو تو بوجھ جیون آبِ زلال
 گرچہ بدلا آبِ دریا چند بار
 خوب رویاں ہیں مثالِ آئینہ
 عشق اُنکا عشق ہی اللہ کا
 تو حیاتِ عشق لے اللہ سے
 اصل میں آخر ہی محو ہند و خال
 سورتین ساری ہیں عکسِ ذاتِ حق
 پشم کو تیرے اگر ہی آگہی
 حق کو جب تو غیر بوجھابے شعور
 حق منترہ ہی دوئی اور شرک سے
 ہی جہاں جسمِ حق ہی جانِ جان
 آنکھ سے شیطان کے آدم کو نہ دیکھ
 ہمزہ خور شہید کو شب پر نہ بوجھ

دل ہی انکسین کسوں دلین کرا لیب
 کیسا رکھتا تو کرداروںے شن
 عشق سے دلبر کے بی آب حیات
 حق کچھ بخشے نہ یہ ملک جہان

غیر کے ادراک دل سے کز بدر
 دشمن جان ہی ہی تیزا بدن
 تاکہ ہووے روحو تیری بجات
 بلکہ سوختے جہان جاودان

بیان یہہ کہ انسان مظہر اتم ہی سبحانہ تعالیٰ کا ہی

آدم اصطلاب وصف ذات ہی
 دیکھے جو آدم میں ہی عکس خدا
 چاہ دنیا میں پر سے بین مردمان
 دیکھے جو اسمین ہی سو ہی عکس ذات
 شیر و جو سحرہ فرگوش تھا
 عکس پر اپنے کیا ملہ دلیر
 تو بھی جب دشمن سے ہوتا کینہ جو
 وہ عداوت ہی عدو میں عکس حق
 ہی گنہ اسمین برا عکس گناہ
 اسمین نظر آدین ترے اخلاق دون

ذات آدم مظہر آیات ہی
 عکس حیون پانی میں ہی ہتاک
 عکس اپنا دیکھ اسکے درمیان
 ورنہ تو وہ شیر ہی ای ہے نبات
 عکس پر اسکے اُسے وہ جوش تھا
 پس گرا جا غار میں یہودہ شیر
 ای غلط انداز خود غلطان ہی تو
 جو صفات قبر سے ہی منطبق
 پس گناہ سے اپنے لے تو ابتاہ
 ہی وہ آئینہ ترا تو ہی زبون

تحت پرچو شہ کو تھا انکا حریف
 کہہ دیا ان سب کو اب کچھین ہی غم
 کیونکہ شاہ عارف سے روگردان ہو
 عارفوں سے ہی بجا امیدوں
 دو جہان میں بہین معاون عارفان
 اس لئے بہین شافع ہر دوسرا
 کیونکہ انکو دیدہ مازغ ہی
 ناظر حق بہین ولیکن وہ جناب
 اس لئے شاہد بہین وہ شاہ جہان
 جانتے بہین سب کسی کا ماجرا
 پس خدا کے پاس وہ شاہد بہین
 بے غرض وہ راز دیکھا ہی مگر
 چشم کو اسکی غرض کا ہی مرض
 ہی مگر شاہد بہیدہ شاہ کا
 کیونکہ ہی اللہ کی دل پر نظر

شاہ کو دیکھا نظر باز نظر لیف
 عارف سلطان تھا وہ لاجرم
 میں چھرا دیتا ہوں اپنے قوم کو
 چشم عارف بہین امام ہر دو کون
 چشم عارف بہین امام دو جہان
 بہین محمد عارف شاہ علی
 نور انکا مرہم ہر داغ ہی
 ہی شب دنیا میں محبوب آفتاب
 بہین مفاہاتین عبادوں پر عیان
 اس لئے انکو خدا شاہد کیا
 حق کہا معراج میں تو لاک انھین
 اس لئے ہی قول شاہد بہین
 مدعی دیکھا ولیکن باغرض
 منظر حق دل ہی دل شاہد ہوا
 دل تجھے ہی دو جہان میں راہبر

مُنَاجَات

چس اپنی کینجھا جیون کہر با
 کینج تو اپنی طرف ای مہربان
 لطف سے ہو تو ہمارا دستگیر
 مستعان کو اُس کے آفت سے بچا
 نفس کے جذبے سے دے اُسکو نجات

حق ہر یک ذرے میں یہ جذبہ رکھا
 اُن کشتہا سے خدایا دے امان
 جاذبون پر جذب تیرا ہی امیر
 نفس غالب ہی نہایت ای خُدا
 مستعان کو تو تندرے دشمن کے مات

بیان یہ ہے کہ جنسیت از روی

بصفات باطن ہی نہ بصورت ظاہر

شاید اُن سے ہو تجھے حاصلِ فلاح
 تاکہ وہ تاراج سے ایمن رہے
 اِس سے ظاہر کیوں نہ ہو سچ ہلال
 ہمنشین ہو نیکو ان کا ای سپر
 میں فدے مردِ مژدشن ضمیر
 عقل کو کر اپنے اُسکا ممتحن
 جنس اور نا جنس کو نیشک تینر

تنگ بدناموں سے رکھنا نینِ صلاح
 زر کو دینے ہین سید تاب اِس لئے
 ہی غذا جس مرد کی نورِ جلال
 صحبتِ ناز جنس سے پر ہنیز کر
 نیک ہین وہ چشم جو ہو وینِ خیر
 چشم جو ہین مست ای خضرِ من
 ہی ترے عقل و خرد کو اے عزیز

تو نکر صورت طرف اُسکی برات
 بہن بشر عیسیٰ ولے جنس ملک
 جنسیت اُسکی ہی اُسکو رہنما
 اِس نظر سے ہم مین مین جنس یکدیگر
 تجھ مین ہی تو تو بھی اُسکا جنس تھا
 وہ تخت وار مر و اتا فلان
 تب وہ چہتی باز ہونے چھناں
 تو اریگا عرش پر بے قال و قیل
 تو پرے آخر مین ہی رکھہ بال و پر
 لیک سوزندونے نافع تر بہن و و
 زندگان اُن سے ہزاروں بہر مند
 عرش اُنکا روشنی باغ باغ
 صورت حال دل صاحب یقین
 بل تمام عقل و نفوس پاک مین
 بے کم و بے کیف کر اِس مین بیچ

جنس اور ناجنس ہی از روی ذات
 جنسیت تیری ہی صورت سے الگ
 جتنی جب جنس جنت کا ہوا
 جنسیت ہی ایک تاثیر نظر
 جو نظر حق زید مین پنہان کیا
 مرو کو جب دے خدا نونے زنان
 جب دیازن کو خدا نونے رجال
 جب رکھا تجھ مین صفات جبرئیل
 جب رکھا تجھ مین صفات گاو فر
 گور مین سوتے بہت سے خال ہوں
 گور مین سوتے بہن وہ خوش بے لزند
 چشم ہی مشکوات اُنکا دل چراغ
 اِس لئے فرمائے ختم المسلمین
 حق کہا مین مین ہوں اِس افلاک مین
 مین سما یا ہوں دل نمونے کے پیچ

غیر کے ادراکِ دل سے کر بدر
دشمنِ جان ہی یہی تیرا بدن
تاکہ ہو وہ روح کو تیری نجات
بلکہ سو بختے جہان جاودان

دل کی انگین کسول دلمین کر نظر
کیا رکھتا تو کردار وئے تن
عشق سے دلبر کے بی آبِ حیات
حقِ تجھے بختے نہ یہہ ملکِ جہان

بیان یہہ کہ انسان مظہر اتم حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی

ذات آدم مظہر آیات ہی
عکس چون پانی میں ہی ہتاب کا
عکس اپنا دیکھ اسکے دریاں
ورنہ تو وہ شہیر ہی ای بے ثبات
عکس پر اسکے اُسے وہ خوش تھا
پس گرا جا غار میں یہودہ شہیر
ای غلط انداز خود غلطان ہی تو
ہو صفاتِ قہر سے ہی منطبق
پس گناہ سے اپنے لے تو انبہا
ہی وہ آئینہ تر تو ہی زبون

آدم اضطراب وصف ذات ہی
دیکھے ہو آدم میں ہی عکسِ خدا
چاہ دنیا میں پرے ہین مردمان
دیکھے ہوا سہین ہی سو ہی عکس ذات
شہیر وہ جو سخرہ خرگوش تھا
عکس پر اپنے کیا حملہ دلیر
تو بھی جب دشمن سے ہوتا کیہ جو
وہ عداوت ہی عدو میں عکس حق
ہی گنہ اسہین تر اعلیٰ گناہ
اسہین نظر اوین ترے اخلاقِ دونا

جب تو آئینے میں دیکھا اپنا حال
 عکس پر کب تک رہے تیری نظر
 خلق کو تو بوجھ بیوں آبِ زلال
 گرچہ بدلا آب دریا چند بار
 خوب رویان ہین مثال آئینہ
 عشق الکا عشق ہی اللہ کا
 تو حیاتِ عشق لے اللہ سے
 اصل میں آخر ہی مجھ یہ خدو خال
 صورتیں ساری ہین عکس ذاتِ حق
 چشم کو تیرے اگر ہی الہی
 حق کو جب تو غیر بوجھاب دشور
 حق منترہ ہی دوئی اور نہرک سے
 ہی جہان سب سم حق ہی جان جان
 آنکھ سے شیطان کے آدم کو دیکھ
 ہمرہ خویشید کو شب پر نہ بوجھ

پس نہ آئینے سے پید اگر ملال
 اصل بینی آخر اپنا پیشہ کر
 اسمین ہین تابان صفاتِ دو الجلال
 عکس مہر و ماہ و اختر برقرار
 عکس حق انہن خیال آئینہ
 تو حقیقت بھول کر شیدا بنا
 خار صورت کو اتھا دے راہ سے
 کب رہے پانی میں دائم یہ خیال
 سر بسبب دیکھ ہین آیاتِ حق
 جطرف دیکھا تو ہی بملہ وہی
 کیا سمجھے دیوے جزا شاہِ عبور
 کیا ہی معدوماتے نسبت اسے
 مغر می لیکن نہیں ہی استخوان
 آب و خاک آدم کو ہرگز تو نہ دیکھ
 جو کہ ہی مسجدِ سجدہ پا کر نہ بوجھ

عکس نظر آوے مگر عکس ہی نہیں
 جب مبتدل ہو گئے ابدال حق
 قبلہ و حدائیت یک ہی نہ دو
 مار میت اذ میت ای مرد دین
 مدح و لغت مصطفیٰ ہی حمد حق
 تو کر رہے سب جب اگنے لگے
 تو کر لیکو تو درخت سب جان
 ہست فانی کو نہ بھول آپشہم شوخ
 روبرو سورج کے چمکے کیا ہلال
 ہی غمور و غالب وہ پروردگار
 نین روادو دیکھنا دو بو لانا
 غیر کو موجود کر بوجھے یہاں
 چشم دیکھو کھول دیکھو ای اہل دین
 دو اگر دیکھا تو ہی گمراہ تو
 حاش بد تو ہی اس عالم سے پا

عکس میں حق کے فنا ہی وہ یقین
 پس نہیں میں خلق تج پھر پھر ورف
 خاک مسجود ملک ہرگز نہ ہو
 دید احمد دید خالق ہی یقین
 ایک ہنیں اس جا میں وہ اور طبق
 عیب نین تو جھاڑ کر بولے اُسے
 کیونکہ اُن دونوں میں ہی یکہ نہاں
 خشک دریا میں رہے کیونکہ کلوخ
 کیا کرے رستم سے نیچے پیر زال
 غیر کو کیا اسکے درگاہ میں ہوتا رہا
 بندہ خود صاحب میں اپنے ہی فنا
 بھر تجھے عرفان اور دانش کہاں
 ایک ہی قبلہ یہاں پر دو نہیں
 پس کہاں تو پایگا دلخواہ کو
 رزنگی اور مرگ میں ای شمشہوار

سایہ اُسکا ہی زمین پر جا بجا
 پائے کیوں کر دل کا وہ پایہ بدن
 چرخ پر تابان تن اندر جامہ خواب
 تن پر استوتار ہے زیرِ لحاف
 جو مثال اُسکو بتاؤں ہی مخفی
 قدرتِ حقیقی وہاں نادر ہی بات
 بال و پر ارواح کے جلتے جہان
 جزرِ آخر ہو گیا باقی ہی مد
 ماتھ میں نقاش کے ہی مختصر
 مثبت ہی اور مجھ ہی نقاش کے
 کوزہ خود خود ہی نہو پہن و دراز
 مشک بے سقا نہو پُر یا تہی
 کیا خبر بوجھ سفید بے خبر
 احقان کیا جانتے ہیں یہ سخن
 عقل سے اپنے سمجھ لے ای سپر

مرغِ اَر تا غیب میں اندر ہوا
 دل ہی سایہ سایہ بدن
 مرد سوتا رُوحِ مثلِ آفتاب
 جان جیون سیسُغِ پنهان کوہِ قاف
 روح جب ہی امر حق کے محقق
 ہو جہان پر محبتِ ذات و صفات
 کیا ہماری عقل نا پہنچے وہاں
 جزر و مد رُوح جو تھا با جسد
 نقشِ سب کیا بے خبر کیا با خبر
 صفحہ امکان پہ ہر لفظ اُسے
 کوزہ گر کوزیکو ہو وے کار ساز
 گنگ سمجھ سبات کو امی منہی
 انگھ رکھتا ہی تو کر خود کو نظر
 کان رکھتا ہی تو اپنے کان سن
 غیر کی تقلید سے مت کامہ کر

تو اگر سکتا تو بارے دیکھ لے
 مرگ دائم اُنکو ہونا گزیر
 جان ہی زندہ تن اگر چہ ہو فنا
 احمقوں کو اس سخن کی کیا تمیز
 اہلی ہی دھوندا قہر و محمل
 باغ میں رہتا ہی دوسرا رو ترش
 گنج ویرانے میں ہی امی جانمن
 شاد ہی وہ مرد جو ہوتا خراب
 ماہ و مہر و چرخ کو حاصل کہاں
 ہو نقر اُنکا وہ غزوشان لے
 پس تو کیوں معراج کا منکر ہوا
 ماہ یک اُنکلی سے ہی اُنکی دونیم
 اس سے بالاتر ہی اُنکا معجزہ
 تھا بقدر ضعف عقل خلق کے
 چہ بامرو نہی کے مت ما ردم

عقل و جان مجرب ہی مجھ سے ولے
 اہل دنیا سب بہین زندانین اسیر
 جز مگر ناد رہیں مردانِ خدا
 ذائقہ لذت ہی وہ جان امی عزیز
 ذوق نقص و راحت تن کے بدل
 یک رہا مسجد میں بیٹھا تاد و خوش
 قصر کچھ مین چیر ویزان کر بدن
 وہ نہیں دیکھا جو ہنگام شراب
 غزوشان انبیا و مرسلان
 تو بھی اس تن سے گذر میدان لے
 ایک شب میں طی کیا مہرِ برج ما
 ماہ سے بہتر ہی وہ دَرِ یتیم
 تو عجب مت بوجھ اتنا معجزہ
 جو تو دیکھا ہی ہنگام ماہ سے
 راہ میں ہو عشق کے ثابت قدم

ترک کر دے دل سے کل حرص و ہوا
خوف سے حق کے ہو اچھوڑا اگر
آخرت کا کیفیت ہی ملک جہان
روزِ محنت روزِ کشت و کار ہی
تن کے سب اجزا جو آیا تو یہاں
لے زمین و چرخ و مہر و باہ کا
مال کو چوریکے ہرگز نینِ قسار
مفت میں مت بوجھ یہہ اجزا ملے

یا ذکرِ قصہ نمود و عادی کا
حق تجھے جنت میں دے شیر و شکر
جو یہاں ہو یا سو کھا و نگا و مان
روزِ عشرت حاصل انبا رہی
جو ران سب کو برہا یا جسم و جان
پارہ پارہ لے رفو کیا تن کیا
جو رکو پکڑینگے آخر ما لدار
اہل دولت چھین پھر لٹجانگے

بیان شیطانکے دغا اور فریب کا

حق نے یوں شیطانکی دی ہی خبر
مگر سے کہتا ہی تجھکو وہ لعین
ریخ و محنت میں ترا ہوں یا رہیں
جانِ فدا اپنا کروں تیرے اُپر
تو زمانے کا ہی رستم ہی پڑ
اس طرح دم دیکے اس بزدالت نے

ہی برا دشمن ترا وہ جیلہ گر
میں ترا ہر آن ہوں یا رو معین
بے وفائی ناکروں ز نہار میں
رکھ نہ تو کس باتکا دل میں خطہ
مرد ہو ہر کام میں ما بند شیر
گفڑکی جانب لجا یا ہی تجھے

قبقرہ وہ مار ہنستا ہی کھرا
 کراٹھانے میں میرے اب جد و کد
 دستگیری کر نہونے دے غریق
 تجھ سے میں دیکھا ہوں بہت سے گدھے
 میں نہ تیرا آشنا نایا رہوں
 کیا بچاؤے تجھ کو اس کا مکہ و زور
 زاینات و زاینان ہیں دوزخی
 حشر میں اٹکو کر لگا سنگ سار
 بین یہاں غافل و لیکن وہاں خجل
 لٹک فاسق حرص پھر کرتا زیاد
 اسکو ممنوعات میں ہوتا غلو
 دام کو دانہ بتقلیب آہ
 اس خیالات فنا کو اصل حال
 ہی گرفتار خیال بے فروغ
 تو نہو پا بند تخیلات کا

جب گیا تو اور خندق میں گرا
 تو پکارے اسکو ہی وقت مدد
 تو میرا ہی یار میں تیرا رفیق
 وہ کہے چل دور ہو تو کون بے
 ایسے بے دینوں سے میں تیز رہوں
 حق کہا وہ خود سعادت سے ہی دور
 فاعل و مفعول ہر دو لغتی
 روسیہ کر باہر ان اشتہار
 راہ زن بین اور ظالم پابگل
 نہی حق سے متقی پاوے رشاد
 منع گریک شنی کرے دانا کبھو
 چاہ کو بوجھا ہی وہ ایوان و جاہ
 تو حقیقت کو سمجھتا ہی خیال
 وہ جو کہتا ہی حقائق میں دروغ
 سب خیال و وہم تیرے بین فنا

توبہ کرنا حق کرے توبہ قبول
جب پشیمان ہو کرے عاصی نغان
بخشتا حق اُنکو پھر عیش ابد

فہق میں کب تک رہیگا اسی فضول
عرش لرزے ہی بدر و عاصیان
دولت باقی نہ یہ دنیا کے بد

بیان یہ کہ صورت فانی حقیقت باقی ہو جو دکا

حُسن ظاہر پر نہ ہو مغرور دست
صورتِ فانی سے مت ہونسا دکام
ہی طلب کر ساقیِ گلغام سے
مغرہ ہی معنی اے صورت ہی پوشت
اصانح صورت ہی بے صورت یقین
جب تلک آتی تجھے صورت پسند
صورتیں بندے ہیں بے صورت خدا
تو قفا ہونے سے حق آدے نظر
پس حقیقت حق ہی وہ معبود کُل
اگرچہ بعضوں نے یہاں رہ بھو لکر
لیک سراسر اس فرقہ گمراہ کے

مان نہ تو توبت تراش وبت پرست
جام میں می ہی و می نین ہی جام
می سے ہی سستی و نین جام سے
ترک کر صورت کو نہ ہوشید اُدوست
پس ترا معشوق یہ صورت نہیں
تب تلک غفلت میں ہو تو پاسے بند
پس نقیہ تو نہ ہوشیہ کا
فکر میں حاصل نہیں غیر از صور
ذوق تو چاہے تو کر سیرِ سُبُل
دُم طرف منہہ کر گئے ہیں پھول کر
یاد سردیتے بنیں دُم کی راہ سے

تو تم دو سر سے بے سرو پا آئے بہن
 اور ہی وہ تو خبر نہیں ہی تجھے
 جب تلک تو ہی نہ بوجھے تو کبھی
 میں غلام اسکا جو بوجھا یہ سبق
 کوئی بجز رہبر کے یہ رہہ نہیں چلا
 پانچھانے سنگ سے گوہر جڑے
 ہو قاتل کے عنایت کے حضور
 بن میرے تو تجھ کو کچھ بہود نہیں

کوئی تو سر کوئی دم طرف منہ لائے بہن
 وہ تو ہی لیکن نہ یہ تو وہ رہے
 اول و آخر توئی تیرا ہی تو
 یہی توئی تیری قابے ذات حق
 ذکر حق سے سایہ رہہ بھلا
 سو عصا سے چشم دوزخشن بھلا
 مگر اپنا کر تو اپنے دل سے دور
 ایسے جلد مگر میں کچھ سود نہیں

حکایت صدر جہان کی

فیض سے اسکے یک علم کامران
 خلق پر وہ سرور عالی تبار
 صف بصف رہتے کھڑے لب بازہ کر
 اسکو ہرگز یک درم دیتا نہ مال
 مضطرب ہو کر کیا آہ و فغان
 لطف سے کرنا میرے پر تکلف نگاہ

تھا بخار سے میں جو وہ صدر جہان
 صبح سے تا شام کرتا زینتار
 بے نوا خاموش اسکے راہ پر
 کوئی نئی محتاج اسے گر کرنا سوال
 ایک دن یک بے نولے ناگہان
 ہوں نہایت بے نوا امی بادشاہ

لیکن اُسے اس خطا کے واسطے
 جب ہوا چاروہ پیر کہن
 راستے پر لارکھے مردہ بنا
 زردیا اُسکے کفن پر اُسے وال
 زریا بولا کہ امی والا ہنم
 وہ کہا سچ ہی دلیکن ای غنود
 سر موتو اقبل موتو امی یہی
 یہاں نہیں کچھ سود مرنے کے سوا
 ہی عنایت حق کی موقوفِ مامت
 بلکہ مرنا بھی نہیں بے بذل حق
 راہ میہ بے پیر کے ہی پُر خطہ
 یا تجھے یک پیر کامل چاہئے

ایک جہ زر نہیں بخت اُسے
 پس کفن سازون نے پہنا کر کفن
 یک بیک صدرِ جہان و مان آگیا
 اُسے جلدی ماتھ کفنی سے نکال
 ٹھکڑو بھی ہنچا تیرا فضل و کرم
 جب تلک توین مو ایا پانہ سود
 بعد مرنے کے تجھے پہنچے بھی
 پاس حق کے کیا چلے جیلہ تیرا
 کر چکے ہیں تجربہ اسکا اوقات
 موت خود اول سمجھ ہی فضلِ حق
 چاہئے دانا تجھے یک راہ بر
 یا کہ روشن دیدہ دل چاہئے

بیان مکر دُنیا اور دنیا داروں کا

مگر سے اُسکے ضروری ہی حذر
 کر سے ہوتی ہی مردہ منہ پسا

یہ جہان مگار ہی جسے مگر
 وہ تو چار چکے لئے دریا کنار

دام میں اپنے سچے کرتی کرو
 مگر کیا کچھ ہنوا انسان میں
 باطناً ایس ظاہر پاک باز
 خچر زہر آب اندر آسین
 دل میں بد ذاتی ولے منہ پر مہنسی
 ایسے بد ذاتوں سے یارب العذر
 چاہئے یک پیر کامل نیک خواہ
 سختی تر دُشوار ہی ای پیر جو
 بھاگتا مجھ سے در بچھو طرف
 لوطیوں کے غول میں جاتا ہی تو
 رہز نوں کے دام میں جانا دلیر
 ترک تازی ہی ضلالت ای پیر
 خوب ہی بنا سے جو تنہا گیا
 راہ برے راہ برے راہ پیر
 پیر سے حاصل ہو سبیل امکان

یہہ جہان تباہ کے تجھ کو رنگ و بو
 مگر ہی اب اگر حیوان میں
 ہین مہت مگر جکین جیلہ ساز
 بر میں مصحف جیسے زین العابدین
 منہ پر مہتھے دل میں کینہ اور بدی
 زہر دل میں منہ پر شہد و شکر
 پس تجھے اس راہ میں ای مرد راہ
 لیک تو پہچانتا اس پیر کو
 تو بجگم عقل ناقص ای خرف
 جیر سے ماباپ کے نیرار ہو
 پیر کو دیکھا تو منہ لیتا ہی پھیر
 پس خدا پر آپ کو تقویض کر
 کو جو ہمراہ رہے کے رما
 راہ برکی کہ تیرا ہی بے بھر
 پیر ہی خود نرد بان آسمان

پیر چاہوں پیر چاہوں پیر پیر پیر
 آسمان پر لٹکے کرگس کو آدا
 میں تر اگر گس رہوں تو خو بتر
 تو بخاویگا بزورِ کرگس ن
 وہ آسے مردار تک اندر زمین
 وہ آسے سدرہ ملک بے قال و قیل

میں نہ چاہوں سیر افلاک و اشیر
 عقل سے غر و دجب معزول تھا
 پس کہے اُس کو خلیل امی بے بھر
 میں تجھے پہنچاؤں ہنعم آسمان
 عقل جزوی مثل کرگس ہی یقین
 عقل ابد الون کی مثل جبرئیل

بیان یہ کہ طالب کو مجاہدہ دوام لازم ہے

تو بغیر از جُت و چومت مار دم
 بوجہ بعد آنے کے ہوشاید گشتاد
 لٹک تھا یہ بھی تو موقوفِ سفر
 وہ تر عقدہ کھلایا ذُو المنن
 بلکہ تھی موقوفِ اس پر یہ عطا
 وہ خطا کے بعد مشکل پای حل
 کم بکلتا عقل کی تیزی سے کام
 تاکسے ایک طور ہنوط لاج مدد

ہو طلب میں یار کے ثابت قدم
 گر سفر سے تو نہیں پایا مراد
 گرچہ وصل اسکا بلا اندر حض
 تو سفر کر پھر کے جب آیا وطن
 وہ سفر کرنا تر این تھا خطا
 جیون خطا میں وہ حساب بے خلل
 پس تجھے لازم تردد ہی مدام
 چاہئے عاشق کو اتنا جد و کد

پھر پھر انا سرکتے مرغے من
 اس تردد سے طے شاید کیا
 یا تو حاصل وصل کر اس یار کا
 جو دن کی مدہنیں چکھا گلو
 چشم نین جو بہرہ و رویدار کے
 کان جو واقف نہیں اس راز سے
 ماتھے نین جو اسکے دامن سے ہم
 پاؤں جو نہیں نہ اسکی راہ پر
 مرتبہ تو جان کا نین جاننا

تا کسی جانب جدا ہو جان و تن
 یہاں نہیں تو دھونڈنا دوسرا دیا
 یا تو اسکے رہ میں اپنا سرکتا
 کا تنا تلوار سے اسکا گلو
 خاک دال اسمین کہ اندھے بین بھلے
 خوب گر بہرے رہیں آواز سے
 خوب ہی ہو جائیں گرد و نون قلم
 عاقبت دیوے ننگے تجھ کو درد
 کیونکہ تجھ کو راہگان بخش خدا

سبب تاخیر ہونیکا پچ اجابت دعا نمون کے

مخلصان جب نالہ و زاری کے ساتھ
 نالہ ان کا چرخ پر کرتا گڑا
 اسی خدا سے بندہ مومن کی داد
 بندہ مخلص جو کرنا ہی فغان
 پس خدا دیتا نہیں ذلت اسے

حق کی جانب کو اٹھانے اپنے ماتھ
 پس ملاک سن کے کرتے زار زار
 کون دیوے تجھ سے اسکی مراد
 تجھ سے اسکا وسیلہ پھر کہاں
 جو قبول عرض مہلت میں رہے

اُسکو حاجت لائی ہی میرے حضور
 گر کروں حاجت کو اُسکی مستجاب
 خوش مجھے آتا ہی اُسکا وہ خدا
 بلبل و طوطی ہی پنجرِ مین اسیر
 حق رکھا تریاقِ معنی زہرِ مین
 ہی نماز و نین نہان وہ مرحمت
 بین بہت معلوم ہے کے امر
 منکر و ن کو قصد از لالِ ثقات
 آتشِ ایرا یمیر پر گلزارِ تھی

گر کروں حاجت روا پھر جائے دور
 پھر مبادا چھوڑ دے راہِ صواب
 التجا لانا خدایا بولنا
 خوش زبانی سے نذاغانِ مین میر
 تاکہ ذواللطف الخفی اُسکو کہین
 عاصیان یا وینگی جامِ مغفرت
 زہرِ بوجھین خلق لیکن ہی شک
 ذل ہو اعز و ظہورِ معجزات
 گرچہ وہ غرور دیوں کو خار تھی

بیان یہ کہ سونا عالم کا بہتر ہی جاننے سے جاہل کے

خوابِ عالم اُسکی طاعت سے بھلی
 خوابِ احمق کی سر اسر ہی زبون
 خوابِ عورت کی زبون تر اُسے بوج
 گر ہو آزادِ محنت مین اسیر
 لیک جا در زاد جو مملوک تھی

جو کہ رکھتا ہی شمارِ جاہلی
 ہی مثالِ عقل اُسکی سرنگون
 وہ جو عورت عقل و ہوش اُسکی ہی بوج
 غلصی کے واسطے وہ ہو نقیر
 اناؤ آزادی کی لذت کب رہے

۱۰ حکایت اُس مسخری جو اپنی عورت کو قاضی پاس بھیجا

مرد ایک جو جی برا قلاس تھا
 اپنی عورت سے کہا اُسے کہ ہم
 ہی تجھے ہتھیار پس جاوے کہ
 تر گس شہلا میں تیرے ای پری
 ہی کمان ابروان فرگان کے تیر
 جا کسی دانہ پہ اپنا دام ڈال
 کہ لب شیرین سے اُسکو تلخ کام
 زن گئی القصہ قاضی کے حضور
 قاضی اُسکے دیکھ کاکل کی شکن
 عارض گلگون کی دیکھ اُسکی بہار
 وہ قیامت قد و قامت دیکھ کر
 پس کہا ہی محکمٰی بن غلغله
 رات کو آوے اگر خلوت میں تو
 وہ کہی ہی گھم میں تیرے اژدہم

مخس و محتاج و بے برگ و نوا
 کب تک سہتے رہیں جو رشکم
 تاکتے ایک چند راحت سے عمر
 ہی سراسر شیوہ جادوگری
 زلف بین گویا کندہ جسد گیر
 دانہ بتلا پر نہ دے کھانے مجال
 لیکن اپنا کر شکر اُس پر حرام
 ظلم سے شوہر کے کی فریاد شور
 دام میں جا کر پرا مرغے عن
 ہنو گیا بلبل نمط اُسکا شکار
 پھنس رہا کیچڑ میں جا مانتہ فر
 فہم کچھ ہوتا نہنیں تیرا گلہ
 کیا تیری فریاد ہی معلوم ہو
 ہر کسے ہر بات کا پرتا ہی کام

غیر کو ہرگز نہیں اس میں دخل
 آوے گا اس میں تو کچھ خدشہ نہ ہو
 مگر سے زن کے حذر ہی الحذر
 پر نہ کھائے تانہ تو لے کہا
 اس زمین پر سو ہو از نکلے لئے
 قاضی وانا گیا شب اُس کے گھر
 ایک تھا آبِ زلال ایک تیش لب
 فاختہ قاضی کے آگے برہوا
 کچھ نہیں پایا بجز صندوق کے
 زن سے آجی کہا اسی بد زبان
 قلبان بولے کبھی شہد اکبھی
 تو مجھے رُسو کیا چاہے ہی اب
 تجھ کو اس صندوق پر سو اس ہی
 اس لئے کرتے ہیں طعنہ بد سگال
 و. تو خالی ہی زرو اہلاک سے

جھوٹری تیری ہی خالی بے خلل
 ختم بھی میرا گیا ہی دینے کو
 مگر اب کچھ کری وہ سیم بر
 بارنا ابلیس آدم سے کہا
 اولاً جو خون کیا ماییل نے
 مگر زن کا ہی برا المخصر
 اُس نے کی موجود اسبابِ طرب
 ناگہان جوجی وہیں دستک دیا
 چو طرف گھبرا لگا تب دور نے
 ہو رہا صندوق میں قاضی نہان
 یک جہان میں تو مجھے بد نام کی
 یہ دو نیت ہیں مجھے تیرے سبب
 تو سمجھتی مال و زر مجھ پاس ہی
 خلق بوجھلا سین ہی مال و منال
 صورت، صندوق ہی زینا و میلے

گرچہ ہی دیکھیں مثل اس بدنکے باوقار
 مین لیجا کر کل اسی صندوق کو
 تاکہ دیکھیں مومین و گبر و جھوڈ
 زن کہی امی مرد اس سے درگزر
 پس فجر ہونے بلا سماں کو
 قاضی اس سماں سے روٹا ہوا
 محکمے مین جا کے امی سماں تو
 جلد یہ صندوق اس سے لینے نول
 جو کہ مین عاشق غم معشوق مین
 غم ب اندوہ مین بربادو سے
 جان جو آڑ جائے ساتون آسمان
 بعد مرنے کے نہیں اسکو عروج
 ایک ناد رہو ہزاروں سے بشر
 جو کہ دیکھا ہو جہاں یک دوسری
 جو نہیں دیکھا کبھی ہرگز خلاص

اس پتارے مین نہیں پر غیر مار
 آگ دیتا ہوں میان چار سو
 جو نہیں کچھ اس مین ایک دم لکھا
 وہ کہا سو گند ہی اس بات پر
 چوک کو لیکر چلا وہ سب خو
 کان مین آہستہ یوں کہنے لگا
 بول نایب سے مرا احوال تو
 گھر لیجا پر چوک مین ہرگز نکھول
 مبتلا گویا کہ مین صندوق مین
 کچھ نہیں دیکھے جو صندوق کے
 حرص سے وہ بھی ہی صندوقی پیمان
 بلکہ ہی صندوق مین تربت کے بوج
 جو رہے اس بات کی اشکو خیر
 وہ سمجھ بوجھ گاتن کی ابتری
 اُسکو ہی صندوق تن سے نقصا

اُسکو خود صندوق تین میدان ہی
 اُسکو صندوق بدن ہی ناگزیر
 ہنوں سے کب اُسکا گذر افلاک پر
 مثل قاضی کیوں نہیں چاٹا رہا
 تا دلاوے ہکو اس تن سے نجات
 کون لے جڑ انبیا و اولیاء
 قیمت اس صندوق کی کہہ دے عیان
 مانگتے ہیں میں نہیں دیتا کبھی
 دے و گرنہ دیکھ لے اور کوی ہزار
 قیمت اس صندوق کی ہوا سقد
 بیچ بے رویت نہیں ہرگز پسند
 گر پسند آیا نہیں قیمت نہ دے
 دے مجھے سربستہ امی نیکو شعاً
 مت کسی پر ہنس کہ تجھ پر ناہنسنین
 پس اسیروں پر نہو تو سخت گیر

جسکو آزادی کی نین پہچان ہی
 قید صورت میں رہا جو کوی اسیر
 جو نقید ہنور ما اس خاک پر
 گر نہیں صندوق صورت پر فدا
 اسی خدا کو ہی بھیج اے پاکذات
 خلق کو صندوق سے تن کے چھرا
 نایب آجوبی سے بولا امی فلان
 وہ کہا دینار نو سو نقد کو
 تو اگر چاہے تو خالص یک ہزار
 پس کہا نایب کہ امی نیہودہ سر
 اُسے بولا گر رہے صندوق بند
 کھول کر صندوق آگے دیکھ لے
 وہ کہا مت کھول اِسکو زینہار
 ستر کرتا تجھ پہ ستاری کرین
 بنو گئے اسطور بہتیرے اسیر

جو نہیں کہ تا تو اپنے پر پسند
 ہی جہاں دارِ مکافات ای پس
 حق تعالیٰ ہی رحیم و پروردہ پوش
 تو اسی نور شید کا ہی عکس ذات
 تو مراقب ہو کہ تک اپنے کو یا
 ایسی کی تمثیل بول اس مرد سے
 تو ہی نت صندوق تن میں مبتلا
 نام اپنا اور علی کا اس لئے
 جس کے مولا بہین محمد مصطفیٰ
 کون ہی مولا جو تجھ کو قید سے
 رہنما آزادگی کے ہیں بنی
 اسی گروہ مؤمنو شادی کرؤ
 لیک دائم ان شفیعو کے حضور
 نفس کے تابع نہونا اس قدر

دوسروں پر بھی نکر ای ہو شہد
 جو کیا سو پایگا اسکا اجر
 عیب پر اور ونگے تو مت کر خروش
 مت پہلا جزدیں اور دانش کے مات
 عیب میں زہار مت ہو غیر کا
 لے لیا صندوق شو دینا رے
 مول لےتے تجھ کو دائم اولیا
 خاتم پیغمبران مولا رکھے
 اسکے مولا بہین علی مرتضیٰ
 مخلصی بخشے و آزادی کرے
 انبیادین مؤمنون کو مخلصی
 مثل سر و سوسن آزادی کرؤ
 شکرین رطب اللسان ہناضرة
 جو نہوا اپنے شفیعو کی خبر

باقی حکایت اس مسخرت اور قاضی کی

یوں کہا جو جی کہ ای شہیرین نکات
 کچھ مرے شکوے سے کر ظاہر
 پھر وہی قاضی پہ جا ٹھینکی کند
 نین سنا اسکو سکی اپنا گلا
 عشوہ و غمزہ رکھی اپنا نہان
 کچھ اثر قاضی کے دل پر نین کیا
 نفقہ اسکو کیوں نہیں دیتا ہی تو
 کیونکہ تھا صدوق مین قاضی مین
 لیک میرے پاس نین یک نیم دم
 مفلس و تلاش ہوشش پنج دن
 ہی وہی مکار گر جانا اسے
 یہ وہی مکار و لعبت باز ہی
 تو وہی عیار ہی پر مکر و فن
 جا کسی اب اور کو داماد کر
 سے مجھے شش پنج سے پنجات

بع پھر یک سال کے عورت کے سات
 دام اکل پھر لجا قاضی پہ ذال
 عورت اپنے سات لے عورت چند
 جیکہ وہ آواز سے تھا آشنا
 دوسری زن کو کر اپنا ترجمان
 ناز نہان اس بت لٹنا زکا
 پس کہا حاضر کر اس کے خصم کو
 ابتدا میں اسکو پہچانا نہیں
 وہ کہا ہون شرع کا دل سے غلام
 گروں تو نین مرے قسمت کفن
 جب سنا آواز پہچانا اسے
 یہہ رستم گر خود وہ جلتا زہی
 پس کہا اسکو کہ ای شش پنج دن
 ہو چکی تو بت مری ہی جیلہ گر
 وہ تری بازی کر اب اور نکبات

ہو گیا شش پنج سے ہتھیار مرد
پانچ حس اور شش جہت سے ہو بری
چاہ دنیا سے بہین جس کے شش جہت
تا طے یوسف کا تجھ کو یا لگاہ

ہو گیا شش پنج سے ہتھیار مرد
پانچ حس اور شش جہت سے ہو بری
چاہ دنیا سے بہین جس کے شش جہت
تا طے یوسف کا تجھ کو یا لگاہ

بیان یہ ہے کہ بشر میں ظہور ہی سہ اس پروردگار کا

ہر بشر میں بہین مہمان عیسیٰ مگر
بہین ہزاروں کعبہ و دولت مہمان
تجھ سے کئی دانا کی ہی ویران دکان
خاک کے پتیلے کو سجدہ کیوں کروں
تا نظر آوے تجھے نورِ جلال
باطن اسکا نور سے معمور ہی
بعدہ ہی بات کہنے سے جدا
کچھ نہو وے راز اسکا آشکار
سیر گھوڑا لگا نہیں دریا پر
مرکب چوہین سے آگے کام لے

بہین ہزاروں جبریل اندر بشر
آدمی کے تن کے بتخانے میں مان
تو مکانی اصل تیرا لا مکان
یوں کہا غفلت سے شیطان ہو زبون
خاک نین تو چشم کا پردہ نکال
ظاہر اسکا خاک باطن اور ہی
یہاں تلک یہ بخت کرنا ہی روا
ور کبھی کو شش کرے تو سو ہزار
تا لب دریا کرے گھوڑا گذر
تجھ کو آگے اور مرکب چاہے

بحر یوں کا خود ہنر ہی خاموشی
 عشق کا کہتے ہیں وہ فرع و اصول
 ہیں وہ گویا تو سمجھتا خامشان
 وہ کہے تجھکو مگر میں گوئش ہی
 تیز گوشتان ہیں یہاں پر کور و کر
 خواب میں کرتا ہزاروں گفتگو
 گفت و گو ہرگز نہیں اُسکی سنا
 حال اُسکا ہی نہایت ٹوٹ پوت
 کچھ نہیں آتا بیان میں اُسکا حال
 حال کو اُسکے نہیں نام و لقب
 یہہ بیان کرنا ادب نہیں ہی کہے
 پر نہیں دوس میں اتنے زیاد
 نور بے سایہ کے ہی اندر حجاب
 تب جھلک تو پایگا اُس نور کا
 آ رہی جوان ہی مگر ظلمات میں

بے چوہین ہی خاموشی تری
 رنج و نشان تجھکو کرتے ہیں ملول
 نیک تو نہیں جانتا اُنکی زبان
 تو کہے اُسکو کہ کیوں خاموش ہی
 میں ہوں گویا تو دلیکن بے خبر
 مرد سوتا رات کو جب ست ہو
 بیٹھ تو پہلو میں اُسکے جاگتا
 مرکب چوہین گیا پھر جکا تو ت
 غرق دریا میں ہوا ماہی مثال
 ناہی وہ گویا نہ خاموش ہی عجب
 میں ہمدونوں حال دونوں نہیں آتے
 ہی مثال یہہ بس رنگ و بے سوا
 ز شہاں سایہ ہی جان آفتاب
 نور جب دیو لگا سائے کو جلا
 زندگانی ہی فنا کے ہاتھ میں

تا نہو مفسر و رنفس کُشتنی
 دشمنِ جانِ ہی ترا وہ بدلگام
 سو ہزاران گل خرید یک خار دے
 تو خود کیونچھوڑ باقی ہی نہا
 تا خدا تو سے تجھے جاہ و جلال
 تاکہ تو ہو ویکسا بحر بے کران

تن فد اکو جان کو دے دُوشنی
 ہی شکایتِ نفس کی قرآنِ تمام
 کر تجارتِ حق کے تنگ بازار سے
 با طرفِ کل کے تو امی جزوی خدا
 تو خود کیونچھوڑ اپنی کرد پائمال
 قطرہ جان کر فدائے بحرِ جان

خاتمہ اس کتابِ سَطاب کا پیر
 شکر پروردگارِ تعالیٰ شانہ کے

جو کیا گویا زبانِ خاک کو
 نورِ عرفانِ دولت و ایمان بھی
 نعمتیں آدم کو بخشین بے شُما
 جو کرے انسان سو ہی مُخفّر
 تو دیا باغِ ارم کو برگ و سواز
 تا قیامت ہو تو اسکا آبِ یا
 تو بنایا مجھ سے یہہ روشن کتاب

شکر ہی پروردگارِ پاک کو
 خاک کو دانش دیا اور جان بھی
 شکر ہی واجبِ ترا امی کردگار
 شکر تیرا کون کر سکتا بشر
 شکر تیرا امی کریم بے نیاز
 تو دیا اس باغ کو رنگ و بہا
 تو دیا میری زبان کو آب و تاب

مین کہاں اور ہی کہاں میرا وجود
 مین پنے کو کر برے مین بن کے دور
 تاکہ اس نامے کو یکسر خاص و عام
 ہر کے پرھینکا اسکے شوق دے
 ہند کو اُسکے دلون مین دے اثر
 جو پرے شفقت سے یہ میری کتاب
 جو کرے رحمت سے میرے پردے
 تو طفیلِ روح مولانا مئے روم
 ذوق دے تیرہی بقا کا جان کو
 معرفت کا دِل مین کر روشن چراغ
 کہ حقیقت سے مجھے آگاہ تو
 تو مجھے ظلمت سے غفلت کے نکال
 جس گھری تن سے کرے پرواز جان
 اور میرا ترع جان آسان کر
 اور مین دکھلا مجھے جنت کا ستیہ

تجھ سے ہی موجود عالم احمی و دود
 دے بنا میرے مین تو تیرا ظہور
 شوق سے دیکھین پرھین با احترام
 جو سنیگا اُسکو اپنا ذوق دے
 تا عبادت مین تری باندھین کر
 کر مناجات اُسکی یارب مستجاب
 دو جہان مین اُسکا بر لاءِ عا
 رکھ میرے نامے پہ عالم کا ہجوم
 ساتھ رکھ یارب مے ایمان کو
 تار ہے دل روشنسی سے باغ باغ
 دے یقین کا نور شمع راہ تو
 تا دغا نادرے عدو سے بد سگال
 کر شہادت سے مری گویا زبان
 کر تو میرا خاتمہ ایمان پر
 کر خویا رب خاتمہ میرا بخیر

میں ہوں عاصی مجھ کو یارب بخش دے
 رایگان تو بخش یارب رایگان
 لیک ہوں تیرے چمن کا خار میں
 خار پر گل سے کرے ہی سایہ بان
 دے خرابی سے دو عالم کی نجات
 فضل کر لچھ صورت انسان دے
 نسل میں صدیق کے پیدا کیا
 تھی فقیری میں جسے تیری مدد
 واسطے صدیق بے ای کردگار
 پیشوا وہ حق ہیں تیری راہ کے
 خاتم پیغمبران محبوب رب
 اور تمام اصحاب فرخ فال پر
 یک شفاعت کی نظر فرداے دین
 کیا سب گرعاصیوں کو دین نجات
 کہی جوت اجاب کو جنت مقیم

سب عذابوں سے بچا یارب مجھے
 فضل کر ہی فضل تیرا بیکراں
 رچہ ہوں از بسکہ بدر کردار میں
 ہرچہ میں تخلصند مہربان
 پس مجھے امی تخلصند کائنات
 تو دیا انسان کی صورت مجھے
 تو مجھے انسان کی خلعت دیا
 شاہ علاء الدین میرا جد جد
 رکھے مجھے انکی قدم پر استوار
 جان فدا ہیں وہ تیری درگاہ کے
 رہ مجھے پہنچا میں تا شاہ عرب
 میں رہوں قربان انکی آل پر
 تاکرین مجھ پر شفیع المذنبین
 رحمت للعالمین ہی انکی ذات
 واسطے آل نبی کے امی کریم

ان پہ انکی آل و یاران پر تمام

و مبدم صلوات تیرا اورد سلام

متم تیرے نام پر ہی یہ کتاب
اسی خدائے مستعان و مستطاب

خاتمہ

الحمد لله والمنة کہ ہذا کتاب مستطاب مسمیٰ بیباغ ارم ہندی ترجمہ مثنوی شریف
حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا بفضل حضرت آفرید گار و بھرت
النبی و آلہ الاطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام الی یوم القریبید نور محمد ابن اخوند صا

عبد اللہ قریشی بابتہام خاک نعلین رسول

النعلین محمد بن حسین بن المرحوم محمد سلیم مغفور

بروز و دو شنبہ تاریخ ہفتم ماہ محرم الحرام

۹۰ سنہ ہجری علی اصاحبہا افضل

الصلوٰۃ و احمل التحیات کو تمام

ہوسنی

نیت

پیش کر بخطائی رسی و طعنہ مزین

کہہ سیرج نفس بش و خالی از خطا بود

UNIVERSITY OF JUNG ESTATE LIBRARY

Oriental Section

URDU PRINTED BOOKS

Prof. M. A. J. Khan

University of J. E. Library

مثنوی شریف کے ترجمہ کا

غلط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۳	لب	لب	۱۷	۱۶	اس	اس
۱۹	۱	گئی	گئی	۱۹	۱	لک	لک
۱۹	۲	تنگ	تنگ	۱۹	۱۵	چھ	چھ
۲۰	۱	اکے	اکے	۹۰	۵	اوج	اوج
۲۲	۱۵	عقبہ	عقبہ	۹۲	۴	ما	ما
۲۲	۲	الماس	الماس	۹۳	۶	پیر	پیر
۲۶	۹	اسکا	اسکی	۹۴	۱۲	وہ	وہ
۲۶	۴	مشغل	مشغل	۹۷	۱	حس	حس
۳۳	۱۰	بر	پر	۹۸	۶	خیر	خیر
۳۵	۴	کار	کار	۱۰۰	۵	مصور	مصور
۳۵	۷	پر	بر	۱۰۲	۵	ت	ت
۳۵	۱۲	جینا	جینا	۱۰۲	۱۳	مرات	مرات
۳۶	۲	سیر	سیر	۱۰۴	۶	یا	یا
۳۶	۱۰	بر	پر	۱۰۴	۱	اپنا	اپنا
۳۹	۴	تان	تان	۱۰۴	۱	پاکوں	پاکوں
۴۲	۵	بجا	بجا	۱۱۰	۲	دھو	دھو
۴۵	۱۶	نا	با	۱۱۱	۱	دالے	دالے
۴۶	۱۱	یتر	یتر	۱۱۱	۱	نسبت	نسبت

